READER
BURAQ

یارا تیری یاریاں

تحریر :کرن رفیق

حیدر حسن حسب معمول ناشتے کے لئے جیسے ہی ڈائینگ ٹیبل پر آئے سامنے کا منظر دیکھ کر ٹھٹھک گئے۔۔ان کی پیشانی پر بیک وقت ان گنت بلوں کا اضافہ ہوا تھا۔۔۔

ناچاہتے ہوئے بھی انہوں نے اپنے غصے کو کنٹرول کیا اور سپاٹ چہرہ لئے اپنی نشست پر براجمان ہوگئے۔۔۔

گڈ مارننگ ڈیڈ۔۔۔۔۔

عرزم حیدر نے خلاف توقع ناشتے سے ہاتھ روک کر انہیں مخاطب کیا تھا۔۔ جبکہ ساتھ بیٹھے زیام کا رنگ ایک پل میں فق ہوا تھا۔۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ حیدر حسن کبھی بھی اسے اپنے بیٹے کے ساتھ دیکھ کر خوش نہیں ہوں گے۔۔۔۔ دوسری طرف حیدر حسن نے غصے سے بھری سرخ آنکھوں سے ایک نظر عرزم کو دیکھا تھا اور پھر اپنی بیوی کو دیکھا جو کچھ بھی کہنے سے انہیں اشاروں میں ہی روک رہیں تھی۔۔۔۔۔

مارننگ۔۔۔۔

حیدر حسن نے اتنا ہی جواب دیا اور ناشتہ کرنا شروع کر دیا۔۔۔۔

ڈیڈ آپکو معلوم ہے آج آپکے اکلوتے اور لاڈلے بیٹے کا یونیورسٹی میں پہلا دن ہے۔۔۔ اور آپ نے اسے وش ہی نہیں کیا۔۔۔۔۔

عرزم نے مصنوعی خفگی سے شکایت کی حالانکہ جانتا تھا وہ ضبط کے کن مراحل میں ہوں گے۔۔۔

حیدر حسن کا چہرہ ایک پل میں سرخ ہوا تھا۔۔۔

عرزم حیدر گڈ لک فار یور نیو لائف۔۔۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ تم وہاں بہت کچھ سیکھو گے اور ہاں دوستی کن لوگوں سے کی جاتی ہے یہ بھی سیکھ جائو گے۔۔۔

حیدر حسن نے طنزیہ انداز میں آخری بات زیام علوی کی طرف براہ راست دیکھ کر کی تھی۔۔۔

زیام علوی جوان کے دیکھنے پر سر جھکا گیا تھا ایک جھٹکے سے اپنی جگہ سے اٹھا اور کسی بھی طرف دیکھے بغیر باہر نکل گیا تھا۔۔۔۔

عرزم نے اسے کافی آوازیں دیں جن کو سنا ان سنا کر گیا۔۔۔

کاش ڈیڈ کہ آپ میں تھوڑی سی انسانیت بھی ہوتی۔۔۔۔

عرزم نے سرخ آنکھوں سے حیدر حسن کو دیکھ کر سرد لہجے میں کہا اور وہاں سے چلا گیا۔۔ جبکہ حیدر حسن نے ہاتھ میں پکڑے جوس کے گلاس کو زمین پر پھینکا اور اپنی بیوی کی طرف دیکھ کر بولے۔۔۔۔

کاش میں نے تم سے اتنی محبت نا کی ہوتی۔۔۔ تو آج تمہارا بیٹا میرے سامنے یوں بد تمیزی نا کر رہا ہوتا۔۔۔۔۔

حیدر حسن نے غصے سے فائزہ کو دیکھا اور وہاں سے چلے گئے۔۔۔ جبکہ فائزہ بمشکل اپنے آنسو کنٹرول کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔۔۔

یا اللہ اس گھر کو اور اس گھر میں رہنے والوں کو سکون عطا فرما۔۔۔

بے ساختہ انہوں نے دل میں دعا مانگی تھی۔۔۔ اور یہ دعا تو شاید وہ تب سے مانگ رہی تھیں جب سے ان کے لاڈلے بیٹے نے ہوش کی دنیا میں قدم رکھا تھا۔۔۔۔

حیدر حسن، حسن گروپ آف انڈسٹریز کے مالک، اپنے ماں باپ کے لاڈلے اور اکلوتے بیٹے، جن کی شادی ان کے ماں باپ نے ان کی پسند سے ان کی کلاس فیلو سے فائزہ سے کر دی تھی۔۔۔ فائزہ ایک نہایت ہے سلجھی ہوئی لڑکی تھی۔۔ شادی کے دس سال بعد اللہ نے ان کو ایک بیٹے سے نوازہ تھا۔۔ جس کا نام حیدر حسن نے عرزم رکھا تھا۔۔ فقط پانچ سال کی عمر میں عرزم نے اپنے دادا اور دادی کو ایک کار ایکسیڈنٹ میں کھو دیا تھا۔۔ باپ کے نزدیک وہ شروع سے ہی کم رہا تھا۔۔ فائزہ بیگم کے قریب رہ کر بھی اسے اپنی زندگی میں خلا سا محسوس ہوتا تھا۔۔ اور یہ خلا دس سالہ زیام علوی نے پورا کیا تھا۔۔۔ عرزم حیدر کی زندگی میں حیدر حسن کو اگر کسی کا وجود نا پسند تھا تو وہ زیام علوی۔۔۔ اور یہ بات عرزم باخوبی جانتا تھا اس لئے تو وہ انہیں زچ کرنے کے لئے زیام علوی کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزارتا تھا۔۔ اور وقت کے ساتھ ساتھ ان کی دوستی گہری ہوتی گئی اور عرزم حیدر کی زندگی میں کسی کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔۔ مختصر یہ کہ عرزم حیدر کے لئے دوستی کا دوسرا نام زیام علوی تھا۔۔۔۔

زیمی۔۔۔ (زیام)۔۔۔ میری بات سن یار۔۔۔

عرزم اس کے پیچھے سڑک پر بھاگتے ہوئے بولا۔۔۔دوسری طرف زیام جو سر جھکائے تیز تیز چل رہا تھا ایک دم رکا لیکن مڑا نہیں۔۔۔۔

زیمی۔۔۔میری طرف دیکھ۔۔۔۔

عرزم اس کے سامنے کھڑا ہوا اور اس کے جھکے سر کو دیکھ کر بولا۔۔۔۔

تم جانتے ہو عرزم کہ میں اس معاشرے میں سر اٹھانے کے قابل نہیں ہوں۔۔

وہ بھرائے لہجے میں بولا۔۔۔۔

اور تم یہ بات اچھے سے جانتے ہو کہ جس دن تم نے خود کو اس معاشرے کے آگے جھکا دیا اس دن عرزم حیدر اپنے ہاتھوں سے اپنی سانسیں چھین لے گا۔۔۔۔

زیام نے بے بسی سے سر اٹھایا تھا اور عرزم کی طرف دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔۔۔

تم اس دنیا کے واحد شخص ہو جو مجھے قابل احترام سمجھتے ہو۔۔اور۔۔۔۔

نہیں میں تمہیں قابل احترام نہیں سمجھتا بلکہ تم قابل احترام ہی ہو۔۔۔اور ایک بات تمہاری دنیا مجھ تک اور میری دنیا صرف تم تک ہی محدود ہے۔۔۔۔اور اس میں کسی تیسرے کی کوئی جگہ نہیں سمجھے۔۔۔۔

عرزم نے اسے خود سے لگاتے ہوئے جواب دیا۔۔۔۔

اور اگر کبھی کوئی تیسرا آگیا تو۔۔۔۔

زیام نے مسکرا کر پوچھا۔۔۔۔

تو تم جانتے ہو میں اس تیسرے کو سرے سے ہی ختم کر دوں گا۔۔۔۔

عرزم نے سنجیدگی سے جواب دیا تو زیام اسے دیکھ کر رہ گیا۔۔۔۔

اچھا چلو یونی چلیں۔۔۔ تمہاری وجہ سے پہلے ہی لیٹ ہو گئے ہیں۔۔۔ اب اگر مزید لیٹ ہوئے تو تمہارا ہٹلر باپ ہمیں یونیورسٹی سے نکلوا دے گا۔۔۔۔۔۔

عزرم اسے گاڑی کی طرف لے جاتے ہوئے مذاق میں بولا جبکہ زیام نے مسکرانے کی زحمت بھی گوارہ نہیں کی تھی۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

شہناز۔۔۔ شہناز۔۔۔۔

اجالا بیگم نے کیچن میں کام کرتی ملازمہ کو آواز دی۔۔۔

شہناز جو کیچن میں ناشتے کی تیاری کر رہی تھی بھاگتے ہوئے لائونج میں آئی اور مئودب انداز میں بولی۔۔۔

جی بڑی بیگم۔۔۔۔۔۔۔

روحی کو اٹھا دو۔۔۔ اسے یونی کے لئے تیار بھی ہونا ہے۔۔۔

جی ٹھیک ہے۔۔۔۔

شہناز یہ بول کر وہاں سے چلی گئی۔۔۔

کیا بات ہے بھئی اکیلے اکیلے چائے پی جا رہی ہے؟؟؟

حسن نیازی جو ابھی جاگنگ سے لوٹے تھے سامنے لائونج میں اپنی بیوی کو چائے پیتے دیکھ کر بولے۔۔۔

تو آپ بھی آ جائیں۔۔۔ منع کس نے کیا ہے؟؟؟

منع تو کسی نے نہیں کیا۔۔۔ البتہ اگر چائے کی جگہ ایک کپ اورنج جوس مل جائے تو مزہ آ جائے گا۔۔۔

ڈی ایس پی حسن نیازی صاحب۔۔۔ آپ کی صحت کے معاملے میں آپکی بیوی بہت ہی حساس ہے۔۔۔ اگر آپکو تھروٹ انفیکشن نا ہوتا تو آپ جوس پی سکتے تھے۔۔۔ لیکن ابھی فلحال آپکو چائے اور جوس کی بجائے دودھ پر ہی گزارہ کرنا پڑے گا۔۔۔۔

اجالا نے مسکراتے ہوئے حسن سے کہا۔۔۔

اس سے پہلے حسن کوئی جواب دیتے ان کی لاڈلی بیٹی کے کمرے سے چلانے کی آواز آئی۔۔۔ اور وہ وقت ضائع کئے بغیر اس کے کمرے میں پہنچے تھے۔۔۔ جبکہ اجالا بیگم بھی ان کے پیچھے پیچھے ہی کمرے میں داخل ہوئی تھیں ۔۔۔ سامنے کا منظر دیکھ کر دونوں میاں بیوی معاملے کی نوعیت کو سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔۔۔

سامنے شہناز اپنے دائیں گال پر ہاتھ رکھ کر رو رہی تھی جبکہ رحاب اس پر چلا رہی تھی۔۔۔

کیا ہوا ہے؟؟؟؟

حسن نے سنجیدگی سے اپنی لاڈلی بیٹی کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔۔۔۔

یہ تو آپ اس بچ سے پوچھیں۔۔۔

رحاب ساری تمیز بالائے طاق رکھ کر غصے سے چیخی تھی۔۔۔ جبکہ اجالا نے بے ساختہ اسے ٹوکا تھا۔۔۔

بی ہیو یور سیلف روحی۔۔۔ یہ کس قسم کی لینگویج استعمال کر رہی ہیں آپ؟؟؟؟

میں اس سے گھٹیا لینگویج استعمال کروں گی اگر آپ نے میرے معاملے میں بولنے کی کوشش کی۔۔۔۔۔

رحاب جسٹ ریلیکس بیٹا۔۔۔

حسن نیازی نے اسے اپنے ساتھ لگایا تو اجالا نے افسوس سے حسن نیازی کو دیکھا جو اپنی بیٹی کی غلطیوں پر اسے ٹوکنے کی بجائے بڑھاوا دے رہے تھے۔۔۔

شہناز تم میرے ساتھ آئو۔۔۔

اجالا یہ بول کر وہاں سے چلی گئی جبکہ حسن نیازی نے بے بسی سے اپنی بیوی کی پشت کو دیکھا تھا۔۔۔

بڑی بیگم قسم لے لیں آپ۔۔۔ میں نے بی بی جی کو کچھ بھی نہیں کہا تھا۔۔۔ میں نے تو صرف ان کے چہرے سے کمبل ہٹایا تھا اور انہوں نے غصے میں مجھے تھپڑ مار دیا۔۔۔

شہناز روتے ہوئے سر جھکا کر بولی۔۔۔ تو اجالا نے تاسف سے رحاب کے کمرے کے بند دروازے کو دیکھا۔۔

شہناز روحی کی طرف سے میں تم سے معذرت کرتی ہوں۔۔ تم جانتی ہو وہ بہت ضدی ہے جب اس کی ضد پوری نہیں کی جاتی تو وہ ایسے ہی اپنا غصہ کسی نا کسی پر نکالتی ہے۔۔ مجھے افسوس ہے کہ آج اس کے غصے کا شکار تم بن گئی ۔۔۔ میں معافی چاہتی ہوں شہناز وہ۔۔۔۔

بڑی بیگم آپ مجھے شرمندہ مت کریں۔۔۔ میں جانتی ہوں بی بی جی شروع سے ہی ایسی ہیں۔۔۔ مجھے بس ایک چیز کا ہی افسوس ہوتا ہے کہ حسن صاحب ان کی تربیت اچھی نہیں کر رہے۔۔۔۔

شہناز تم جائو اور ناشتہ تیار کرو۔۔۔

اجالا نے اپنی آنکھوں میں موجود نمی چھپانے کے لیے اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں۔۔۔۔

شہناز نے ایک افسوس بھری نظر اجالا پر ڈالی اور وہاں سے کیچن میں چلی گئی تھی۔۔۔

کاش حسن میں تم سے محبت میں اتنی با اختیار ہوتی کہ تم سے جڑے رشتوں کو خود سے محبت پر مجبور کر دیتی لیکن میں جانتی ہوں یہ کاش۔۔۔۔ کاش ہی رہ جاتا ہے۔۔۔۔۔۔

روحی آپ کو اس طرح بی ہیو نہیں کرنا چاہیے تھا آپکی ماما ہرٹ ہوئی ہیں۔۔۔

حسن نے رحاب کو بیڈ پر بٹھا کر سمجھاتے ہوئے کہا۔۔۔

بابا۔۔۔ شی از جسٹ یور وائف ناٹ مائے مام۔۔۔ سوڈونٹ کال ہر مائے مام۔۔۔

روحی۔۔۔۔

حسن نیازی نے تاسف سے اپنی لاڈلی بیٹی کو دیکھا۔۔۔۔

بابا مجھے ریڈی ہونا ہے یونی کے لئے۔۔۔

رحاب نے بیڈ سے اٹھتے ہوئے کہا۔۔۔

حسن نے غور سے اپنی بیٹی کو دیکھا۔۔۔۔

دودھیا رنگت، کالی آنکھیں، باریک گلابی لب، تیکھے نین نقش، کال بال جن کو پونی میں قید کیا ہوا تھا، اور ویسٹرن ڈریس پہنے وہ حسن کا مکمل پیکر تھی لیکن تہذیب سے شاید دور دور تک واقف نہیں تھی۔۔۔

اوکے۔۔۔

حسن یہ بول کر باہر چلے گئے۔۔۔ جانتے تھے کہ ان کے بے جا لاڈ پیار اور ضد نے اس کو بگاڑ دیا ہے

\-----------------------

تو چل میں گاڑی پارک کر کے آتا ہوں۔۔۔

عرزم نے زیام کو یونیورسٹی گیٹ پر اتار کر کہا۔۔۔

زیام ابھی دو قدم ہی چلا تھا جب آگے سے کسی سے بری طرح ٹکرایا۔۔۔

اس سے پہلے وہ سمجھتا کہ کس سے ٹکرایا ہے سامنے نے والے نے اس کے دائیں گال پر تھپڑ رسید کر دیا۔۔۔

تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھے یعنی رحاب حسن کو ٹچ کرنے کی؟؟؟؟

وہ یقینا بولی نہیں غصے کی زیادتی سے چیخی تھی۔۔۔۔ جبکہ زیام اس کے عمل پر ہقہ بقہ رہ گیا تھا۔۔۔۔

دیکھیں۔۔۔ مس۔۔ میں نے جان بوجھ کر نہیں کیا۔۔۔ لیکن میں پھر بھی آپ سے معذرت کرتا ہوں۔۔۔

زیام نے بمشکل خود کو کمپوز کیا اور جلدی سے معذرت کی کیونکہ وہ جانتا تھا عزم اگر یہاں ہوتا تو اس لڑکی کا حشر ہو چکا ہوتا۔۔۔۔

بلڈی مڈل کلاس۔۔۔

رحاب نے ایک تنفر بھری نظر اس پر ڈالی اور اندر کی جانب بڑھ گئی۔۔۔

جبکہ زیام نے آنکھیں بند کر کے اپنے آنسوئوں پر بند باندھا تھا۔۔۔

تو ابھی تک یہاں کھڑا ہے۔۔۔

عزم نے زیام کو دیکھ کر پوچھا۔۔۔

ہاں تیرے بغیر اندر جانے کا دل ہی نہیں کیا۔۔۔

زیام نے مسکرا کر جواب دیا۔۔۔ لیکن عزم کو اس کی مسکراہٹ میں موجود مصنوعی پن صاف نظر آگیا تھا۔۔۔

تم اکیلے نہیں ہو۔۔۔ اللہ کے بعد تم اس دنیا مجھے ہمیشہ اپنے ساتھ محسوس کرو گے۔۔۔

عزم مسکرا کر بولا۔۔۔ تو زیام اسے دیکھ کر رہ گیا۔۔۔ وہ حیران نہیں ہوا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ عزم حیدر اس کے ہر لمحے پر نظر رکھتا تھا بس اب وہ اس لڑکی کے خیریت کے لئے دعا مانگ رہا تھا۔۔۔ جس نے اسے تھپڑ مارنے کی غلطی نہیں بلکہ عزم کی نظر میں گناہ کیا تھا۔۔۔

عزم زیام کو لے کر سیدھے کلاس روم کی طرف گیا۔۔ دو دن پہلے ہی وہ یونیورسٹی آکر اپنے ڈیپارٹمنٹ اور سبجیکٹ کے متعلق ساری انفارمیشن اکھٹی کر کے گیا تھا۔۔ عزم زیام کا ہاتھ پکڑے اسے کلاس کی طرف لے گیا ۔۔۔ کلاس میں داخل ہوتے ہی وہ فرسٹ رو کے سیکنڈ کالم میں موجود کرسی پر بیٹھ گیا اور اپنے دائیں طرف ہی زیام کو بٹھا دیا۔۔۔

اس سے پہلے کہ عزم اس سے گیٹ پر ہونے والے واقعہ کے بارے میں پوچھتا ایک نسوانی آواز نے ان دونوں کو اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔۔

ایکسکیوزمی۔۔۔ مسٹر یہ میری سیٹ ہے۔۔ سو گیٹ اپ۔۔۔

دونوں نے گردن موڑ کر پیچھے دیکھا تھا۔۔

رحاب حسن کو سامنے دیکھ کر

جہاں عزم کے چہرے پر غصے کی سرخی آئی تھی وہیں زیام کا رنگ ایک پل میں فق ہوا تھا۔۔ کیونکہ وہ اس لڑکی کے بچنے کی دعا شدت سے کر رہا تھا۔۔۔

کیا دونوں سیٹس آپ کی ہیں ؟؟؟

عزم نے حتی المقدور اپنے لہجے کو نارمل رکھا۔۔۔ کیونکہ وہ پہلے ہی دن کوئی سیکنڈل نہیں چاہتا تھا۔۔ لیکن شاید مقابل اس کے ضبط کا مزید امتحان لینا چاہتی تھی اس لئے بولی۔۔۔

ہاں دونوں سیٹیس میری ہیں۔۔

خلاف توقع عزم خاموشی سے اٹھا تو زیام بھی اس کی تقلید میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔۔۔

عرزم بنا کچھ کہے لاسٹ رو میں جا کر بیٹھ گیا تو زیام نے ایک نظر اسے دیکھا جو مارے ضبط کے اپنی آنکھیں بند کر گیا تھا۔۔۔۔۔

عرزی۔۔۔(عرزم)۔۔۔یار چھوڑ۔۔۔

زیمی کیا اسی لڑکی نے صبح تم پر ہاتھ اٹھایا تھا؟؟؟؟

عرزم نے سخت مگر دھیمی آواز میں اس کی بات درمیان میں کاٹ کر پوچھا۔۔۔

یار عرزی وہ میری ہی غلط۔۔۔

ہاں یا نہ؟؟؟

عرزم نے دوبارہ اسی لہجے میں پوچھا۔۔۔

ہاں۔۔۔۔ لیکن تم اسے کچھ نہیں کہو گے۔۔۔۔۔

زیام جلدی سے بولا۔۔۔

کیونکہ وہ جانتا تھا عرزم اس کے معاملے میں بہت پوزیسیو ہے۔۔۔

اور تمہیں لگتا ہے تم پر ہاتھ اٹھانے والوں کا ہاتھ سلامت رہے گا۔۔۔۔

عرزم نے سرخ آنکھوں سے زیام کو گھورا۔۔۔

یار جانے دے نا۔۔۔ ویسے بھی میں تو بھول بھی گیا ہوں۔۔۔

زیمی تم بھول سکتے ہو میں نہیں۔۔ اس نے غلطی کی ہے اسے سزا بھی ملے گی۔۔۔ اور ویسے بھی تم اچھے سے جانتے ہو میں اپنا قتل بھی معاف کر سکتا ہوں لیکن تم پر اٹھنے والی ہر انگلی کو سرے سے ہی کاٹ دوں گا۔۔۔

عرزم نے جتنے آرام سے یہ بات کی تھی زیام اتنے آرام سے سن نہیں سکا۔۔

میں تمہیں بول رہا ہوں اگر تو نے کچھ بھی کیا تو میں تم سے ناراض ہو جاؤں گا۔۔

اچھا میرے باپ نہیں کرتا کچھ۔۔خوش۔۔۔

عرزم ایک دم اپنے لہجے کو نارمل کرتے ہوئے بولا۔۔۔

ہاں بہت زیادہ۔۔۔۔

زیام علوی تم دنیا کے واحد شخص ہو جو میرے لئے انمول ہو۔۔۔۔

جانتا ہوں کوئی نیا ڈائلاگ سیکھ کر آئو۔۔۔

زیام نے فخریہ انداز میں کہا۔۔۔

ویسے انمول کا مطلب کیا ہے؟؟؟؟زیام مسکراہٹ دبا کر بولا تو عرزم نے اسے گھورا۔۔۔

اس سے پہلے عرزم کوئی جواب دیتا کلاس میں داخل ہونے والی شخصیت کو دیکھ کر اس کا موڈ اچھا خاصہ آف ہو گیا تھا جبکہ زیام کا چہرہ ایک پل میں سپاٹ ہوا تھا۔۔۔۔

گڈ مارننگ سر۔۔۔۔

مارننگ۔۔۔۔

ہاں تو کلاس۔۔۔آج چونکہ آپ کا پہلا دن ہے اس لئے آج صرف سب کا انٹروڈکشن ہو گا۔۔۔۔فرسٹلی آئی انٹروڈیوسڈ مائے سیلف۔۔۔۔

میرا نام ڈاکٹر شاویز علوی ہے۔۔۔میری ایجوکیشن میں، پی ایچ ڈی کی ڈگری سر فہرست ہے۔۔۔میں پچھلے پانچ سالوں سے اس یونیورسٹی میں پڑھا رہا ہوں۔۔۔۔اور میرا فیورٹ سبجیکٹ اسلامک اکنامکس ہے۔۔۔لیکن میں آپ کو مائیکرو اکنامکس پڑھائوں گا۔۔امید کرتا ہوں آپ لوگ میرے ساتھ پڑھائی کو انجوائے کریں گے۔۔۔۔

اب آپ لوگ اپنا اپنا تعارف کروائیں۔۔۔

مائے نیم از رحاب حسن۔۔ آئی گاٹ سیکنڈ پوزیشن ان آئی سی ایس فرام گوجرانوالہ بورڈ۔۔

رحاب نے مسکراتے ہوئے اپنا تعارف کروایا تو شاویز علوی نے ستائشی انداز میں اسے دیکھا اور سراہا۔۔

گڈ۔۔

سب نے باری باری کلاس میں اپنا تعارف کروایا۔۔ جیسے ہی عرزم کی باری آئی وہ اٹھا اور بولا۔۔۔

میرا نام عرزم حیدر ہے۔۔ اور میں نے ایف اے پنجاب کالج سے سیکنڈ ڈویژن میں پاس کیا ہے۔۔

شاویز علوی نے بنا کوئی تاثر کے سر ہلا کر نیکسٹ کہا تھا۔۔

میرا نام زیام علوی ہے اور میں نے ایف اے پنجاب کالج سے سیکنڈ ڈویژن میں پاس کیا ہے۔۔۔۔

شاویز علوی نے ایک نظر اس کی آنکھوں میں دیکھا تھا اور پھر کلاس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔۔۔

اکنامکس کے بارے میں تھوڑا سا بتا کر وہ کلاس سے چلے گئے تھے۔۔۔

جیسے ہی رحاب کلاس سے نکلی اس کا رخ سیدھا کینٹین کی طرف تھا۔۔۔ اس کے ساتھ اس کی ایک دوست نتاشا تھی۔۔ جو دو سال پہلے ہی اس کے سٹیٹس کی وجہ سے بنی تھی۔۔۔

وہ دونوں باتیں کرتی جا رہی تھیں۔۔ جب رحاب کے پاؤں کے نیچے ایک ٹوٹی ہوئی شیشے کی بوتل آئی جس کے باعث اس کا بیلنس بگڑا اس سے پہلے وہ گرتی اس نے خود کو بچانے کے لئے دیکھے بغیر ایک فٹ کی دوری پر موجود کھلی ہوئی کھڑکی کا سہارا لیا تھا۔۔ جیسے ہی اس نے کھڑکی کو پکڑا اس کو اپنا ہاتھ کسی تیز دار آلے سے چیرتا ہوا محسوس ہوا۔۔

نتاشا جو اس سے دو قدم آگے تھی

اس کا خون سے رنگا ہوا ہاتھ دیکھ کر مڑی اور حواس باختہ ہو گئی۔۔۔۔

رحاب نے درد کو ضبط کرنے کے لئے لب بھینچ لئے تھے۔۔۔

اووو۔۔۔مائے گاڈ۔۔۔روحی یہ کیا ہوا ہے؟؟؟

آئی ڈونٹ نو۔۔۔۔

رحاب کی تکلیف اس کے چہرے سے ظاہر ہو رہی تھی۔۔۔نتاشا نے بنا تاخیر کئے اس کا بازو تھاما اور بولی۔۔۔۔

ہمیں فرسٹ ایڈ لینی ہے ابھی چلو میرے ساتھ۔۔۔۔

رحاب بنا چوں چرا کئے اس کے ساتھ چل دی۔۔۔اسے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی مسلسل اسے دیکھ رہا ہے اس نے مڑ کر دیکھا تو کوئی نہیں تھا۔۔۔۔شاید میرا وہم ہو۔۔۔۔

رحاب نے سوچا۔۔۔

میں کب سے تمہارا کینٹین میں انتظار کر رہا ہوں اور تم یہاں کھڑے ہو۔۔۔۔

زیام نے عرزم کو دیکھ کر گھورا تھا۔۔۔۔

عرزم جو کوریڈور میں کھڑا تھا ایک دم مڑا۔۔۔

کچھ کام ادھورہ رہ گیا تھا وہ ابھی پورا کیا۔۔۔تم جانتے تو ہو اپنا کام مکمل کئے بغیر مجھے کھانا ہضم نہیں ہوتا۔۔۔۔

عرزم نے مسکرا کر کہا تو زیام نے اسے ناسمجھی سے دیکھا۔۔۔۔

میں سمجھا نہیں۔ تم کونسی فلاسفی جھاڑ رہے ہو۔۔۔

یار بندہ اکنامکس پڑھنے کے بعد فلاسفی جھاڑنے کے قابل ہی کہاں رہتا ہے؟؟؟

عرزم نے مصنوعی دکھ سے کہا۔۔ جبکہ زیام نے اس کی بے تکی بات پر اسے گھورا۔۔

یار ڈراتو نا۔۔۔ تجھے پتہ تو ہے میرا چھوٹا سا ننھا سا پیارا سا دل ایویں ڈر جاتا ہے۔۔

کسی دن واقعی میں تجھے ایسا ڈرائوں گا کہ تو واقعی ڈر کا مطلب سمجھ جائے گا۔۔۔

زیام نے دانت پیس کر کہا۔۔۔

آئی ایم آنرڈ۔۔۔۔

۔(یہ میرے لیے اعزاز ہو گا)

عرزم کی غیر سنجیدگی پر زیام نے بے ساختہ نفی میں گردن ہلائی۔۔۔۔

گدھے کبھی بھی نہیں سدھرتے۔۔

زیام بڑبڑایا۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

رحاب جیسے ہی اپنے گھر کے لائونج میں داخل ہوئی سامنے اجالا بیگم پر نظر پڑتے ہی اس نے بے ساختہ لب بھینچے تھے۔۔ وہ سیدھا اپنے کمرے کی طرف جانا چاہتی تھی لیکن اجالا بیگم کی آواز نے اس کے قدموں میں زنجیر ڈال دی تھی۔۔۔

روحی سلام کرنا بھول گئی ہو؟؟؟ یا اپنی ماں کو سلام کرنے سے تمہاری شان میں کمی آجائے گی۔۔۔

اجالا بیگم نے طنزیہ لہجے میں کہا۔۔

آپ میری ماں نہیں ہیں۔۔۔

رحاب ایک دم غصے سے مڑی تھی۔۔

تمہارے جھٹلانے سے حقیقت بدل نہیں جائے گی۔۔۔اور ویسے بھی۔۔۔

اووومائے گاڈ یہ تمہارے ہاتھ پر چوٹ کیسے آئی؟؟؟؟؟

اجالا نے اس کے سرخ چہرے کو دیکھا لیکن جیسے ہی ان کی نظر اس کے ہاتھ پر بندھی پٹی کو پڑی وہ حقیقتا پریشان ہوئی تھیں۔۔۔۔

ہاہاہاہاہا۔۔۔۔۔سریسلی۔۔۔آپ پریشان ہیں۔۔۔۔۔جوک آف داڈے۔۔۔مسز اجالا حسن نیازی میرے لئے پریشان ہیں۔۔۔

رحاب نے ہنستے ہوئے اجالا بیگم کی پریشانی کا جیسے مذاق اڑایا تھا۔۔۔

روحی پلیز۔۔۔۔یہ چوٹ کیسے آئی؟ پین کلر لی کیا؟اور زخم زیادہ گہرہ تو نہیں؟

سٹاپ اٹ پلیز۔۔۔۔۔اپنی ایکٹنگ بند کریں۔۔۔کس چوٹ کی بات کر رہی ہیں آپ؟اس چوٹ کی جو میرے ہاتھ پر لگی یا اس چوٹ کی جو میرے دل پر لگی ہے۔۔۔۔آپ جانتی ہیں۔۔۔چوٹ کی گہرائی چاہے جتنی بھی ہو درد مسلسل نہیں ہوتا ہے۔لیکن جب یہی درد شدت اختیار کرتا ہے نا مسز اجالا حسن نیازی تو وہی زخم آپکو ناسور لگنے لگتا ہے۔۔۔۔

رحاب نم آنکھوں سے اتنا بول کر اپنے کمرے میں چلی گئی تھی جبکہ اجالا بیگم نے اپنے آنسوئوں پر بند باندھنے کی ناکام کوشش کی تھی۔۔۔

فقط ایک غلطی کی اتنی بڑی سزا مت دو مجھے روحی۔۔۔۔تمہاری ماں کا صبر وقت کے ساتھ ساتھ ختم ہو رہا ہے۔۔۔

اجالا بیگم نے اس کے کمرے کے بند دروازے کو دیکھ کر خود سے کہا۔۔۔ لیکن آنسوئوں نے ان کے صبر کا بھرم توڑ دیا تھا شاید۔۔۔ اس لئے تو آج پانچ سالوں بعد وہ اسی دن کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھیں۔۔۔۔

میں نے ڈنر لگا دیا ہے حیدر۔۔۔ آپ اب ٹی وی کی جان چھوڑ دیں اور کھانا کھا لیں۔۔۔۔۔

فائزہ نے مسکراتے ہوئے لائونج میں بیٹھے حیدر سے کہا جو ٹی وی پر کوئی نیوز چینل دیکھ رہے تھے۔۔۔ حیدر ان کی بات پر مسکرائے اور ٹی وی آف کر کے ڈائنگ ٹیبل پر آئے۔۔۔۔

جو حکم بیگم صاحبہ۔۔۔۔

حیدر نے تھوڑا سا جھک کر سینے پر ہاتھ باندھ کر شوخی سے کہا۔۔۔۔

حیدر کبھی کبھی مجھے واقعی نہیں لگتا کہ آپ ایک جوان بیٹے کے باپ ہیں۔۔۔۔۔

فائزہ نے مصنوعی خفگی سے شکایت کی۔۔۔۔

یہ تو مجھے بھی نہیں لگتا۔۔۔ کیونکہ آپکا بیٹا تو مجھے اپنا باپ ہی نہیں سمجھتا۔۔۔۔

حیدر حسن نے سنجیدگی سے فائزہ کو دیکھے بغیر کہا۔۔۔ فائزہ جو ان کے آگے پلیٹ رکھ رہی تھیں۔۔۔ ان کی سنجیدگی کو دیکھ کر چونکی۔۔۔ لیکن پھر خاموش ہی رہیں۔۔۔۔ حیدر نے بھی مزید کوئی بات کئے کھانا کھانا شروع کر دیا۔۔۔۔

ویسے کہاں ہیں آپ کے لاڈلے؟؟؟؟

حیدر نے کھانا کھاتے ہوئے فائزہ سے پوچھا۔۔۔

وہ سو گیا ہے۔۔۔۔

فائزہ نے نظریں چراتے ہوئے جواب دیا۔۔۔

سو گیا ہے یا باپ کو یہ جتانے کی کوشش کر رہا ہے کہ اسکا باپ دنیا کا سب سے ظالم انسان ہے۔۔

حیدر کیا ہو گیا ہے آپکو۔۔۔ وہ کیوں ایسا کچھ سمجھے گا یا جتلائے گا۔۔ اور یہ بار بار پلیز میرا بیٹا اسے کہنا بند کریں وہ ہمارا بیٹا ہے۔۔۔

فائزہ بیگم نے اس بار کچھ ناراضگی سے حیدر کو دیکھ کر جواب دیا۔۔۔

میرا بیٹا کہلوانے کے قابل تو بنے۔۔۔

حیدر منہ میں بڑبڑائے۔۔۔ لیکن ان کی بڑبڑاہٹ اتنی اونچی ضرور تھی کہ ان سے دو قدم سے فاصلے پر کھڑے عرزم نے صاف صاف سنی تھی۔۔

قسم سے ڈیڈ مجھے ایسی کوئی خواہش نہیں ہے کہ آپ مجھے اپنا بیٹا سمجھیں۔۔۔ اور رہی قابل بننے کی بات تو ایسی قابلیت سے میں بچا جس میں انسان انسانیت کے درجے سے گر جائے۔۔۔

عرزم نے اپنی جگہ پر بیٹھتے ہوئے نارمل انداز میں کہا۔۔

بی ہیو یور سیلف عرزم۔۔۔ کیا تم بھول گئے ہو کہ تم اس وقت اپنے باپ سے بات کر رہے ہو؟؟؟

حیدر کے سخت تاثرات دیکھ کر فائزہ بیگم نے عرزم کو ڈانٹا۔۔۔

نہیں مام۔۔۔ میں نہیں بھولا۔۔۔ البتہ ڈیڈ بھول گئے ہیں کہ ان کا کوئی بیٹا بھی ہے۔۔

عرزم۔۔۔۔۔

فائزہ نے تنبیہی انداز میں اسے ٹوکا۔۔

ہاں میں واقعی بھول گیا ہوں کہ تم میرے بیٹے ہو۔۔۔ کیونکہ میرے بیٹے کے دوست کم از کم۔۔۔۔

بس ڈیڈ زیمی کے خلاف آپ ایسا کوئی لفظ استعمال مت کیجیے گا جس کے بعد میں یہ بھول جائوں کے آپ میرے باپ ہیں۔۔۔

عزم نے غصے سے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے حیدر حسن کی بات کاٹی تھی۔۔۔ کیونکہ وہ جانتا تھا جو لفظ وہ زیام کے لئے استعمال کریں گے وہ عزم حیدر کے لیے صبر کی آخری حد ہو گی۔۔۔۔

کاش کہ میں بے اولاد ہی ہوتا کم از کم تم جیسی نافرمان اور بدتمیز اولاد کے دکھ کو تو نا جھیلنا پڑتا۔۔۔

حیدر خدا کے لئے بس کر دیں۔۔۔

فائزہ بیگم نے نم آنکھوں سے انہیں ٹوکا تھا اور ساتھ ہی عزم کو دیکھ کر اسے جانے کے لئے کہا تھا۔۔

عزم تم اپنے کمرے میں جائو۔۔۔

عزم اپنی ماں کے آنسو دیکھ کر لب بھینچ گیا تھا اور بنا کچھ کہے اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔۔۔

میں ہمیشہ سوچتی تھی کہ مجھ سے زیادہ محبت اگر اس دنیا میں کوئی عزم کو کرتا ہے تو وہ آپ ہیں حیدر۔۔ لیکن آج مجھے لگ رہا ہے کہ میں غلط تھی۔۔ آپ نے فقط اپنے آپ سے محبت کی ہے۔۔ اس معاشرے میں اپنے رتبے کو قائم رکھنے کے لئے آپ نا صرف خود کو بلکہ عزم کو بھی اذیت دے رہے ہیں۔۔ اور آپ دونوں کو اس حال میں دیکھ کر میری برداشت ختم ہو رہی ہے۔۔۔ خدا کے لئے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں۔۔۔

فائزہ یہ بول کر وہاں سے چلی گئیں تھیں جبکہ حیدر حسن اپنی جگہ سے ہل نہیں سکے تھے۔۔۔

زیمی بیٹا۔۔۔ آ جائو کھانا کھا لو۔۔۔

ایک پچپن سالہ خاتون نے زیام سے کہا جو کمرے میں موجود رائٹنگ ٹیبل پر کچھ لکھنے میں مصروف تھا۔۔

دائی ماں بھوک نہیں ہے۔۔۔

زیمی بیٹا۔۔۔ آج میں نے تمہارے من پسند دال چاول اور ساتھ رائتہ بنایا ہے۔۔۔اب بھی نہیں کھائو گے۔۔۔

ہاہاہاہاہا۔۔۔ دائی ماں مجھے واقعی بھوک نہیں ہے۔۔۔ آپ کھالیں۔۔۔۔

زیام نے قہقہ لگا کر دائی ماں کو جواب دیا۔۔۔ لیکن اس قہقے میں موجود درد دائی ماں سے پوشیدہ نہیں تھا۔۔۔۔

کیا ہوا؟؟؟ کسی نے کچھ کہا ہے کیا؟؟؟

دائی ماں ایک بات پوچھوں؟؟؟

زیام نے جواب دینے کی بجائے عجیب لہجے میں اجازت مانگی۔۔۔

ہاں پوچھو۔۔۔۔ اور ویسے بھی ایسی کونسی بات ہے جس کو جاننے کے لئے تمہیں میری اجازت درکار ہے۔۔۔

دائی ماں زندگی اتنے امتحان کیوں لیتی ہے؟ میں جب بھی کوشش کرتا ہوں آگے بڑھنے کی مجھے یہ معاشرہ پیچھے دھکیل دیتا ہے۔۔۔ جب جب میں نے زندگی کے امتحانات میں پاس ہونے کے لئے محنت کی ہے مجھے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا ہے۔۔۔

زیمی بیٹا ہوا کیا ہے؟ تم آج اتنی افسردہ باتیں کیوں کر رہے ہو؟ کل تو تم خوش تھے آج کیا ہوا؟ عرزی کے ساتھ لڑائی ہوئی ہے کیا؟؟؟

نہیں دائی ماں ایسا کچھ نہیں ہے۔۔۔ آج یونیورسٹی میں شاویز۔۔۔

اس سے پہلے زیام اپنی بات مکمل کرتا کمرے کے دروازے پر کسی نے دستک دی۔۔۔۔

زیام نے جیسے ہی دروازہ کھولا سامنے ہی گھر کے ملازم کو دیکھ کر اذیت سے مسکرایا تھا۔۔۔۔

صاحب وہ آپکو بڑے صاحب بلا رہے ہیں۔۔۔۔

تم چلو میں آتا ہوں۔۔۔

زیام نے ملازم سے کہا اور پھر دائی ماں کی طرف مڑا۔۔۔

دائی ماں آپ سو جائیں۔۔۔ میں آتا ہوں۔۔۔۔

یہ بول کر وہ انیکسی سے نکلا اور گھر کے لان سے ہوتا ہوا لائونج میں داخل ہوا۔۔۔ وہ جانتا تھا آج بھی بنا قصور کے وہ سزاوار ہو گا۔۔۔ کیونکہ یہ بلاوے اس کے لئے کبھی بھی سکون کا باعث نہیں رہے تھے۔۔۔۔

جیسے ہی وہ لائونج میں داخل ہوا سامنے ہی سب گھر والوں کو دیکھ کر وہ مسکرایا۔۔۔

آپ نے بلایا۔۔۔۔

وہ بلا تمہید جہانگیر علوی سے مخاطب ہوا۔۔۔ جو سامنے ہی صوفے پر بڑی شان سے بیٹھے تھے۔۔۔۔

تم نے شاویز کی یونیورسٹی میں داخلہ کیوں لیا؟؟؟

جہانگیر علوی نے زیام کی طرف دیکھ کر پوچھا۔۔۔۔

زیام نے ایک نظر دوسرے صوفے پر موجود شاویز کو دیکھا۔۔۔ جو سر جھکائے بیٹھا تھا۔۔۔۔

مجھے نہیں پتہ تھا کہ عزم نے میرا ایڈمیشن وہاں کروایا ہے۔۔۔ اگر پتہ ہوتا تو میں یقینا آپ کی نام نہاد عزت پر کوئی حرف نہیں آنے دیتا۔۔۔۔

زیام نے اطمینان سے جواب دیا۔۔۔۔

مجھے نہیں معلوم کہ تمہارا ایڈمیشن کس نے کروایا یا کس نے نہیں میں بس اتنا جانتا ہوں کہ تم کل سے شاویز کی یونیورسٹی نہیں جائو گے۔۔۔۔

جہانگیر علوی نے غصے سے زیام کو دیکھ کر کہا۔۔۔۔

اور ایسا میں کیوں کروں گا؟؟؟؟

زیام نے سکون سے پوچھا۔۔۔اس کا اطمینان جہانگیر علوی کو زہر لگ رہا تھا۔۔۔

کیونکہ میں کہہ رہا ہوں اس لئے۔۔۔۔

معذرت سر۔۔۔لیکن میں ایسا کچھ نہیں کروں گا۔۔۔۔

تم جانتے ہو تم کیا کہہ رہے ہو۔۔۔تم مجھے یعنی اپنے باپ کو منع کر رہے ہو۔۔۔۔۔؟؟؟؟

جہانگیر علوی نے سرخ آنکھوں سے زیام کو گھور کر پوچھا۔۔۔

نہیں۔۔۔اگر یہ حکم میرے باپ کا ہوتا تو میں یقیناً مان جاتا لیکن یہ حکم شاویز علوی کے باپ اور جسٹس جہانگیر علوی کا ہے اس لئے میں کسی صورت نہیں مان سکتا۔۔۔

زیام یہ بول کر وہاں سے جانے لگا جب نائلہ کی آواز نے اس کے قدم روک دیئے۔۔۔۔

زیام علوی یہ مت بھولو کہ یہ جو تمہاری پہچان ہے نا یہ تمہارے باپ کی ہی دین ہے۔۔۔۔اس لئے اپنی اوقات مت بھولو۔۔۔۔

زیام نے نم آنکھوں سے مڑ کر اپنی ماں کو دیکھا تھا۔۔۔۔

ٹھیک کہا آپ نے یہ سب کچھ میرے باپ کی ہی دین ہے۔۔۔میں کون ہوتا ہوں انکار کرنے والا۔۔۔۔میں اپنی اوقات نہیں بھولا ممی لیکن شاید آپ بھول گئیں ہیں کہ میں بھی آپکا ہی بیٹا ہوں۔۔۔۔

زیام۔۔۔۔۔

جہانگیر علوی نے سپاٹ چہرے سے زیام کو پکارا تھا۔۔۔ان کی پکار میں موجود تنبیہ کو زیام باخوبی سمجھ گیا تھا۔۔۔۔

زیام نے نم آنکھوں سے جہانگیر علوی کو دیکھا تھا۔۔۔ کیا کچھ نا تھا ان آنکھوں میں۔۔۔بے بسی، دکھ تکلیف، اور ان لفظوں کی اذیت جو نائلہ کی زبان سے کسی نشتر کی طرح اس کی روح میں پیوست ہوئے تھے۔۔۔۔ جہانگیر علوی نظریں چرا گئے تھے۔۔۔ زیام مڑ کر تیز تیز قدموں سے وہاں سے نکل گیا تھا۔۔۔

زیمی۔۔۔ کیا کہہ رہے تھے جہانگیر صاحب۔۔۔

جیسے ہی زیام انیکسی میں داخل ہوا دائی ماں نے تشویش زدہ انداز میں پوچھا۔۔۔

زیام زخمی سا مسکرایا۔۔۔ اور بولا۔۔۔

دائی ماں۔۔۔ کیا کہہ سکتے ہیں وہ مجھے۔۔۔ ؟؟؟ مجھ سے بات کرنے کے لئے ان کو شاید اپنے معیار سے بہت نیچے آنا پڑتا ہے۔۔۔۔

کیا نائلہ میڈم نے کچھ کہا؟؟؟

الفاظ زخمی نہیں کرتے دائی ماں۔۔۔ لہجے کا وار انسان کی روح کو چھلنی کرتا ہے۔۔۔ اگر مجھ سے کوئی یہ پوچھے نا کہ اس دنیا میں کیا چیز حاصل کرنا چاہتے ہو۔۔۔ تو آپ جانتی ہیں کہ میرا جواب کیا ہو گا؟؟؟

زیام نے دائی ماں کو دیکھا۔۔۔ دائی ماں کو وہ ہوش و حواس میں نہیں لگ رہا تھا۔۔۔

ماما کی محبت چاہیے مجھے۔۔۔ دائی ماں۔۔۔ مجھے ان کی محبت چاہیے۔۔۔

زیام بولتے بولتے اپنا ضبط کھو گیا تھا۔۔۔ دائی ماں نے آگے بڑھ کر اسے سینے سے لگایا تھا۔۔۔ وہ جانتی تھیں چاہے کچھ بھی ہو جائے زیام انہیں کچھ نہیں بتائے گا۔۔۔ وہ اکیلا سب سہہ جائے گا۔۔۔ لیکن یہ برداشت کب تک اسے کے ساتھ رہے گی۔۔۔ دائی ماں کی سوچ یہاں ختم ہو جاتی تھی۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

دس منٹ میں ریڈی ہو جائو میں تمہیں پک کرنے آرہا ہوں۔۔۔۔

زیام نے جیسے ہی عرزم کی کال ریسیو کی۔۔۔ عرزم کی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔۔۔۔

لیکن اس عنایت کی وجہ؟؟ اور ویسے بھی ابھی مجھے ریڈی ہونے میں کم از کم آدھا گھنٹہ تو لگے گا۔۔

زیام علوی آپ شاید بھول رہے ہیں کہ اس وقت آپ کس سے مخاطب ہیں۔۔۔۔۔

عرزم دانت پیس کر بولا۔۔۔

نہیں بالکل نہیں۔۔۔ میں نہیں بھولا کہ اس وقت میں دنیا کے سب سے نکمے اور کمینے آدمی سے مخاطب ہوں۔۔۔۔

زیمی۔۔۔ تو نے بریک فاسٹ میں کیا آج کوے کا آملیٹ کھایا ہے جو اتنا بول رہا ہے۔۔۔۔

عرزم نے ڈرائیو کرتے ہوئے پوچھا۔۔۔

ہاں کھایا ہے اور تیرے لئے اسی کوے کے پائے بنائیں ہیں۔۔۔ آجائو اور آکر کھالو۔۔۔۔۔

زیام نے یہ بول کر کال ڈراپ کر دی اور دائی ماں سے مخاطب ہوا۔۔۔۔

آپ جانتی ہیں کہ وہ ہر چیز کو سر پر سوار کر لیتا ہے تو پھر آپ نے کیوں اسے کچھ بھی بتایا۔۔۔۔

میں نے کب بتایا۔۔۔ اور ویسے بھی تم نے مجھے کچھ نہیں بتایا تھا تو میں نے سوچا کہ عرزم کو بول دیتی ہوں تم سے خود پوچھ لے۔۔۔۔ کیونکہ اس سے تم واقعی کچھ نہیں چھپا سکتے۔۔۔۔

دائی ماں۔۔۔۔

زیام نے احتجاج انہیں پکارا۔۔۔

کیا دائی ماں۔۔۔ تم جانتے ہو کہ تمہارے چہرے پر مسکراہٹ صرف وہی لا سکتا ہے۔۔ اور تمہاری مسکراہٹ دیکھ کر مجھے سکون مل جائے گا۔۔۔۔

دائی ماں نے زیام کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے کہا۔۔۔۔

یہ کیا دائی ماں۔۔۔ صرف زیمی پر ہی محبت لوٹائیں گی۔۔۔ میں بھی تو آپ کا بیٹا ہوں۔۔۔

عرزم جو ابھی انیکسی میں داخل ہوا تھا۔۔ دائی ماں اور زیام کی باتیں سن کر مصنوعی خفگی سے بولا۔۔۔

دائی ماں نے اس کی پیشانی پر بھی بوسہ دیا اور محبت بھرے لہجے میں بولیں۔۔۔

میرا بچہ۔۔۔۔ تم دونوں مجھے بہت عزیز ہو۔۔۔ تم بیٹھو میں ناشتہ لے کر آتی ہوں۔۔۔

دائی ماں یہ بول کر وہاں سے چلی گئیں جبکہ عرزم ٹیبل کے گرد موجود دوسری کرسی پر بیٹھ گیا۔۔۔

کیا ہوا تھا کل رات کو؟؟؟

عرزم نے بنا تمہید کے زیام کی طرف دیکھ کر سنجیدگی سے پوچھا۔۔۔

کچھ نہیں ہوا۔۔۔ بس دائی ماں کو ہر بات پر ٹینشن لینے کی عادت ہے اور کچھ نہیں۔۔۔

زیام نے مسکرا کر جواب دیا۔۔۔

تم جانتے ہو زیمی میں جھوٹ کو صرف تب ہی برداشت کرتا ہوں جب مجھے پتہ ہوتا ہے کہ تمہارا اس سے کوئی نقصان نہیں ہو گا۔۔۔ لیکن جب مجھے ایک فیصد
بھی معلوم ہو جائے کہ اسی جھوٹ سے تم نے کتنے آنسو بہائے ہیں تو میں اپنی برداشت کھو دیتا ہوں۔۔۔ اور جہاں عرزم حیدر کی برداشت ختم ہوئی ہے وہیں اس کا انتقام شروع ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔

اب بولو۔۔۔ میں اپنے طریقے سے معلوم کروں یا تم مجھے بتا رہے ہو کہ کل رات کیا ہوا؟؟؟؟

عرزم مجھے تمہارے جنون سے ڈر لگتا ہے۔۔۔ تمہیں کم از کم میرے معاملے میں اتنا پوزیسیو نہیں ہونا چاہیے ۔۔۔لوگ تمہیں سائیکو سمجھنا شروع کر دیں گے۔۔۔۔

مجھے یہ مت بتائو کہ مجھے کیا کرنا چاہیے یا کیا نہیں کرنا چاہیے۔۔۔لوگ کیا کہتے ہیں اس چیز کی پرواہ کم از کم میں تو نہیں کرتا۔۔۔اب سیدھے طریقے سے سب بتائو گے یا میں تمہارے باپ کا ناشتہ ہضم کروا کر آئوں۔۔۔۔

عرزم کی آخری بات میں چھپی دھمکی کو زیام باخوبی سمجھ گیا تھا۔۔۔وہ جانتا تھا کہ اگر اس نے کچھ نا بتایا تو وہ جہانگیر علوی کے پاس پہنچ جائے گا۔۔۔

تم سے بڑا بلیک میلر میں نے آج تک نہیں دیکھا۔۔۔

زیام دانت پیس کر بولا۔۔۔اور پھر آہستہ آہستہ زیام نے سب کچھ اسے بتا دیا۔۔۔

شاویز بھائی کی کلاس کا ٹائم کیا ہے؟؟؟

عرزم نے ساری بات سن کر اس سے پوچھا۔۔۔

زیام نے نا سمجھی سے عرزم کو دیکھا۔۔۔۔

کیوں؟؟؟؟؟

ویسے ہی یار۔۔۔اب تم ساری رات پریشان رہے ہو۔۔۔اتنا حق تو تمہارے بھائی کا بھی بنتا ہے کہ اسے تھوڑا سا پریشان کیا جائے۔۔۔۔

عرزم معصومیت طاری کرتے ہوئے بولا۔۔۔

تم ایسا ویسا کچھ نہیں کرو گے۔۔۔

زیام نے عرزم کو گھورا۔۔۔

میں یقیناایساویسا کچھ نہیں کروں گا بلکہ میں بہت کچھ کروں گا۔۔۔زیادہ سے زیادہ تمہارے شاویز بھائی کو اس یونیورسٹی سے ریزائن کرنا پڑے گا۔۔۔بس۔۔۔۔

عرزی۔۔۔۔یار جانے دے نابات کو۔۔۔کیوں بڑھا رہا ہے۔۔۔۔

زیام علوی صاحب۔۔۔۔رات آٹھ سے صبح سات بجے کے درمیان آپ نے جتنے آنسو بہائے ہیں۔۔۔ان کا حساب لئے بغیر میں تمہارے بھائی کو نہیں چھوڑنے والا۔۔۔۔یو نو آئی ایم سائیکو ان یور میٹر۔۔۔۔اینڈ نو موڑ ڈسکشن پلیز۔۔۔۔۔

عرزم زیام کو منہ کھولتے دیکھ کر سنجیدگی سے بولا۔۔۔۔

میں یونیورسٹی اکیلا جارہا ہوں۔۔۔۔

زیام ناراضگی سے ڈائنگ ٹیبل سے اٹھ کر بولا اور وہاں سے جانے لگا جب عرزم کی آواز نے اس کے قدم روک دیئے۔۔۔۔۔

میں جانتا ہوں تم اکیلے بھاڑ میں بھی جاسکتے ہو۔۔لیکن وہ کیا ہے نا میں تمہارے بغیر یہاں سے نہیں جارہا اور اگر تم اکیلے یونیورسٹی گئے تو دوسری صورت میں مجھے تمہارے گھر پر رہنا پڑے گا۔۔۔

دنیا میں پتہ نہیں کتنے گھٹیا بلیک میلر مرے ہوں گے جب تم پیدا ہوئے تھے۔۔۔۔

زیام نے اس کی بات میں چھپی دھمکی کو سمجھ کر دانت پیس کر کہا۔۔۔۔

آئی تھنک ایک ہزار تو مرے ہی ہوں گے۔۔۔۔۔

عرزم بھی اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا۔۔۔۔

تم بھائی کو کچھ نہیں کہو گے۔۔۔۔

اوکے یار کچھ نہیں کہتا تمہارے بھائی کو لیکن اگر اس نے پہل کی تو تم مجھے نہیں رکو گے۔۔۔

عزم نے اس کی ناراضگی کو دیکھ کر ہامی بھری۔۔۔

اوکے ٹھیک ہے۔۔۔

چلو لیٹ ہو رہے ہیں۔۔۔۔

زیام کی بات پر عزم نے صرف اتنا کہا۔۔۔۔

اور انیکسی سے باہر چلا گیا۔۔۔ جبکہ زیام بھی اس کی پیچھے مطمئن سا چل دیا۔۔ لیکن وہ واقعی نہیں جانتا تھا کہ اس کا اطمینان کتنی جلدی ختم ہونے والا ہے۔۔۔۔

میکرو اکنامکس کی کلاس تھی جو غالبا آج پروفیسر کے نا آنے کی وجہ سے فری تھی۔۔۔ عزم ایک کال سننے باہر گیا تھا اور زیام کلاس میں بیٹھا کچھ نوٹ کر رہا تھا جب اسے رحاب کی آواز سنائی دی جو غالبا نتاشا سے کچھ کہہ رہی تھی۔۔۔۔

یار نتاشا۔۔۔ تم جانتی ہو یہ چھوٹے موٹے زخم مجھے اس تکلیف کا احساس ہی نہیں ہونے دیتے جس کو میں برسوں سے جھیل رہی ہوں۔۔۔

رحاب کی آنکھوں میں موجود نمی زیام کو دور سے ہی محسوس ہو رہی تھی۔۔۔ زیام نہیں جانتا تھا کہ وہ کیوں رحاب کو سن رہا ہے لیکن اسے کچھ پل کے لئے واقعی اس کا درد اپنا درد محسوس ہو رہا تھا۔۔۔ کل والے واقعے کو بھلائے وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور رحاب سے دو قدم فاصلے پر رک کر نرم لہجے میں بولا۔۔۔۔

اللہ کبھی بھی آپ کو آپ کی برداشت سے زیادہ نہیں آزماتا۔۔اور اگر آزمائش کا وقت زیادہ ہو جائے تو سمجھ لیں کہ خدا اپنے بندے کو ہر وقت اپنے سامنے دیکھنا چاہتا ہے۔۔۔۔۔

رحاب نے پہلے تو نا سمجھی سے اسے دیکھا اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے مقابل کھڑے ہوتے ہوئے بولی۔۔۔۔

مسٹر ایکس۔۔وائے۔۔۔یا جو بھی نام ہے تمہارا۔۔۔میں نے تم سے کوئی مشورہ نہیں مانگا اس لئے براہ مہربانی اپنی سو کالڈ فلاسفی اپنے پاس رکھو۔تم جیسے ہی لڑکے ہوتے ہیں تو جو لڑکی دیکھی نہیں کہ آگئے ان کو پٹانے۔۔اور ویسے بھی اگر اتنا ہی شوق ہو رہا ہے لڑکی پٹانے کا تو اپنے لیول کی ڈھونڈو کیونکہ تمہاری ان اوچھی حرکتوں سے رحاب حسن واقعی امپریس نہیں ہونے والی۔۔۔۔۔

رحاب نے زیام کو حقارت سے دیکھتے ہوئے کہا۔۔۔

ڈونٹ کراس یور لمنٹ مس رحاب حسن۔۔۔۔۔ادر وائز آئی ایم ناٹ رسپونسیبل فار یور لاس۔۔۔

عزم جو کلاس میں ابھی داخل ہوا تھا۔۔رحاب کی بات سن کر بمشکل خود کو کنٹرول کرتے ہوئے بولا۔۔۔

زیام نے مڑ کر عزم کو دیکھا اور اپنا سر نفی میں ہلایا۔۔۔۔

ہو دا ہیل آر یو۔۔۔۔تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھ سے اس لہجے میں بات کرنے کی۔۔۔

رحاب نے تیز آواز میں بدتمیزی سے پوچھا۔۔۔۔

شکر کرو ابھی تک صرف بات کر رہا ہوں۔۔۔ورنہ۔۔۔۔۔

چھوڑ نا یار۔۔۔چل یہاں سے۔۔۔

زیام سب کلاس والوں کو وہاں اکھٹے ہوتے دیکھ کر جلدی سے آگے بڑھا اور عزم کو بازو سے پکڑ کر بولا۔۔۔۔۔۔

عرزم نے اسے گھورا اور اپنا بازو چھڑوا کر بولا۔۔۔

جسٹ سٹے آئوٹ آف مائے برادر۔۔۔۔

یہ بول کر وہ وہاں سے چلا گیا جبکہ زیام جلدی سے اس کے پیچھے بھاگا تھا۔۔۔ رحاب نے ایک نظر سب کلاس فیلوز کو دیکھا اور شرمندگی سے سر جھکا گئی لیکن جلد ہی اس کی شرمندگی ختم ہو کر غصے میں بدل گئی تھی۔۔۔

یو ول ویٹ فار مائے ریوینج مسٹر۔۔۔۔۔

رحاب نے دل میں سوچا اور کلاس سے واک آئوٹ کر گئی۔۔۔

عرزی۔۔۔ عرزی۔۔۔ یار بات تو سن۔۔۔

زیام تقریبا اس کے پیچھے بھاگ کر بول رہا تھا۔۔۔ عرزم جو تیز تیز چل رہا تھا ایک دم رکا اور زیام کی طرف مڑا۔۔۔ شدت ضبط سے اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔۔۔

بولو۔۔۔

عرزم نے سپاٹ چہرے سے کہا۔۔۔

کیا یار اتنا غصہ کیوں کر رہا ہے؟ اور ویسے بھی میری غلطی تھی مجھے ہی اس کے معاملے میں بولنا نہیں چاہیے تھا۔۔۔

زیام نرمی سے بولا۔۔۔۔۔۔

زیام علوی۔۔۔ تمہارے ساتھ اونچی آواز میں بات کرنے کا حق میں خود کو بھی نہیں دیتا تو پھر اس دو ٹکے کی لڑکی کی ہمت کیسے ہوئی سب کے سامنے تم سے بدتمیزی کرنے کی۔۔۔۔

عرزم نے حتی المقدور اپنے لہجے کو سخت ہونے سے روکا تھا۔۔۔

یار چھوڑنا۔۔ کیوں بات کو بڑھا رہا ہے اور اپنا خون جلا رہا ہے۔۔۔

میں۔۔۔ میں بات کو بڑھا رہا ہوں ؟؟؟

عزم نے بے یقینی سے اپنے سینے پر انگلی رکھ کر زیام سے پوچھا۔۔۔ زیام بے ساختہ نظریں چرا گیا۔۔۔

یو نو واٹ زیمی۔۔۔ تمہیں لگتا ہے کہ ہر غلطی کی معافی ہوتی ہے لیکن میرا نظریہ مختلف ہے۔۔۔ میں جب تک دوسرے انسان کو اس کی غلطی کی سزا نا دے لوں۔۔ بے سکون رہتا ہوں۔۔۔ اور تم یہ بات اچھے سے جانتے ہو۔۔ میں تمہارے معاملے میں ایسا ہی ہوں۔۔۔

عزم یہ بول کر وہاں سے چلا گیا جبکہ زیام نے اپنا سر نفی میں ہلایا۔۔۔

یا اللہ اس لڑکی کی حفاظت کرنا کیونکہ یہ عقل سے پیدل انسان اپنے غصے میں ہمیشہ کی طرح ہر حد پار کرنے کی کوشش کرے گا۔۔۔

زیام نے دل میں سوچا اور وہاں سے چلا گیا۔۔۔۔

رحاب بگڑے تیوروں کے ساتھ جیسے ہی گھر کے لائونج میں داخل ہوئی سامنے ہی صوفے پر موجود حاشر کو دیکھ کر ایک دم خوشی سے چیخی تھی۔۔۔

حاشر بھائی۔۔

اجالا بیگم اور حسن نیازی نے اس کی چہرے پر خوشی کے رنگ واضح دیکھے تھے۔۔۔ حاشر جلدی سے اٹھا تھا اور رحاب بھاگ کر حاشر کے گلے لگی تھی۔۔۔

حاشر بھائی آئی ایم ویری ہیپی ٹو سی یو۔۔۔

می آلسو میری جان۔۔۔

حاشر نے مسکرا کر کہا اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔۔۔

آپ نے مجھے کیوں نہیں بتایا کہ آپ پاکستان واپس آرہے ہیں؟ ابھی رات کو ہی تو ہماری بات ہوئی تھی لیکن آپ نے مجھے کچھ بھی نہیں بتایا تھا۔۔۔

رحاب نان سٹاپ بول رہی تھی اور خوشی اس کے چہرے اور لہجے دونوں سے واضح ہو رہی تھی۔۔۔

اگر بتا دیتا تو مجھے میری اکلوتی اور لاڈلی بہن کے چہرے پر جو خوشی نظر آرہی ہے وہ کیسے نظر آتی؟؟

حاشر اسے اپنے حصار میں لے کر حسن اور اجالا کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گیا۔۔۔

ویسے بھائی آپ یو ایس سے بار ایٹ لا کی ڈگری لینے گئے تھے یا وہاں کوئی لڑکی بھی سیٹ کی؟؟

رحاب شرارت سے بولی۔۔۔ جبکہ حاشر ماں باپ کے سامنے اس کی سوال پر اسے گھورنے لگا۔۔۔

روحی۔۔۔ اگر تم مجھے ایکسپوز کرنے کی کوشش کر رہی ہو تو تمہاری کوشش بیکار ہے کیونکہ مام ڈیڈ دونوں شمائل کے بارے میں جانتے ہیں۔۔۔

واٹ۔۔۔

رحاب ایکدم اچھلی تھی۔۔۔ اس کا مطلب آپ نے مجھے یہ بھی سب سے آخر میں بتایا۔۔۔

رحاب صدمے سے بولی تھی۔۔۔

ریلکیس بے بی۔۔۔ سب سے پہلے تمہیں ہی بتایا تھا۔۔۔ موم کو کل ہی بتایا تھا اور انہوں نے ڈیڈ کو بتا دیا۔۔۔

حاشر نے نرمی سے کہا۔۔۔

چونکہ آج میں بہت خوش ہوں اس لئے آپ کی یہ غلطی نظر انداز کی جاتی ہے۔۔۔

رحاب پھر سے اس کے پاس بیٹھ گئی تھی۔۔۔

ویسے بھائی آپ نے بھابھی کا مکمل تعارف نہیں کروایا۔۔؟؟

رحاب شرارت سے بولی تھی۔۔۔

شمائل علوی نام ہے اس کا۔ پاکستان کے مشہور جسٹس جہانگیر علوی کی بیٹی ہے۔۔اس کے دو بھائی ہیں ایک کسی یونیورسٹی میں اسٹنٹ پروفیسر ہے اور دوسرا کسی اور کنٹری میں ہوتا ہے۔۔۔میرے ساتھ ہی یو ایس میں پڑھتی تھی۔۔اب بھی میرے ساتھ ہی پاکستان آئی ہے ائیرپورٹ تک۔۔۔کیونکہ وہاں سے اس کے فادر اسے ریسیو کرنے آئے تھے۔اور انشاءاللہ جلد ہی مام ڈیڈ اسے ہمارے گھر لانے والے ہیں۔۔۔

بس یا اور کچھ ؟؟؟

یہ سب تو میں پہلے بھی جانتی تھی مجھے یہ بتائیں کہ آپکی لو سٹوری پروان کیسے چڑی ؟؟؟

رحاب شرارت سے بولی جبکہ حاشر نے اسے گھورا۔۔۔

تم مجھے ڈیڈ سے اگر جوتے کھاتے ہوئے دیکھنا چاہتی ہو تو بتا دو ؟؟؟

حاشر نے اس کے کان میں سرگوشی کی جبکہ رحاب نے بمشکل اپنی مسکراہٹ دبائی۔۔۔

ایک شرط پر۔۔۔

بولو۔۔۔۔

مجھے رات کو شاپنگ پر لے کر چلیں گے ؟؟؟

رحاب جانتی تھی کہ حاشر کو شاپنگ سے چڑ ہے اس لئے بولی۔۔۔

روحی میں تھکا ہوا ہوں۔۔۔

حاشر نے معصومیت طاری کرتے ہوئے کہا۔۔۔

میں ڈیڈ کو آپکی لو سٹوری بتا ہی دیتی ہوں۔۔۔۔

لے جائیوں گا۔۔۔

حاشر نے اسے گھورا۔۔۔

یہ تم دنوں بہن بھائیوں میں کونسے راز و نیاز ہو رہے ہیں؟؟؟

حسن نیازی نے پوچھا۔۔۔

ڈیڈ وہ ہم۔۔۔

تمہیں شاپنگ پر جانا ہے نا؟؟

حاشر نے اسے آنکھیں دکھاتے ہوئے سرگوشی میں پوچھا۔۔۔

کچھ نہیں ڈیڈ۔۔۔بس بھائی سے ان کے لاتعداد افیئرز کے بارے میں پوچھ رہی تھی۔۔۔

رحاب مسکراہٹ دباتے ہوئے بولی۔۔۔

روحی سدھر جائو۔۔۔

حسن نیازی نے مصنوعی رعب سے کہا۔۔۔

میں کھانا لگاتی ہوں۔۔۔۔

اجالا بیگم یہ بول کر وہاں سے چلی گئیں جبکہ باقی سب ایک دفعہ پھر باتوں میں مصروف ہو گئے۔۔۔

بلال نیازی۔۔۔ پاکستان کے مشہور سائیکالوجسٹ تھے ان کی بیوی کا نام شائستہ تھا۔۔ اللہ نے ان کو دو بیٹوں اور ایک بیٹی سے نوازہ تھا۔۔۔ سب سے بڑے بیٹے کا نام حسن نیازی جن کی پہلی شادی رافعہ سے ہوئی۔۔۔ پولیس فورس جوائن کرنے کے بعد ان کے بہت سے دشمن پیدا ہو گئے تھے۔۔۔

اسی دشمنی میں ایک دن ان کی بیوی کی قتل کر دیا گیا۔۔۔ حسن صاحب کافی نڈھال ہو گئے تھے رافعہ کی موت سے۔۔۔ آٹھ سالہ حاشر اور چار سالہ رحاب بھی اپنی ماں کی موت کا صدمہ برداشت کر رہے تھے۔۔۔ بلال نیازی نے اپنے بیٹے کے بکھرتے آشیانے کو بچانے کے لئے ان کی شادی اپنے دوست کی بیٹی اجالا سے کروادی۔۔۔ اجالا نے ناصرف دونوں بچوں کو محبت دی بلکہ انہیں رافعہ کی کمی محسوس نہیں ہونے دی۔۔۔ لیکن ان کی ایک غلطی سے رحاب ان سے دور ہو گئی تھی۔۔۔

حسن نیازی سے چھوٹی ان کی بیٹی تھی۔۔۔ رانیہ جو شادی کے بعد امریکہ شفٹ ہو گئی تھی۔۔ ان کے دو جڑوا بیٹے تھے۔۔۔ راحم اور ارحم۔۔۔

سب سے چھوٹے حسین نیازی تھے جن کا شمار ملک کے مشہور سیاستدانوں کی فہرست میں ہوتا تھا۔۔۔ ان کی بیوی جازبہ ایک گائناکالوجسٹ تھیں۔۔۔ دونوں کی کوئی اولاد نہیں تھی۔۔۔ بلال نیازی اور حسین نیازی ایک کار ایکسیڈنٹ جبکہ جازبہ ہارٹ اٹیک کی وجہ سے اس دنیا کو ہمیشہ کے لئے خیر آباد کہہ گئے۔۔۔۔ حسن نیازی نے کافی دکھوں کو جھیل کر زندگی میں آگے بڑھنے کا فیصلہ کیا تھا۔۔۔ اور ویسے بھی وقت کے ساتھ بڑھنے میں عقلمندی ہے۔۔۔ یہ بات انہیں حاشر نے اجالا کو ایکسیپٹ کر کے ثابت کی تھی جبکہ رحاب کے لئے وہ خاصے فکر مند رہتے تھے جو وقت کے ساتھ ساتھ ضدی اور خود سر ہو رہی تھی۔۔۔۔

زیمی بیٹا۔۔۔بیٹھ جائو۔۔۔ہو سکتا ہے وہ مصروف ہو اسلئے وہ کال ریسیو نہیں کر رہا ہو گا۔۔۔

دائی ماں نے سمجھانے والے انداز میں زیام سے کہا جو مسلسل کمرے میں ٹہلتے ہوئے موبائل پر عرزم کو کال کر رہا تھا۔۔۔

دائی ماں یونیورسٹی میں بھی مجھ سے ملے بغیر چلا گیا اور اب میری کال بھی ریسیو نہیں کر رہا۔۔۔غصے سے نکلا تھا وہاں سے۔۔۔اللہ کرے وہ ٹھیک ہو۔۔۔

زیام پریشانی سے بولا۔۔۔۔

اس سے پہلے دائی ماں کوئی جواب دیتی زیام کے موبائل پر عرزم کا میسج آیا۔۔۔۔

مجھے اگر اب تمہاری کال آئی تو میں تمہارا ابھی آکر منہ توڑ دوں گا۔۔۔

زیام کے لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ آئی۔۔۔

آپکا دوسرا بیٹا گدھا ہے ایک نمبر کا۔۔۔

زیام نے مسکراتے ہوئے کہا۔۔۔

اب تو کھانا کھالو۔۔۔۔

دائی ماں نے محبت بھرے انداز میں کہا۔۔۔

جی دائی ماں آتا ہوں فریش ہو کر۔۔۔آپ تب تک کھانا لگائیں۔۔۔

زیام یہ بول کر اپنے کمرے کی طرف جانے ہی لگا تھا جب باہر سے شور کی آواز سنائی دی۔۔۔زیام الٹے قدموں مڑا تھا۔۔۔جیسے ہی وہ انیکسی سے باہر آیا سامنے شاویز بھائی کو کسی سے فون پر اونچی آواز میں بات کرتے دیکھا۔۔۔

زیام نے سر جھٹکا اور جانے کے لئے پلٹا۔۔ اس سے پہلے کہ وہ اندر جاتا شاویز کے الفاظ اس کے قدم ساکت کر گئے تھے۔۔۔

کیا تم بتا سکتے ہو کہ کس سٹوڈنٹ نے میری شکایت کی ہے؟؟

مجھے کل تک اس انسان کا نام چاہیے امجد۔۔۔ جس کی وجہ سے مجھے یونیورسٹی سے وارننگ لیٹر ایشو ہوا ہے۔۔۔ ہاں ٹھیک ہے۔۔۔

شاویز یہ بول کر گیٹ کی جانب چلا گیا جبکہ زیام کے ذہن میں ایک دم سے جھماکہ ہوا۔۔

مطلب آج اسی وجہ سے عرزم غائب تھا۔۔۔

زیام خود سے بڑبڑایا اور جلدی سے انیکسی کا دروازہ بند کر کے اپنے کمرے میں بھاگا۔۔۔

تیسری بیل پر اس نے کال ریسیو کر لی تھی۔۔۔

کچھ بھی بولنے سے پہلے اتنا سوچ لینا کہ میں انہیں وارننگ لیٹر ایشو کروانے کی جگہ جاب سے بھی نکلوا سکتا تھا۔۔۔

لیکن تمہاری وجہ سے بس ایک چھوٹی سی سزا دی ہے تمہارے نام نہاد شاویز بھائی کو۔۔۔ صبح ملتے ہیں۔۔۔

عرزم بنا کچھ سنے کال ڈراپ کر گیا تھا۔۔۔ جبکہ زیام نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا تھا۔۔۔

❤❤❤____

روحی اور کتنی شاپنگ کرنی ہے یار؟ میں سچ میں تھک گیا ہوں۔۔۔

رحاب جو پچھلے دو گھنٹوں سے حاشر کو شاپنگ مال میں اپنے ساتھ خوار کر رہی تھی نے مڑ کر اپنے بڑے بھائی کو دیکھا جس کے چہرے پر تھکن واضح نظر آ رہی تھی۔۔۔۔

اس بار چھوڑ رہی ہوں بھائی لیکن آپکی شادی کی ساری شاپنگ میں آپکے ساتھ ہی کروں گی۔۔۔

رحاب احسان کرنے والے انداز میں بولی جبکہ حاشر نے اسے گھورا اور دانت پیستے ہوئے بولا۔۔

شکریہ۔۔۔۔اب چلیں۔۔۔

ضرور۔۔۔

رحاب حاشر کے دائیں بازو کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر بولی۔۔۔

حاشر نے مسکرا کر اسے دیکھا۔۔

جھلی۔۔۔

اور دونوں آپس میں باتیں کرتے ہوئے مال سے نکل کر پارکنگ میں کھڑی اپنی گاڑی آ کر بیٹھ گئے۔۔

حاشر نے جیسے ہی گاڑی سٹارٹ کی رحاب جلدی سے بولی۔۔۔

اووشٹ۔۔۔بھائی میرا موبائل جیولری والی شاپ پر رہ گیا ہے۔۔ آپ گاڑی کو پارکنگ سے نکالیں میں دو منٹ میں آتی ہوں۔۔

رحاب یہ بول کر جلدی سے گاڑی سے اتری جبکہ حاشر جس نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا نے نفی میں سر ہلایا۔۔۔اور خود سے بڑبڑایا۔۔۔

تمہارا واقعی کچھ نہیں ہو سکتا روحی۔۔۔

شکر ہے مل گیا۔۔

رحاب موبائل کو ہاتھ میں پکڑ کر جیسے ہی جیولری شاپ سے باہر نکلی اس کا کسی سے زبردست تصادم ہوا۔۔۔

رحاب کو ایسا لگا جیسے وہ کسی پتھر سے ٹکرائی ہے۔۔اسی تصادم میں اس کا موبائل اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور نیچے گر گیا جبکہ وہ سر کو سہلا رہی تھی۔۔

آر یو بلائنڈ؟؟؟؟

رحاب بولی نہیں چیخی تھی لیکن جیسے ہی اس کی نظر اوپر اٹھی عزرم حیدر کو دیکھ کر اس کا دماغ مزید گھوم گیا۔۔۔ دوسری طرف عزرم جو اپنی ماں کی سالگرہ کا گفٹ لینے آیا تھا نے رحاب کو دیکھ کر بمشکل خود پر ضبط کیا تھا۔۔۔ وہ رحاب کی بات کو اگنور کر کے جانے لگا تھا جب رحاب نے سامنے آکر اس کا راستہ روکا۔۔۔

سے سوری۔۔۔

ایکسکیوز می۔۔۔ کیا تم نے مجھ سے کچھ کہا؟؟؟

عزرم نہیں چاہتا تھا کہ مال میں سب ان کی طرف متوجہ ہوں لیکن شاید رحاب کو کسی کی پرواہ نہیں تھی۔۔۔

نہیں تمہارے باپ سے بول رہی ہوں۔۔۔۔

رحاب کی بدتمیزی پر عزرم کا پارہ ایکدم ہائی ہوا تھا۔۔۔ وہ نا چاہتے ہوئے بھی شائوٹ کر گیا تھا۔۔۔

جسٹ شٹ اپ مس حسن نیازی۔۔۔ تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی میرے باپ کا نام استعمال کرنے کی۔۔۔

کم ہمت تو تم مجھے سمجھنا نہیں مسٹر عزرم۔۔۔ کیونکہ ڈی ایس پی حسن نیازی کی بیٹی ہوں جو چاہے تو تمہیں اگلے پانچ منٹ میں لاک آپ میں بند کروا سکتی ہے۔۔۔ لیکن وہ کیا ہے نا آج میرا موڈ اچھا ہے اس لئے ایسا کروں گی نہیں ۔۔۔ بشرطیکہ تم مجھے سوری بولو کیونکہ تمہاری وجہ سے میرا موبائل گرا اور ٹوٹا ہے۔۔۔۔

رحاب کا چہرے پر غرور تھا جو مقابل کو سلگا گیا تھا۔۔۔

عزرم نے اسے کہنی سے پکڑا اور تقریبا گھسیٹتے ہوئے اپنے ساتھ مال کے اس ایریا میں لے آیا۔۔۔ جہاں لوگ کم نظر آرہے تھے۔۔۔ رحاب عزرم کے ہاتھ سے مسلسل اپنا بازو چھڑوانے کی کوشش کر رہی تھی لیکن مقابل کی گرفت مضبوط سے مضبوط تر ہوتی جا رہی تھی۔۔۔

عرزم نے اسے دونوں کندھوں سے پکڑ کر اپنے قریب کیا۔۔۔اتنا قریب کہ رحاب کو اسکی سانسوں کی تپش سے اپنا آپ جھلستا ہوا محسوس ہونے لگا تھا۔۔۔

مجھے مجبور مت کرو۔۔۔کہ میں صحیح اور غلط کی تمیز بھول جائوں۔۔۔مجھے تمہاری بدتمیزی کسی صورت میں پسند نہیں ہے۔۔اس لئے آئندہ احتیاط کرنا ورنہ آج جو چند انچ کا فاصلہ بچا ہے نا اس کو میں ختم کر کے تمہارا غرور خاک میں ملا دوں گا۔۔۔

عرزم اس وقت واقعی غصے میں بھول گیا تھا کہ وہ رحاب سے کیا کہہ رہا ہے۔۔۔جبکہ رحاب جیسے اپنی جگہ پتھر کی ہو گئی تھی۔۔۔

اس بات کو وہ کیسے نظر انداز کر سکتی تھی کہ وہ ایک لڑکی ہے۔۔۔ایک دم اس کی آنکھوں میں نمی چمکی تھی جسے دیکھ کر عرزم نے اسے دھکا دینے والے انداز میں چھوڑا۔۔۔وہ لڑکھڑاتے ہوئے فرش پر گری۔۔۔

مجھ سے اور زیام سے دور رہنا۔۔۔یہ میری آخری وارننگ ہے۔۔۔

عرزم یہ بول کر وہاں سے چلا گیا جبکہ رحاب ابھی تک سوچ رہی تھی اگر وہ واقعی اس کے ساتھ کچھ کر دیتا تو؟؟؟

رحاب جلدی سے اٹھی اور تقریباً بھاگتے ہوئے مال سے نکلی تھی۔۔۔حاشر کی گاڑی نظر آنے پر وہ اس کی طرف بڑھی اور جلدی سے کار میں بیٹھ کر اس نے دروازہ بند کیا۔۔۔

روحی میری جان کیا ہوا؟تم ٹھیک ہو؟اتنا گھبرا کیوں رہی ہو؟؟؟

حاشر اس کا فق چہرہ دیکھ کر تشویش سے بولا۔۔۔

بھائی مجھے گھر جانا ہے جلدی اور اب کوئی سوال جواب نہیں پلیز۔۔۔

رحاب یہ بول کر آنکھیں موند گئی اور گاڑی کی سیٹ سے ٹیک لگا لی۔۔۔

حاشر جانتا تھا وہ مزید بات نہیں کرے گی اس لئے وہ چپ چاپ ڈرائیو کرنے لگا۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

عرزم جیسے ہی گھر میں داخل ہوا لائونج کی لائٹس ایک دم سے آن ہوئی تھیں۔۔۔اس نے سامنے ہی حیدر حسن کو دیکھ کر لب بھینچے تھے۔۔۔وہ خاموشی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھا تھا جب حیدر حسن کی آواز نے اس کے قدم روک لئے۔۔۔

یہ کونسا وقت ہے گھر آنے کا؟

یقینا آپ بھی وقت دیکھ کر ہی اپنے کمرے سے باہر نکلے ہیں۔۔اور اگر نہیں دیکھا تو دیکھ لیجئیے بارہ بج کر پچاس منٹ ہوئے ہیں۔۔۔

عرزم مڑے بغیر بولا۔۔۔

کہاں تھے تم؟؟؟

حیدر حسن کے ماتھے پر شکنوں کا جال بنا تھا۔۔لیکن حتی المقدور انہوں نے اپنے لہجے کو نارمل رکھنے کی کوشش کی تھی۔۔۔

شاپنگ مال گیا تھا۔۔

عرزم یہ بول کر وہاں سے ایک قدم بڑھا تھا جب حیدر کی بات نے اسے مڑنے پر مجبور کر دیا۔۔۔

شاپنگ مال گئے تھے یا اپنے نام نہاد شریف دوست کے پاس گئے تھے۔۔۔

عرزم نے پہلے تو بے یقینی سے انہیں دیکھا اور پھر جلد ہی بے یقینی کی جگہ تاسف نے لے لی۔۔۔

جب آپکو مجھ پر یقین ہی نہیں ہے تو کیوں پوچھتے ہیں مجھ سے کچھ ؟۔۔اور ویسے بھی میں جہاں مرضی جائوں آپ کو کوئی مطلب نہیں ہونا چاہیے۔۔۔۔

عرزم نے ان کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔۔۔۔

کیوں مطلب نہیں ہونا چاہیے۔۔۔باپ ہوں تمہارا۔۔۔

اچھا یاد آگیا آپکو کہ آپکا کوئی بیٹا بھی ہے۔۔۔

عرزم طنزیہ انداز میں بولا۔۔۔۔

عرزم۔۔۔۔۔

حیدر حسن کی آواز میں تنبیہہ تھی۔۔۔

کیوں کچھ غلط کہا میں نے ؟؟؟

عرزم حیدر مجھے یہ جاننا ہے تم نے یونیورسٹی کے پروفیسر شاویز کو میرے ریفرنس سے وارننگ لیٹر کیوں ایشو کروایا۔۔۔؟؟؟؟

حسن حیدر نے اس کو گھورتے ہوئے پوچھا۔۔۔

عرزم بے ساختہ مسکرایا۔۔۔اس کی مسکراہٹ حیدر کو مزید تپا گئی تھی۔۔۔

کچھ پوچھا ہے تم سے ؟؟؟

ڈیڈ آپ جانتے ہیں وہ پروفیسر زیام کا بھائی ہے۔۔وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ اور زیام ایک ساتھ اس یونیورسٹی میں رہیں اس لئے میں نے کچھ جھوٹے گواہ بنائے کہ وہ سٹوڈنٹس کے ساتھ بدتمیزی کرتے ہیں۔۔۔پھر آپکے نمبر سے آپکے سیکریٹری شہباز کی مسٹر حیدر حسن بن کر بات کروائی اور ان کو وارننگ لیٹر ایشو کروادیا۔۔۔

زیام نے اطمینان سے جواب دیا۔۔

جبکہ اس کا اطمینان اس وقت حیدر حسن کے ضبط کو آزما رہا تھا۔۔

عزم مجھے مجبور مت کرو کہ میں یہ واقعی بھول جائوں میری کوئی اولاد بھی ہے۔۔۔

ہاہاہاہاہاہاہا۔۔۔۔

ڈیڈ آپ کو یاد رکھنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔۔ کہ آپکی کوئی اولاد ہے۔۔۔

عزم استہزائیہ انداز میں بولا۔۔

سٹاپ اٹ عزم۔۔۔

میں باپ ہوں تمہارا اور تمہاری بکواس اس حقیقت کو جھٹلا نہیں سکتی۔۔۔ اور ایک بات آئندہ اگر تم نے میرا نام اپنے کسی بے جا مقصد کے لئے استعمال کیا تو یاد رکھنا میں کوئی لحاظ نہیں رکھوں گا۔۔۔

اب جاسکتے ہو تم۔۔۔

حیدر حسن یہ بول کر رخ موڑ گئے تھے جبکہ عزم کی آنکھوں میں نمی چمکی تھی۔۔

ڈیڈ مجھے لگتا تھا آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں لیکن میں غلط تھا۔۔ آپ صرف اپنے سٹیٹس اور پیسے سے محبت کرتے ہیں۔۔ آج پتہ نہیں مجھے کیوں لگ رہا ہے کہ میری پیدائش پر سب سے زیادہ دکھ آپ کو ہی ہوا ہو گا۔۔۔

عزم بھرائے لہجے میں بول کر وہاں سے واک آئوٹ کر گیا جبکہ حیدر حسن نے نم آنکھوں سے اس کو جاتے ہوئے دیکھا تھا۔۔

ایم سوری عزم۔۔ لیکن میں تمہیں تمہاری زندگی برباد کرنے نہیں دے سکتا۔۔

حیدر حسن خود سے بڑبڑائے اور اپنے کمرے کی طرف چل دیئے۔۔۔

زیام صبح صبح یونیورسٹی کے لئے تیار ہو رہا تھا جب دائی اس کے کمرے میں آئیں اور اسے نائلہ کا پیغام دیا۔۔

زیمی بیٹا آپکو نائلہ بیگم بلا رہی ہیں۔۔۔

زیام مکسرایا تھا لیکن اس کی مسکراہٹ میں موجود کرب دائی ماں نے واضح محسوس کیا تھا۔۔

حیرت کی بات ہے اس مہینے میں دوسری دفعہ میری شکل برداشت کر لیں گی؟؟؟

زیام نے دائی ماں کو دیکھ کر کہا۔۔

دائی ماں نے جواب میں اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔۔

جائو بات سن کر آئو۔۔۔۔

زیام نے ایک لمبی سانس لی اور کف کے بٹن لگاتا ہوا باہر نکل گیا۔۔

شاکرہ بی بی۔۔۔ ممی کدھر ہیں؟؟؟

زیام نے لائونج میں دسٹنگ کرتی شاکرہ سے پوچھا۔۔

وہ تو اپنے کمرے میں ہیں۔۔۔

زیام خود کو نارمل کرتے ہوئے کمرے کے قریب پہنچا اور اپنے دائیں ہاتھ سے دروازہ ناک کیا۔۔۔

کمنگ۔۔۔

نائلہ کے جواب پر زیام دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔۔۔۔۔۔

آپ نے بلایا؟؟؟

زیام سامنے بیڈ کرائون سے ٹیک لگا کر بیٹھیں نائلہ سے مخاطب ہوا۔۔

ہاں مجھے تم سے بات کرنی ہے۔۔۔۔ بیٹھو۔۔۔

نائلہ نے اس کی طرف دیکھے بغیر جواب دیا۔۔۔ زیام پاس ہی رکھے ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔۔۔۔

شاویز کو وارننگ لیٹر ایشو کراونے کے پیچھے تمہارے دوست کے باپ کا ہاتھ ہے اور مجھے یقین ہے یہ سب اس نے تمہارے دوست کے کہنے پر کیا ہو گا۔۔ کیا یہ بات تم جانتے ہو؟؟؟

نائلہ بیگم نے بلا تمہید بات کی۔۔۔

مجھے نہیں معلوم۔۔۔۔

زیام سر جھکا کر بولا۔۔۔۔

مجھ سے جھوٹ مت بولنا زیام۔۔۔ ورنہ تم جانتے ہو میں تمہارا کیا حال کروں گی۔؟؟؟

نائلہ بیگم کی آواز کسی بھی رعایت سے عاری تھی۔۔۔ زیام کے دل میں درد کی ایک ٹھیس اٹھی تھی۔۔۔ اس بے ساختہ آنکھیں بند کی تھیں۔۔۔ کیونکہ وہ کم از کم نائلہ کے سامنے رونا نہیں چاہتا تھا۔۔۔

میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتا؟؟؟

زیام نے یہ الفاظ مشکل سے ادا کئے تھے۔۔۔۔

چلو اچھی بات ہے تم نہیں جانتے لیکن میرا یقین مانو اگر مجھے معلوم ہوا کہ یہ سب اس نے تمہارے کہنے پر کیا ہے تو یاد رکھنا پچھلی دفعہ صرف پچاس کوڑے مارے تھے میں نے اس بار دگنے ہوں گے۔۔۔۔

نائلہ بیگم سفاکی سے بولیں۔۔۔

زیام زخمی سا مسکرایا۔۔۔۔

آپ جانتی ہیں ممی مجھے آپ کی دی ہوئی کسی بھی سزا کا درد نہیں ہوتا کیونکہ میرے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ آپ نے مجھے مارنے کے لئے ہی سہی وقت تو نکالا۔۔۔ خیر چلتا ہوں میں دیر ہو رہی یونیورسٹی کے لئے۔۔۔

زیام یہ بول کر اپنی جگہ سے اٹھا اور نائلہ بیگم کے قدموں کے نزدیک آیا۔۔۔ نائلہ بیگم جانتی تھیں وہ کیا کرنے والا ہے اس لئے انہوں نے اپنے پاؤں بے ساختہ پیچھے کئے۔۔۔

خدا کے لئے ممی مجھ سے میری جنت مت چھینیں۔۔۔ آج مجھے اپنی جنت کو دیکھنے دیں۔۔۔ مجھے آج اسے محسوس کرنے دیں۔۔۔

زیام بھرائے لہجے میں بولا تو نائلہ بیگم نے ایک ٹرانس کی کیفیت میں اپنے پاؤں آگے کئے اور زیام بے ساختہ جھکا تھا۔۔۔ اور ان کے قدموں پر اپنے لرزتے لب رکھ دیئے۔۔۔ اس کی آنسو نائلہ بیگم کے پاؤں پر جیسے ہی گرے وہ اس ٹرانس سے باہر نکلی تھیں۔۔۔ انہوں نے پاؤں بے ساختہ پیچھے کئے تھے۔۔۔۔

شکریہ ممی۔۔۔

زیام نے مسکرا کر کہا اور وہاں سے چلا گیا۔۔۔

نائلہ بیگم نے اس کی پشت کو دیکھا اور پھر کچھ سوچ کر آنکھیں بند کر لیں۔۔۔۔۔۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

اہمم اہمم۔۔۔

زیام گراؤنڈ میں ایک کونے میں بیٹھا کچھ پڑھ رہا تھا جب عرزم اس کے پاس آیا اور اسے متوجہ کرنے لگا۔۔۔

زیام جو کل رات سے ہی عرزم سے ناراض تھا اور صبح سے اسے مکمل اگنور کر رہا تھا نے مڑ کے دیکھنے کی زحمت نہیں کی تھی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ عرزم ہی ہو گا۔۔۔

کیا تم مجھ سے ناراض ہونے کی کوشش کر رہے ہو ؟؟

عرزم اس کے پاس بیٹھ کر مصنوعی سنجیدگی سے بولا لیکن آنکھوں میں شرارت واضح رقص کر رہی تھی۔۔۔

نہیں۔۔۔ میں تم سے ناراض ہی ہوں۔۔۔

زیام نے اسے گھور کر جواب دیا۔۔۔

یار زیمی اب یہ ناراضگی کس بات کی ہے ؟؟

تم نے بھائی کو وارننگ لیٹر کیوں ایشو کروایا۔۔ تم جانتے ہو اس سب کی وجہ سے ان کا کریئر خطرے میں پڑ سکتا ہے۔۔۔

زیام نے سنجیدگی سے پوچھا تو عرزم کا چہرہ ایک دم سپاٹ ہوا۔۔۔

میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں جو تمہیں درد دینے کی سوچ رکھتا ہو میں اسے تکلیف کی آخری حدوں تک لے کر جائوں گا۔۔۔

عرزم کیا تم نارمل انسانوں کی طرح اگنور نہیں کر سکتے۔۔ ؟؟؟ ہر وقت سائیکو بننا ضروری ہوتا ہے کیا؟؟؟

عرزم حیدر نارمل انسان نہیں ہے۔۔۔ کم از کم تمہارے معاملے میں مجھے سائیکو بننا اچھا لگتا ہے۔۔۔

عرزم نے غیر سنجیدگی سے کہا تو زیام اسے غصے سے گھورا۔۔۔

اوکے اوکے۔۔۔ گھورو تو مت۔۔۔ اب معصوم بچے کی جان لو گے کیا؟؟ اور ویسے بھی رات گئی بات گئی۔۔ سو لیو دس ٹاپک۔۔۔

بھائی ہے وہ میرا۔۔۔ ساری رات وہ سو نہیں سکا۔۔۔ ممی الگ پریشان ہیں۔۔۔ اور تم کہہ رہے ہو لیو دس ٹاپک۔۔۔

زیام نے تلخی سے کہا۔۔۔

عرزم نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔۔ زیام کو پہلی دفعہ وہ ایسے بات کرتے دیکھ رہا تھا۔۔

زیمی۔۔۔۔ میں تو بس۔۔۔

کیا میں تو بس۔۔۔ تمہیں ہر بات مذاق کیوں لگتی ہے عرزم حیدر۔۔۔ ایسا بھی کیا ہو گیا تھا جو تم اس حد تک چلے گئے۔۔۔ میں نے منع کیا تھا انہیں کچھ مت کہنا لیکن وہ عرزم حیدر ہی کیا جو کسی کی سن لے۔۔۔ تمہاری وجہ سے میری فیملی پریشان ہے۔۔۔ یو نو واٹ عرزم۔۔۔ تم یہ سب کچھ میرے لئے نہیں بلکہ اپنے پاگل پن کو کم کرنے کے لئے کر رہے ہو۔۔۔ تمہیں نہیں سمجھ آ رہا کہ تم کس کس کو کیسے ہرٹ کر رہے ہو۔۔۔۔ تم ایک خود غرض انسان ہو۔۔۔۔ جسے صرف اپنی انا عزیز ہے۔۔۔ اور اسی انا میں تم نفسیاتی مریض بنتے جا رہے ہو۔۔۔ مجھے لگ رہا ہے اگر تمہاری یہی حرکتیں رہی تو ہماری دوستی خطرے میں۔۔۔

ششششش۔۔۔۔۔۔ بالکل چپ۔۔۔

زیام سرخ چہرے کے ساتھ بول رہا تھا عرزم نے اسے چپ کروایا۔۔۔

الفاظ وہی منہ سے نکالو زیمی جو تمہارے لئے بعد میں تکلیف کا باعث نہ بنیں۔۔۔ میں جانتا ہوں تم یہ سب کس کے کہنے پر کر رہے ہو۔۔۔ ڈیڈ جب صبح لان میں کھڑے ہو کر تمہیں کال کر رہے تھے سب سن چکا تھا میں۔۔۔ اگر تمہیں لگتا ہے کہ میرا تمہیں جاننے کا دعوا صحیح ہے تو پھر یہ بھی ذہن میں رکھا کرو کہ میں تمہارے احساسات کو تم سے زیادہ محسوس کرتا ہوں۔۔ یہ جو تم میرے سامنے سرخ چہرے سے لمبی تقریر کرنے کی کوشش کر رہے تھے نا؟؟؟ میں تمہارا چہرہ دیکھتے ہی سمجھ گیا تھا یہ غصے سے نہیں بلکہ ضبط کرنے کے چکر میں سرخ ہے۔۔۔ اور میری

جان تمہاری ایکٹنگ مجھے بالکل متاثر نہیں کر سکی اس لئے دو منٹ بعد ہی روک دیا۔۔ اگلی بار اس سے اچھی کوشش کرنا۔۔۔

عرزم مسکراتے ہوئے بولا اور اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔۔۔ جیسے ہی وہ جانے کے لئے مڑا زیام نے اسے آواز دی۔۔۔

عرزی۔۔۔ سوری یار۔۔۔

زیام معصومیت سے بولا۔۔۔

عرزم نے اسے گھورا اور دانت پیس کر بولا۔۔۔ پچاس دفعہ سٹ سٹینڈ کرو اور ساتھ سوری بولو۔۔ پھر بات کرتے ہیں۔۔۔

عرزی۔۔۔ تم مجھے سزا دے رہے ہو؟؟

جو الفاظ تم تھوڑی دیر قبل استعمال کر رہے تھے نا انہوں نے مجھ سے زیادہ تکلیف تمہیں دی ہے اور تمہاری تکلیف اور گلٹ ختم کرنے کے لئے یہ ضروری ہے۔۔۔ اب چلو شروع ہو جائو۔۔۔ میں کائونٹ کرتا ہوں۔۔۔

عرزم اس سے چار قدم دور بینچ پر بیٹھ گیا اور زیام نے بیچارگی سے اسے دیکھا۔۔۔

اگر ایک منٹ اور لیٹ ہوئے تو پچاس پش اپس بھی ساتھ انکلوڈ ہو جائیں گی۔۔۔

عرزم کی بات پر زیام نے اسے گھورا۔۔۔

ہٹلر، جلاد، کھڑوس، سائیکو، سڑیل، کریلا۔۔۔

زیام بڑبڑایا اور جلدی سے سٹ سٹینڈ کرنے لگا۔۔۔۔ جبکہ عرزم اس کی گھوریوں پر بمشکل اپنی مسکراہٹ ضبط کر کے بیٹھا تھا۔۔۔

روحی یار تمہیں ہوا کیا ہے؟؟؟ صبح سے چپ چپ ہو؟ اب تو میں بور ہو رہی ہوں۔۔۔

رحاب اور نتاشا یونیورسٹی کیفے میں بیٹھی تھیں جب نتاشا نے مسلسل اس کی خاموشی کو نوٹ کرتے ہوئے اکتا کر پوچھا۔۔۔۔

رحاب تھوڑا سا مسکرائی اور بولی۔۔۔

یار تھوڑا سا سر میں درد ہے بس اس لئے۔۔۔

لیکن تمہاری مسکراہٹ بتا رہی ہے کہ ماجرا کچھ اور ہی ہے۔۔۔

نتاشا نے اس کی زبردستی کی مسکرانے کی کوشش پر چوٹ کی تھی۔۔۔۔

اس سے پہلے رحاب کوئی جواب دیتی اس کی نظر کیفے میں داخل ہوتے عرزم اور زیام پر پڑی۔۔۔ کل رات کا سارا واقعہ اس کے ذہن میں ایک فلم کی طرح چلنے لگا تھا۔۔ بمشکل وہ خود کو کمپوز کرتے ہوئے نتاشا کو دیکھ کر بولی۔۔۔

تم نے ٹھیک کہا نتاشا۔۔۔ماجرا اس بار واقعی کچھ اور ہے۔۔۔ خیر چھوڑو اور چلو گراؤنڈ میں چلتے ہیں۔۔۔

رحاب یہ بول کر اٹھی اور نتاشا کا جواب سنے بغیر ہی کیفے سے باہر نکل گئی۔۔۔

یار پتہ نہیں یہ اکنامکس کس نے بنادی؟؟ اتنا بور بندہ بک دیکھ کر نہیں ہوتا جتنا اکنامکس کی ٹیچر کی سڑی ہوئی شکل دیکھ کر ہو جاتا ہے۔۔۔

عرزم جو میکرو اکنامکس کی کلاس میں بیٹھا بور ہو رہا تھا سرگوشی نما آواز میں زیام سے بولا۔۔۔

زیام نے بمشکل مسکراہٹ دبائی کیونکہ سامنے ہی پروفیسر خالد سنجیدہ تاثرات سے لیکچر دے رہے تھے۔۔۔۔۔

توتم ناپڑھتے اکنامکس۔۔۔ کس نے کہا تھا کہ اکنامکس میں بی ایس کرو۔۔۔

زیام علوی اگر تم میرے دوست نہ ہوتے تو یقیناً اس وقت میرے ہاتھوں سے قتل ہو جاتے۔۔۔

عرزم دانت پیس کر بولا۔۔۔

جواب میں زیام نے منہ پر ہاتھ رکھ کر بمشکل اپنا قہقہہ روکا تھا۔۔۔

میں نے کیا کہا ہے ؟؟؟

زیام نے معصومیت طاری کرتے ہوئے پوچھا۔۔۔

کیا تمہیں نہیں معلوم یہ اکنامکس مجھے کتنی زہر لگتی ہے۔۔۔ اگر تمہیں یہ سبجیکٹ پسند نہیں ہوتا تو قسم سے میں کبھی بھی اس سبجیکٹ میں بی ایس نہ کرتا۔۔۔

لیکن وہ زیمی ہی کیا جو آسان چیز پسند کرلے۔۔۔

اس سے پہلے زیام کوئی جواب دیتا پروفیسر خالد نے ان دونوں کو پکارا۔۔۔

رول نمبر۔۔۔ 7 اور 8۔۔۔ سٹینڈ اپ۔۔۔

ساری کلاس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تھا۔۔۔

عرزم اطمینان سے جبکہ زیام فق چہرے کے ساتھ کھڑا ہوا۔۔۔

کیا آپکو معلوم نہیں ہے کہ کلاس میں بیٹھنے کی کچھ ایٹیکیٹس ہوتے ہیں۔۔۔؟؟؟

پروفیسر خالد نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔۔۔

لگتا ہے سر اکنا مکس پڑھ پڑھ کر اٹیکیٹس بھول گئے ہیں اس لئے انہیں ہماری مدد درکار ہے۔۔۔ چل زیمی بتا ان کو کہ کیا مینرز ہیں کلاس میں بیٹھنے کے۔۔۔۔۔

عرزم منہ میں بڑبڑایا جبکہ زیام نے اسے گھورا۔۔۔

سوری سر۔۔۔۔

زیام جلدی سے بولا۔۔۔۔

پہلے کلاس کو ڈسٹرب کرو اور بعد میں سوری سر۔۔۔۔ گھوڑے جتنے قد ہیں تم لوگوں کے پھر بھی عقل جیسے چھو کر نہیں گزری۔۔۔۔

سوری سر۔۔۔ اب نہیں ہو گا۔۔۔

زیام بولا جبکہ عرزم اطمینان سے پینٹ کی پاکٹس میں ہاتھ ڈال کر کھڑا تھا۔۔۔

اگر اب تم لوگوں نے کلاس کو دوبارہ ڈسٹرب کرنے کی کوشش کی تو میں تم دونوں کو کلاس سے باہر نکال دوں گا۔۔۔۔

پروفیسر خالد نے ان دونوں کو گھور کر کہا۔۔۔

سر کیا واقعی نکال دیں گے ؟؟۔۔

عرزم نے سنجیدگی سے پوچھا۔۔۔ جبکہ زیام کا دل چاہا کہ اپنا سر پھاڑ لے۔۔۔ کیونکہ اب عرزم حیدر کلاس سے نکلے بنا ماننے والا تھا نہیں۔۔۔

تو تمہیں کیا لگ رہا ہے میں تم سے مذاق کر رہا ہوں؟؟؟؟

پروفیسر خالد نے عرزم کو گھورا تھا۔۔۔

نہیں سر۔۔۔ اکنامکس ڈیپارٹمنٹ کے پروفیسرز اور مذاق۔۔۔ مشرق مغرب کی طرح ہیں۔۔۔ میں تو بس اس لئے پوچھ رہا تھا کیونکہ میں واقعی کلاس سے باہر جانا چاہتا ہوں۔۔۔ اب آپ پر ہے کہ آپ مجھے شرافت سے بھیجتے ہیں یا مجھے کلاس کو دوبارہ ڈسٹرب کرنا پڑے گا۔۔۔۔۔

عزرم مئودب انداز میں بولا جبکہ اس کی بات پر پروفیسر خالد کو اچھا خاصہ غصہ آگیا تھا۔۔۔

ایڈیٹ۔۔۔ واٹس یور نیم۔۔۔۔

سر ابھی تو آپ نے بولا ایڈیٹ۔۔۔ پھر نام پوچھ رہے ہیں؟؟؟

عزرم کی غیر سنجیدگی پر جہاں کلاس میں قہقے گونجے تھے وہیں زیام نے اسے التجائیہ نظروں سے دیکھا تھا جبکہ رحاب نے عزرم کو ایک نظر دیکھ کر رخ موڑ لیا تھا۔۔۔

سی یو ان ہیڈ آفس۔۔۔

پروفیسر نے عزرم کو گھورا اور کلاس سے چلے گئے کیونکہ کلاس کا ٹائم ختم ہو چکا تھا۔۔۔۔

عزرم نے زیام کو دیکھا جو خونخوار نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔

سلپ آف ٹنگ۔۔۔

عزرم نے مصنوعی بیچارگی طاری کرتے ہوئے زیام سے کہا جبکہ زیام نے نفی میں اپنا سر ہلایا۔۔۔

اٹس ناٹ سلپ آف ٹنگ۔۔۔ اٹس یور شیم فل بیہیور فار می۔۔۔

زیمی۔۔۔ وہ۔۔۔

رول نمبر 7 اور 8 کو ایچ او ڈی نے آفس میں بلایا ہے۔۔۔

اس سے پہلے عزرم کچھ بولتا ایک لڑکے نے بلند آواز کلاس میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔۔۔

اب کی بار زیام ریلیکس جبکہ عزم کا رنگ فق ہوا تھا۔۔۔۔

زیمی۔۔۔

میں تمہیں جانتا تک نہیں اور میرا یقین مانو میں اس بار یہی کہنے والا ہوں۔۔۔۔

زیام اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا جبکہ عزم اس کی بے وفائی پر اسے گھور کر رہ گیا۔۔۔

کمینہ۔۔۔۔

عزم بڑبڑاتے ہوئے زیام کے پیچھے بھاگا تھا۔۔

ہاہاہاہاہا۔۔۔۔لائک سیریسلی۔۔۔ تمہیں پاگل پن کے دورے پڑتے ہیں۔۔۔

زیام اور عزم یونیورسٹی کیفے میں بیٹھے تھے جب زیام مسلسل اسے ایک بات کے لئے چڑا رہا تھا۔۔ جب سے وہ دونوں ہیڈ کے آفس سے آئے تھے زیام کی ہنسی ایک منٹ کے لئے بھی بند نہیں ہوئی تھی اور وجہ عزم کی وہاں ہیڈ کے آفس میں وضاحت تھی۔ جو اس نے حیدر حسن تک بات نہ پہنچنے کے لئے دی تھی۔۔۔

میں سوری بول دیتا ہوں سر۔۔۔ لیکن مجھے واقعی یاد نہیں کہ ابھی ایک گھنٹہ پہلے میں نے پروفیسر خالد کو کیا کہا۔۔۔؟؟ ایکچوئیلی سر کبھی کبھی تو میں خود کو بھی بھول جاتا ہوں اور وجہ یہ میرا دماغ ہے۔۔ آپ چاہیں تو زیام سے پوچھ سکتے ہیں۔۔۔ یہ تو اکثر مجھے سائیکو بھی کہتا ہے۔۔۔۔

زیام۔۔۔ عزم کے الفاظ دہرا رہا تھا جو اس نے ہیڈ کے آفس میں کہے تھے۔۔۔۔ جبکہ عزم اسے گھور کر رہ گیا۔۔۔

یار قسم سے عرزی۔۔۔اس وقت مجھے تو دنیا کا سب سے بڑا بیوقوف لگا تھا لیکن ہیڈ نے تیری باتوں پر یقین کر کے یہ ثابت کر دیا کہ ابھی تجھ سے بڑے بیوقوف اس دنیا میں موجود ہیں۔۔۔

زیام کے لبوں سے مسکراہٹ ایک پل کے لئے بھی جدا نہیں ہو رہی تھی جبکہ عرزم لب بھینچے اسے گھور رہا تھا۔۔۔

سالے وہاں جو منت سماجت کی ہے اس کا کیا؟؟؟

ہاں وہ تو میں بھول ہی گیا۔۔۔ویسے تمہاری ایکٹنگ پر تمہیں کم از کم بیسٹ ایکٹر کا ایوارڈ ملنا چاہیے تھا۔۔۔

زیام مصنوعی افسوس ظاہر کرتے ہوئے بولا۔۔۔جبکہ عرزم نے ایک پنچ اس کے کندھے پر مارا۔۔۔

تجھے میرے ٹیلنٹ کی قدر ہی نہیں ہے۔۔۔

اللہ بچائے ایسے ٹیلنٹ سے۔۔۔

زیام کانوں کا ہاتھ لگا کر بولا تو عرزم نے بمشکل اپنی مسکراہٹ کو لبوں پر روکا تھا۔۔۔۔

اس سے پہلے عرزم کچھ بولتا رحاب کی آواز نے دونوں کو متوجہ کیا۔۔۔

ایکسکیوز می۔۔۔

دونوں نے بے ساختہ اپنے پیچھے دیکھا تھا جہاں رحاب مسکرا کر ان دونوں کو ہی دیکھ رہی تھی۔۔۔عرزم کا اسے دیکھتے ہی چہرہ سپاٹ ہو گیا جبکہ زیام نے مسکرا کر اسے جواب دیا۔۔۔

یس۔۔۔

کیا میں آپ کے ساتھ بیٹھ سکتی ہوں؟؟؟

رحاب نے اجازت طلب نظروں سے پوچھا۔۔۔

زیام نے ایک نظر عرزم کو دیکھا جو ٹیبل کو دیکھنے کم گھورنے میں زیادہ مگن تھا اور پھر رحاب کو مسکرا کر اجازت دی۔۔۔

یس شیور۔۔۔۔۔

ایکچوئیلی مجھے آپ سے کل کے لئے سوری کرنا تھا۔۔۔ میں نے آپ دونوں سے مس بیہو کیا۔۔۔ مجھے ایسے نہیں کرنا چاہیے تھا۔۔۔ اس لئے ایم سوری۔۔۔۔

رحاب نے شرمندگی سے کہا۔۔۔

اچھا واقعی سوری ہو؟؟؟؟

عرزم نے سنجیدگی سے پوچھا جبکہ زیام نے اسے اشاروں میں چپ رہنے کا کہا تھا۔۔۔

اگر میں شرمندہ نہ ہوتی تو یقیناً معافی بھی نا مانگتی۔۔۔

رحاب مسکرا کر بولی۔۔۔۔ عرزم نے کوئی جواب نہیں دیا جبکہ زیام جلدی سے بولا۔۔۔۔

اٹس اوکے مس۔۔۔۔ کبھی کبھی ہو جاتا ہے۔۔۔ میری بھی غلطی تھی اس لئے میری طرف سے بھی سوری۔۔۔۔

عرزم نے زیام کو گھورا جس کا زیام نے کوئی اثر نہ لیا۔۔۔۔

بائے دا وے۔۔۔۔ آئی ایم رحاب حسن۔۔۔ اینڈ یو۔۔۔۔

رحاب نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔۔۔

میرا نام زیام علوی ہے اور یہ میرا دوست کم بھائی زیادہ عرزم حیدر ہے۔۔۔

زیام نے مسکرا کر جواب دیا۔۔۔

کیا آپ دونوں اس یونیورسٹی میں اکیلے ہیں؟؟؟ میرا مطلب کوئی اور دوست نہیں ہے آپکا؟؟؟

تم نے سوری بولا۔۔۔ زیمی نے سوری بولا حساب برابر۔۔۔ اب زیادہ سوال جواب مت کرو اور جاؤ یہاں سے ۔۔۔

عرزم جو بمشکل اسے برداشت کر رہا تھا تنگ آکر بولا۔۔۔۔ زیام نے اسے گھورا۔۔۔ اور رحاب کو دیکھ کر بولا ۔۔۔۔

یہ شخص نیم پاگل ہے اس لئے اس کی باتوں کا غصہ مت کرنا۔۔۔ اور رہی ہمارے اکیلے ہونے کی بات تو دو شخص کبھی اکیلے نہیں ہوتے۔۔۔ اور رہی بات دوستی کی تو ہم ایک دوسرے کے لئے کافی ہیں۔۔۔

نیم پاگل نہیں کمینہ۔۔۔ پورا پاگل ہے۔۔۔۔

رحاب نے دل میں سوچا اور بولی۔۔۔

گڈ۔۔۔ چلتی ہوں میں۔۔۔ انشاء اللہ کلاس میں ملاقات ہوتی ہے۔۔۔۔۔

رحاب یہ بول کر وہاں سے چلی گئی جبکہ زیام نے عرزم کو گھورا اور دانت پیستے ہوئے بولا۔۔۔

لگتا ہے تم واقعی بھول گئے ہو کہ تمہیں لڑکیوں کے ساتھ کیسے بیہو کرنا چاہیے۔۔۔؟؟؟

تم وجہ جانتے ہو زیمی۔۔۔۔

عرزم نے سنجیدگی سے کہا۔۔۔

عرزی کیا ایک انسان کی غلطی کی سزا تم سب کو دو گے۔۔۔؟؟؟

زیمی مجھے اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنی۔۔۔

عرزم دوٹوک انداز میں بولا۔۔۔

لیکن مجھے کرنی ہے۔۔۔جب وہ اپنی زندگی میں خوش ہے تو تم کیوں یک طرفہ محبت کا روگ پالے ہوئے ہو؟؟ جب وہ آگے بڑھ چکی ہے تو تم بھی لائف میں آگے بڑھو عرزی۔۔۔میں اس طرح تمہیں نہیں دیکھ سکتا۔۔۔ زیمی تمہیں یہ کیوں لگ رہا ہے کہ میں آج بھی اس خود غرض لڑکی کا روگ پال رہا ہوں۔۔؟؟؟ جبکہ تم اچھے سے جانتے ہو مجھے اس سے اب نہ ہی محبت ہے اور نہ ہی نفرت۔۔۔میرے لئے وہ اسی دن مر گئی تھی جب اس نے تمہارے لئے وہ الفاظ استعمال کئے تھے جنہیں میں تمہارے منہ سے بھی اگر سنتا تو میرا خدا گواہ کہ میں تمہاری بھی زبان کاٹ دیتا۔۔۔میری زندگی اور دل میں سب سے پہلی جگہ تمہاری ہے اور اگر کوئی تمہارے بارے میں الٹی سیدھی بکواس کرے گا تو میں اس شخص سے ہر رشتہ ختم کر دوں گا۔۔۔ویسے بھی دوستی کا اگر میں حق ادا نہ کر سکوں تو کیا میں دوست کہلانے کے قابل رہ سکتا ہوں؟؟؟؟

عرزم نے سنجیدگی سے آخری بات پوچھی تھی۔۔۔

تو کیا جھوٹ بولا تھا روحی نے؟؟ جو حقیقت تھی وہی تو بیان کی تھی۔۔۔اور ویسے بھی تم کب تک میرے لئے لڑو گے؟؟؟

جب تک مجھے یہ نہیں لگتا کہ تم خود لڑنے کے قابل ہو۔۔۔اور پلیز یار اب یہ سیریس باتیں بند کرو اور کچھ کھانے کا آرڈر دو۔۔۔مجھے بھوک لگ رہی ہے۔۔۔

عرزم کے بات بدلنے پر زیام نے اسے گھورا۔۔۔

تم ہمیشہ یہی کرتے ہو۔۔۔

زیام نے دانت پیس کر کہا۔۔۔

یار۔۔۔زیمی۔۔۔بل میں پے کر دوں گا لیکن پلیز آرڈر تم دو۔۔۔۔

زیام نے اپنا سر نفی میں ہلایا اور آرڈر کے لئے کیفے میں موجود ایک لڑکے کو بلایا۔۔

عرزم نے ایک نظر تھوڑے فاصلے پر بیٹھی رحاب کو دیکھا جو مسکرا کر نتاشا سے باتیں کر رہی تھی۔۔۔

لگتا ہے رات کی ڈوز کا اثر ہوا ہے۔۔۔ چلو اچھا ہے اب پنگا نہیں لے گی۔۔۔

عرزم نے سوچا اور پھر زیام کی طرف متوجہ ہو گیا۔۔۔۔۔

\-------------------------------------

ماضی۔۔۔

جہانگیر تم بات کو کیوں نہیں سمجھ رہے ؟؟؟ مجھے یہ بے بی نہیں چاہیے۔۔۔ ویسے بھی ہماری فیملی مکمل ہے۔۔۔

شاویز اور شمائل کافی ہیں ہمارے لئے۔۔۔۔

پلیز نائلہ۔۔۔ مجھے اب مزید کچھ نہیں سننا۔۔۔ میں کل بھی تمہیں بتا چکا تھا ہمارا بچہ اس دنیا میں آئے گا مطلب آئے گا۔۔۔ اور ویسے بھی میں اللہ کا ناشکرا بندہ نہیں بن سکتا۔۔۔

جہانگیر علوی نے سرد لہجے میں جواب دیا۔۔۔

جہانگیر تم۔۔۔۔

پلیز نائلہ اس بات کو یہیں ختم کرو۔۔۔ اور میری ایک بات دھیان سے سن لو اگر اس بچے کو کچھ بھی ہوا تو میں تمہیں شاویز اور شمائل کی زندگی سے بھی الگ کر دوں گا۔۔۔ اسے میری دھمکی مت سمجھنا کیونکہ تم جانتی ہو جہانگیر علوی ہر حال میں الفاظ پر قائم رہتا ہے چاہے اسے بعد میں پچھتانا کیوں نا پڑے۔۔۔

جہانگیر نے یہ بول کر بیڈ کی دوسری سائیڈ پر کروٹ لی جبکہ نائلہ نے نم آنکھوں سے جہانگیر کی پشت کو دیکھا تھا۔۔۔

دراب علوی کے دو بیٹے تھے جہانگیر علوی اور ظہیر علوی۔۔۔ دونوں ہی بہت قابل اور ذہین تھے۔۔۔ جہانگیر پڑھ لکھ کر وکالت کی طرف چلا گیا جبکہ ظہیر نے اپنے باپ کے ساتھ مل کر بزنس سنبھالا۔۔

دراب علوی نے اپنے ایک دوست کی بیٹیوں سے دونوں کا رشتہ طے کر دیا جن کا نام نائلہ اور رابعہ تھا۔۔۔ دونوں نے بنا کوئی اعتراض کئے باپ کے فیصلے پر سر جھکا دیا۔۔ شادی کے تقریبا دو ماہ بعد ہی دراب علوی ہارٹ اٹیک کے باعث اس دنیا سے چلے گئے۔۔۔ جہانگیر علوی اور ظہیر علوی دونوں ہی ان کے جانے سے ٹوٹ گئے تھے۔۔۔ اپنے باپ کی خواہش پر دونوں ایک ہی گھر میں رہتے تھے۔۔۔

دونوں بھائیوں محبت واقعی مثالی تھی۔۔۔ ظہیر علوی نے جہاں بزنس میں اپنا نام بنایا وہیں جہانگیر علوی نے وکالت میں اپنا آپ منوایا تھا۔۔ دونوں بھائی خوش تھے۔۔۔ اللہ نے جہانگیر علوی کو دو بچوں سے نوازہ تھا ایک بیٹا شاویز اور ایک بیٹی شائل تھی جبکہ ظہیر علوی کی ایک بیٹی نمرہ تھی جو شائل سے دو ماہ بڑی تھی۔۔۔ نائلہ ایک پڑھی لکھی لڑکی تھی اس لئے اس نے جہانگیر سے مشورہ کر کے شاویز اور شائل کی پیدائش کے بعد اپنا کریئر بنانے کا فیصلہ کیا۔۔۔ وہ ایک فیشن ڈیزائنر بننا چاہتی تھی۔۔۔ لیکن جب کل اسے ڈاکٹر نے ایک بار پھر سے ایکسپیکٹ کرنے کی خبر سنائی تھی وہ تب سے پریشان تھی کیونکہ وہ اپنا کریئر ہر حال میں بنانا چاہتی تھی۔۔۔ اس لئے اس نے جہانگیر سے ابارشن کی بات کی لیکن جہانگیر نے سخت لفظوں میں اسے انکار کر دیا۔۔۔ جہانگیر جانتا تھا وہ اپنے کریئر کو لے کر فکر مند ہے اس لئے بول رہی ہے لیکن جہانگیر اپنے بچے کو قربان نہیں کر سکتا تھا۔۔۔

\-

حال۔۔۔۔۔۔

تم یونیورسٹی نہیں آرہے ہو۔۔۔ اور اب دوبارہ مجھے کال کر کے ڈسٹرب مت کرنا۔۔۔ میں واپسی پر ملتا ہوں تم سے۔۔۔

زیام نے سختی سے اسے منع کیا تھا کیونکہ صبح ہی فائزہ بیگم نے اسے کال کر کے بتایا تھا کہ عرزم کو کافی تیز بخار ہے۔۔۔ اور وہ یونی جانے کی ضد کر رہا ہے۔۔۔ اور زیام کے علاوہ کوئی بھی اس سے اپنی بات نہیں منوا سکتا تھا۔۔۔

زیام کال بند کر کے بس سٹاپ پر پہنچا کیونکہ عرزم روز اسے پک کرتا تھا اور آج وہ نہیں آیا تھا اس لئے اسے آج اکیلے ہی جانا تھا۔۔۔

جیسے ہی بس آئی وہ بس میں سوار ہوا۔۔۔ بیٹھنے کی جگہ نہیں تھی تو اس نے یونیورسٹی تک کا سفر کھڑے ہو کر کیا۔۔۔ یونیورسٹی سے کافی فاصلے پر وہ اترا۔۔۔ جیسے جیسے یونیورسٹی قریب آرہی تھی اس کا دل عجیب انداز میں گھبرا رہا تھا جسے وہ سمجھنے سے قاصر تھا۔۔۔

وہ یونیورسٹی میں جیسے ہی داخل ہوا سب اسے معمول کی طرح ہی لگا۔۔۔ لیکن کچھ تھا جو اسے کھٹک رہا تھا۔۔۔ وہ سیدھے کلاس روم کی طرف گیا۔۔۔ ابھی اسے کچھ ہی دیر ہوئی تھی کلاس روم میں بیٹھے جب رحاب نتاشا کے ساتھ کلاس میں آئی۔۔۔ جیسے ہی رحاب نے زیام کو دیکھا تو مسکرائی۔۔۔ جواب میں زیام بھی مسکرا دیا۔۔۔

نتاشا تم بیٹھو میں آتی ہوں۔۔۔

رحاب یہ بول کر زیام کے پاس چلی گئی جو پچھلی سیٹ پر بیٹھا تھا۔۔۔

گڈ مارننگ۔۔۔ زیام۔۔۔

رحاب مسکرا کر بولی۔۔

مارننگ۔۔۔۔

زیام نے بھی مسکرا کر جواب دیا۔۔۔

کیسے ہو؟؟؟

الحمد اللہ میں بالکل ٹھیک آپ سنائیں۔۔۔۔

میں بھی ٹھیک ہوں۔۔۔ تم آج اکیلے۔؟؟؟ تمہارا دوست نہیں نظر آ رہا۔؟؟؟

اس کے طبیعت تھوڑی خراب ہے اس لئے وہ آج چھٹی پر ہے۔۔۔

اووو۔۔۔ کیا زیادہ خراب ہے طبیعت؟؟؟

رحاب نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔۔۔۔

نہیں بس بخار ہے۔۔۔ انشاء اللہ کل تک ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔

زیام کے لہجے میں عرزم کے لئے بہت زیادہ محبت تھی۔۔۔

اللہ کرے۔۔۔۔

رحاب بولی۔۔۔

آپ کی نیک تمنائوں کا شکریہ۔۔۔

ڈونٹ بی فارمل یار۔۔۔ ہم کلاس فیلوز ہیں تو یہ آپ جناب کی طرح بات مت کرو۔۔۔

او کے آئی ول ٹرائی۔۔۔۔۔

زیام نے مسکرا کر جواب دیا۔۔۔

کیا ہم دوست بن سکتے ہیں ؟؟؟

تھوڑی دیر خاموشی کے بعد رحاب نے پوچھا۔۔۔

آپ ایک اچھی لڑکی ہیں رحاب۔۔۔ میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے آپ کسی مشکل میں گرفتار ہوں۔۔ اس لئے معذرت۔۔۔ میں عرزم کے علاوہ کسی سے دوستی نہیں کر سکتا اور نا ہی کرنا چاہتا ہوں۔۔۔

ایم سوری اگر تمہیں برا لگا۔۔۔

زیام نے رحاب کا سپاٹ چہرہ دیکھ کر کہا۔۔۔

اٹس او کے۔۔۔ مجھے لگا تھا تم نے میری معذرت قبول کر لی ہو گی لیکن میں غلط تھی تم نے شاید اس دن والی بات کو دل پر لگا لیا ہے۔۔۔ اس لئے تم مجھ سے دوستی نہیں کرنا چاہتے۔۔۔۔

رحاب سنجیدگی سے بولی اور وہاں سے جانے لگی جب زیام نے اسے پکارا۔۔۔

رحاب۔۔۔ ایسی کوئی بات نہیں۔۔۔ تو پھر میں دوستی پکی سمجھوں ؟؟؟؟

رحاب خوشی سے بولی۔۔۔

جبکہ زیام کو اس وقت عرزم کی کمی شدید محسوس ہوئی تھی کیونکہ وہ اس طرح کے معاملات آسانی سے ہینڈل کر لیتا تھا۔۔۔

زیام نے فقط اپنا سر اثبات می ہلایا اور منہ سے صرف اتنا ہی بولا۔۔۔۔

او کے۔۔۔۔

شکریہ زیام۔۔۔ مجھے امید ہے ہماری دوستی یادگار رہے گی۔۔۔

رحاب کے چہرے پر عجیب سی چمک تھی جبکہ زیام نے صرف مسکرانے پر اکتفا کیا تھا۔۔۔

اچھا لیکچر کے بعد ملتے ہیں۔۔۔

رحاب یہ بول کر وہاں سے اپنی سیٹ پر چلی گئی جبکہ زیام نے اپنا موبائل نکال کر سامنے کیا اور اپنی اور عرزم کی کور پک دیکھ کر بولا۔۔۔

ہوپ سو کہ میں نے کچھ غلط نہیں کیا۔۔۔۔

جبکہ سر کے آنے پر وہ لیکچر کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔۔۔۔

\-------------

اگلے دن عرزم کا بخار اترا تو نہیں لیکن کم ضرور ہو گیا تھا اس لئے وہ زیام کی بھی سنے بغیر آج یونیورسٹی آ گیا تھا۔۔۔

\---

صبح سے وہ مسلسل بیٹھے کچھ اکتا سا گیا تھا اس لئے وہ شاویز کے کلاس میں آنے سے پہلے ہی زیام کو بتا کر باہر نکل گیا۔۔۔۔

رحاب نے جیسے ہی زیام کو اکیلا دیکھا اس کے پاس پیچھے آ گے اور عرزم کی جگہ پر بیٹھ گئی۔۔۔۔

ہیلو زیام۔۔۔۔ کیسے ہو؟؟؟

میں ٹھیک ہوں تم سنائو؟؟؟

زیام نے مسکرا کر پوچھا۔۔۔

میں بالکل فٹ۔۔۔

گڈ۔۔۔۔

اس سے پہلے ان دونوں میں مزید بات چیت ہوتی شاویز کلاس میں آ گیا۔۔۔ سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔۔۔

شاویز کی نظر جیسے ہی زیام کے ساتھ بیٹھی رحاب پر پڑی اس کا چہرہ سپاٹ ہو گیا۔۔ زیام نے یہ چیز باخوبی نوٹ کی تھی۔۔۔ لیکچر کے دوران بھی کافی بار رحاب اور زیام کو مسکراتے دیکھ چکا تھا۔۔ لیکن اس نے نظر انداز کیا۔۔ جیسے ہی لیکچر ختم ہوا شاویز نے زیام کو پکارا۔۔۔

زیام علوی۔۔۔۔

یس سر۔۔۔۔

زیام نے نرمی سے مسکراتے ہوئے کہا۔۔۔

مجھے آپ سے کچھ کام ہے تو آپ مجھے ٹھیک پانچ منٹ بعد میرے آفس میں ملیں۔۔۔

شاویز یہ بول کر وہاں سے چلا گیا جبکہ زیام نے مسکرا کر اس کی پشت کو دیکھا تھا۔۔

تم سر کی بات سن آئو پھر ہم لوگ کیفے میں ملتے ہیں۔۔

رحاب نے مسکرا کر کہا اور وہاں سے چلی گئی۔۔۔۔

زیام نے جیسے ہی شاویز کے آفس کا دروازہ ناک کیا اندر سے آواز آئی۔۔۔

کمنگ۔۔۔۔

شاویز جو کسی کتاب کی ورق گردانی کر رہا تھا نے سامنے کھڑے زیام کو دیکھا اور سنجیدگی سے بولا۔۔۔۔

جو لوگ بڑی خواہشیں کرتے ہیں وہ شاید اپنی اصلیت بھول جاتے ہیں۔۔ خواہش تب ہی پوری ہوتی ہے جب اسے حاصل کرنے کی آپ میں ہمت ہوتی ہے۔۔۔ اور زیام علوی اپنی اوقات سے اونچی پرواز اڑنے کی کوشش مت کرنا ورنہ منہ کے بل گروگے اور میرا یقین مانو تمہیں سنبھالنے والا کوئی نہیں ہو گا۔۔۔۔

شاویز نے جتنی سنجیدگی سے کہا تھا زیام نے اتنی نرمی سے مسکراتے ہوئے اسے جواب دیا۔۔۔

کسی شے کو حاصل کرنے کا ارادہ اور قوت ہو تو وہ آپکی طلب بن جاتی ہے۔۔ اکنامکس کے مطابق تو یہی تعریف پڑھی تھی میں نے لیکن وہ کیا ہے نا بھائی اگر انسان خواہش نہیں کرے گا تو وہ اللہ سے امید کیسے باندھے گا۔۔۔

مجھے منہ کے بل گرنے سے پہلے وہ سنبھالنے والا کوئی نا کوئی تو ضرور بھیجے گا۔۔۔ اور یہ میری امید نہیں بلکہ یقین ہے

اب آپ بتائیں گے کہ آپ نے مجھے کیوں بلایا ہے سر؟؟؟؟

زیام علوی تم جانتے ہو اگر یہاں پر میں تمہاری حقیقت کے بارے میں بتا دوں تو تمہارے ساتھ کیا ہو گا؟؟؟

میں بتاتا ہوں۔۔۔ یہ جو لڑکیاں تمہارے آس پاس ہیں نا یہی سب سے پہلے تمہاری ذات کی دھجیاں بکھیریں گی اس لئے بہتر ہے کہ تم خود کو اپنی ذات تک محدود رکھو۔۔۔

یہ دھمکی ہے؟؟؟؟

زیام کو پہلی دفعہ اس کے بے حس بننے پر رونا آرہا تھا۔۔۔

نہیں یہ صرف دھمکی نہیں بلکہ ایک حقیقت بھی ہے۔۔۔

شاویز نے مسکرا کر کہا تو زیام نے نے اپنا سر نفی میں ہلایا۔۔۔

آپ ہر بار کی طرح اس بار بھی مجھے توڑنے کہ نئے حربے استعمال کر رہے ہیں۔۔۔ یاد رکھئے گا اس بار آپ مجھے توڑ نہیں سکیں گے کیونکہ اس بار میں آپکا ڈر آپکو لوٹاؤں گا۔۔۔ اگر میری سچائی کھلی تو ایک سچ یہ بھی تو ہے کہ شاویز علوی میرا بڑا بھائی ہے۔۔۔ اگر کانٹے میرے راستے میں ہوں گے تو پھول تو میں آپ کے راستے میں بھی نہیں رہنے دوں گا۔۔۔ اٹس یور برادر پرامس۔۔۔

زیام نے شاویز کی آنکھوں میں دیکھ کر سرد لہجے میں کہا تو شاویز نے خود کو کنٹرول کرتے ہوئے اسے سرخ آنکھوں سے گھورا۔۔۔

اگر گدھا چار دن شیر کے ساتھ رہے تو وہ شیر نہیں بن جاتا مسٹر زیام علوی۔۔۔

شاویز کا اشارہ اس کی اور عرزم کی دوستی کی طرف تھا۔۔۔

ٹھیک کہا آپ نے سر۔۔۔ لیکن وہ کیا ہے نا شیر کے ساتھ رہنے سے گدھے کو شکار کرنا تو آہی سکتا ہے یہ بات اچھے سے یاد رکھیے گا۔۔۔ میں ہر بار معاف کر دوں گا غلطی سے بھی یہ سوچ اپنے ذہن میں مت لایئے گا کیونکہ میں واقعی بار بار معاف کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتا۔۔۔

زیام یہ بول کر وہاں سے چلا گیا جبکہ شاویز شاکڈ نظروں سے اس کی پشت دیکھ کر رہ گیا تھا۔۔۔۔

یہ کبھی بھی مجھے نہیں سمجھ سکتا۔۔۔

شاویز بڑبڑایا اور سر جھٹک کر اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔۔۔

رحاب کب سے کیفے میں نتاشا کے ساتھ بیٹھی قہقہے لگا کر ہنس رہی تھی اور عرزم کوفت سے اس کی آواز کو برداشت کر رہا تھا۔۔۔

یا اللہ اس بلا کی آواز بند کر دے۔۔۔

آمین۔۔۔

عرزم نے دل میں دعا مانگی اور خود ہی آمین بول کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔۔۔۔

لائک سیریسلی۔۔۔ کوئی اتنا کیسے ہنس سکتا ہے۔۔۔ میں تو کبھی زندگی میں اتنا خوش نہیں ہوا۔۔۔ خیر مجھے تو یہی نہیں معلوم کہ میں آخری دفعہ خوش کب ہوا تھا؟؟؟

عرزم رحاب کے چہرے کو مسلسل دیکھ کر دل ہی دل میں خود سے سوال جواب کر رہا تھا۔۔۔

رحاب جو کب سے اپنے اوپر کسی کی نظروں کی تپش محسوس کر رہی تھی نے ایک دم اپنے دائیں طرف گردن گھمائی تو عرزم کو خود کو دیکھتا پایا۔۔۔

رحاب نے پہلے تو اگنور کرنا چاہا لیکن جیسے ہی اس کی نظر عرزم کی براؤن آنکھوں میں بڑھتی سرخی پر پڑی وہ چونک گئی تھی۔۔۔ کیونکہ اس کی آنکھیں عجیب سے تاثر سے چمک رہی تھیں۔۔۔

عرزم نے رحاب کے دیکھنے پر اپنے تاثرات یک دم ہی سنجیدہ کئے اور پھر سر جھکا گیا۔۔۔

رحاب نے بھی نظروں کا زاویہ بدل لیا لیکن کچھ تھا جو اسے بے چین کر گیا تھا۔۔۔ ان سرخ آنکھوں کی چمک میں وہ شاید خود کو بھول گئی تھی۔۔۔

لاحول ولا قوت۔۔۔

روحی کیا ہو گیا ہے تجھے۔۔۔ ایسے بھی کوئی دیکھتا ہے کسی کو؟؟؟ نجانے کیا سوچ رہا ہو گا سڑیل۔۔۔ مجھے کیا جو بھی سوچے۔۔۔ میری آنکھیں میری مرضی۔۔۔ ہاں میں جہاں مرضی دیکھوں۔۔۔ اسے کیا۔۔۔

رحاب خود سے بڑبڑائی تو نتاشا نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔۔۔

روحی کیا بول رہی ہو؟؟؟

کچھ نہیں تاشی۔۔۔ تو آرڈر کر میں ابھی آئی۔۔۔

رحاب یہ بول کر وہاں سے اٹھی اور جیسے ہی کیفے سے باہر نکلنے لگی راستے میں پڑے پتھر پر اس کا پاؤں اٹکا اور اس سے پہلے وہ گرتی زیام نے بروقت اسے سنبھالا تھا۔۔۔ زیام کے دونوں بازو اس کے گرد حصار کھینچ گئے تھے جبکہ

رحاب نے اپنے دونوں بازو اس کی گردن میں حائل کئے تھے۔۔۔ یہ سب اتنا اچانک ہوا کہ دونوں ہی سمجھ نا سکے۔۔۔ رحاب نے ایک نظر زیام کو دیکھا اور پھر سنبھل کر اس سے علیحدہ ہوئی۔۔۔

ایم سوری۔۔

رحاب غصے اور حیا کے ملے جلے تاثرات اور سرخ چہرے کے ساتھ بولی۔۔۔

اٹس اوکے۔۔۔۔

زیام بمشکل مسکرا کر بولا۔۔۔ اور وہاں سے کیفے کے اندر چلا گیا۔۔۔ جبکہ رحاب کو اس کی مسکراہٹ میں موجود نمی کا احساس شدت سے ہوا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔ ❤️

ماضی

جہانگیر بہت خوش تھا کہ نائلہ نے اس کے بات مان لی ہے۔۔۔ لیکن شاید وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ اس کی خاموشی کیا رنگ لانے والی ہے۔۔۔

جیسے جیسے ڈلیوری ڈیٹ قریب آرہی تھی جہانگیر کی خوشی میں اضافہ ہو رہا تھا۔۔۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ اپنے باقی بچوں سے محبت نہیں کرتا تھا لیکن اپنے اس بچے سے وہ کچھ زیادہ ہی محبت کر رہا تھا جس نے اس دنیا میں ابھی آنکھیں ہی نہیں کھولی تھیں۔۔۔۔

نائلہ جہانگیر کی طرح خوش نہیں تھی۔۔۔ البتہ اس نے ایک شرط رکھی تھی کہ وہ اس بچے کو نہیں پالے گی۔۔۔
جہانگیر کو پہلے تو کافی افسوس ہوا لیکن بعد میں یہ سوچ کر چپ ہو گیا کہ وقت کے ساتھ ساتھ وہ خود ہی ٹھیک ہو جائے گی کیونکہ کوئی بھی ماں اپنے بچے کے لئے سخت نہیں ہو سکتی۔۔۔ لیکن وہ نہیں جانتے تھے ان کی ہر سوچ غلط

ثابت ہونے والی ہے۔۔۔ وقت کا کام ہے گزرنا سو وہ گزر رہا تھا۔۔ پھر آخر وہ دن بھی آ ہی گیا جب نائلہ کو درد کے باعث ہاسپٹل لایا گیا۔۔۔

جہانگیر ہاسپٹل کے کوریڈور میں ٹہل رہا تھا اور نائلہ کی سلامتی کی دعائیں مانگ رہا تھا۔۔

لیڈی ڈاکٹر جیسے ہی آپریشن تھیٹر سے باہر آئی جہانگیر بھاگ کر اس کی جانب گیا اور بولا۔۔

ڈاکٹر میری وائف کیسی ہیں؟؟؟؟

مسٹر جہانگیر وہ اور بے بی بالکل ٹھیک ہیں ہم تھوڑی دیر تک انہیں روم میں شفٹ کر دیں گے پھر آپ ان سے مل لیجیے گا۔۔۔ لیکن اس سے پہلے مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے آپ پلیز میرے ساتھ آئیں۔۔

ڈاکٹر نے پروفیشنل انداز میں کہا اور وہاں سے اپنے کیبن کی طرف چلی گئی۔۔۔ جبکہ جہانگیر پریشانی سے ڈاکٹر کے پیچھے چل پڑا۔۔۔

بیٹھیں۔۔۔

ڈاکٹر نے ایک کرسی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔۔۔

جہانگیر نے نشست پر بیٹھتے ہی استفسار کیا۔۔

ڈاکٹر سب ٹھیک ہے نا؟؟؟؟

مسٹر جہانگیر۔۔۔ آپ شاید اللہ کے بہت ہی نیک بندے ہیں جو اللہ نے آپکو اپنی آزمائش کے لئے چنا ہے۔۔۔ میں بس دعا کروں گی کہ اللہ آپکو استقامت اور ہمت دے۔۔۔

ڈاکٹر سب ٹھیک ہے نا؟؟؟؟

جہانگیر نے ڈاکٹر کی بات درمیاں میں ہی کاٹ کر ایک بار پھر اپنا سوال دہرایا۔۔۔

ویسے تو سب ٹھیک ہے لیکن۔۔۔

لیکن کیا ڈاکٹر؟؟؟؟

جہانگیر کا اضطراب حد سے بڑھ رہا تھا۔۔۔

مسز نائلہ علوی کی کنڈیشن ایسی تھی کہ ہمیں ان کا آپریٹ کرنا پڑا۔۔ آپریشن کے دوران کافی کمپلیکیشنز ہوئیں اور مجھے یہ بات بتاتے ہوئے افسوس ہو رہا ہے کہ اب وہ کبھی کنسیو نہیں کر سکیں گی۔۔۔۔

جہانگیر کا رنگ ایک پل میں فق ہوا تھا۔۔۔ لیکن جلد ہی اس نے اپنے اعصاب پر قابو پالیا تھا۔۔۔

یہ اللہ کی مرضی ہے اور میں اس کی رضا میں راضی ہوں۔۔۔۔

سامنے بیٹھی لیڈی ڈاکٹر نے کافی حیرانگی سے جہانگیر کو دیکھا تھا۔۔۔

ایک اور بات بتانی تھی آپکو مسٹر جہانگیر۔۔۔۔۔

ڈاکٹر نے ایک نظر جہانگیر کو دیکھ کر کہا۔۔۔۔

جی بولیں۔۔۔۔

جہانگیر سپاٹ چہرے سے بولا۔۔۔۔

جواب میں جو ڈاکٹر نے اسے بتایا وہ سن کر جہانگیر علوی کو اپنا سانس بند ہوتا محسوس ہوا تھا۔۔۔

ضبط کی سرخی آنکھوں میں واضح پھیل چکی تھی۔۔۔ وہ سر جھکا گیا تھا۔۔۔۔

کیا نائلہ قبول کر لے گی؟؟؟؟

جہانگیر نے خود سے سوال کیا لیکن اس کا جواب وہ پہلے سے جانتا تھا۔۔۔

ڈاکٹر نے ایک افسوس بھری جہانگیر پر ڈالی اور پھر کیبن سے باہر چلی گئی۔۔۔ جبکہ جہانگیر علوی قسمت کی ستم ظریفی پر بچوں کی طرح بلک بلک کر رویا تھا۔۔۔۔

حال

کیا بات ہوئی تھی تیری آج شاویز سر سے ؟؟؟؟

رحاب اور عرزم چھٹی کے بعد پارکنگ کی طرف جا رہے تھے جب عرزم نے نارمل لہجے میں پوچھا۔۔۔

کچھ خاص نہیں یار۔۔۔۔ تو بتا طبیعت کیسی ہے اب ؟؟؟؟

زیام نے بات کو ٹالنے کی کوشش کی جو کہ بیکار تھی۔۔۔

اگر تو بات ٹالنے کی کوشش کر رہا ہے تو بیکار ہے زیمی کیونکہ اگر تم مجھے نہیں بتائو گے تو میں تمہارے بھائی سے جا کر پوچھ لوں گا۔۔۔

عرزم نے اس کے سامنے آ کر اس کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا۔۔۔

تم ہر دفعہ مجھے بلیک میل کرتے ہو عرزی۔۔۔۔۔

زیام نے گویا ہار مانتے ہوئے کہا۔۔۔

آہاں۔۔۔ تصیح کر لو۔۔۔ صرف تمہارے گھر والوں کے معاملے میں ایسا کرتا ہوں۔۔۔ اب بولو کیا کہا ڈاکٹر شاویز نے ؟؟؟؟

جواب میں زیام نے اسے الف سے لے کر یے تک ساری بات بتا دی لیکن رحاب سے دوستی کی بات کو گول کر گیا

عرزم نے اسے کافی شاکڈ نظروں سے دیکھا کیونکہ وہ زیام سے اتنی بہادری کی توقع نہیں کر سکتا تھا۔۔۔

تو نے سچ میں اس ڈاکٹر (شاویز) سے یہ کہا؟؟؟؟

تو یقین نا کرنے والی کونسی بات ہے؟؟؟

زیام نے عرزم کو گھورا تھا۔۔۔

نہیں مطلب ڈاکٹر شاویز نے چپ چاپ یہ برداشت کر لیا۔۔

عرزم اس کے گھورنے پر گڑبڑا کر بولا۔۔۔

جب بات صرف میری ہوتی ہے میں خاموش ہو جاتا ہوں عرزی لیکن جہاں بات ہماری دوستی یا تمہارے اوپر آئے گی میں برداشت نہیں کروں گا۔۔۔۔۔

زیام کا لہجہ عرزم کے لبوں پر مسکراہٹ بکھیر گیا تھا۔۔۔۔

اچھا یہ سب چھوڑو اور مجھے یہ بتائو کہ اس لڑکی سے جسٹ سلام دعا کی حد تک تعلق ہے نا تمہارا؟؟؟؟

عرزم نے رحاب کے متعلق پوچھا۔۔

کیا مطلب ہے تمہارا؟؟؟

زیام نے نظریں چرا کر پوچھا۔۔۔

زیمی مطلب صاف ہے۔۔۔ میں کسی تیسرے کو ہمارے درمیان برداشت نہیں کروں گا۔۔۔۔۔

عرزم نے اس کا نظریں چرانا دیکھ لیا تھا اس لئے ذرا سخت الفاظ میں بولا۔۔۔

اور اگر کل کو تیری بیوی آگئی تو کیا پھر تو مجھے یاد رکھے گا؟؟؟

زیام نے مسکرا کر شرارت سے پوچھا۔۔

تمہیں کس نے کہا ہے کہ میں شادی کروں گا۔۔۔جو چیز تم سے دوری کا باعث بنے وہ مجھے اپنی زندگی میں شامل کرنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔۔۔۔۔۔۔

عزم یہ بول کر گاڑی میں بیٹھ گیا جبکہ زیام کا منہ کھل گیا تھا اس کی بات پر۔۔۔۔

وہ جلدی سے فرنٹ سیٹ پر بیٹھا اور عزم کو گھورنے لگا جبکہ عزم خاموشی سے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔۔۔

کیا ہے گھور کیوں رہے ہو؟؟؟؟

عزم نے اسے مسلسل خود کو دیکھتے پا کر پوچھا۔۔۔

مجھے تمہارے بچوں کا چچا بننا ہے وہ بھی ہر حال میں۔۔۔ سمجھے تم۔۔۔

زیام دانت پیس کر بولا۔۔۔

اوووہو۔۔۔تو اس کے لئے کونسا شادی ضروری ہے۔۔۔وہ۔۔۔

ابھی اس کی بات منہ میں تھی جب زیام نے اس کی بات کاٹ دی اور بولا۔۔۔۔

گاڑی روک۔۔۔

عزم نے ایک نظر اس کے سخت تاثرات دیکھے اور پھر جلدی سے گاڑی کو روڈ کی ایک سائیڈ پر کھڑا کر دیا۔۔۔۔

جیسے ہی گاڑی رکی زیام نے عزم کی پٹائی شروع کر دی۔۔۔جب وہ مار مار کر تھک گیا تو بولا۔۔۔۔

کمینے انسان۔۔۔ آئندہ اگر اس قسم کا مذاق کیا نا تو تجھے چلتی گاڑی سے دھکا دے دوں گا۔۔۔

عزم جو پہلے ہی بخار سے جل رہا تھا اب مزید نڈھال ہو گیا۔۔۔

میں بیمار ہوں۔۔۔

عزم نے جیسے اسے اطلاع دی۔۔۔

تو۔۔۔۔۔

زیام نے اسے گھور کر پوچھا۔۔۔

تو تمہیں مجھے مارنا نہیں چاہیے تھا۔۔۔۔۔

عرزم دوبارہ گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے معصومیت کے سارے ریکارڈ توڑ کر بولا۔۔۔

بیمار تھا اسی لئے میں لحاظ کر گیا۔۔۔

یہ لحاظ تھا۔؟؟؟؟

عرزم نے اپنے چہرے کی طرف اشارہ کیا جہاں دونوں گالوں پر اس کے تھپڑوں کے نشانات واضح ہو رہے تھے۔۔۔

ہاں اب اتنا سا لحاظ تو میں کر ہی سکتا ہوں آفٹر آل اتنے سالوں کی دوستی ہے ہماری۔۔۔۔۔

زیام کی بات پر عرزم کے لبوں پر ایک جاندار مسکراہٹ آئی تھی۔۔۔

تو ایک نمبر کا ڈیش انسان ہے سالے۔۔۔۔۔۔

شکریہ اطلاع کے لئے۔۔۔

زیام نے مسکرا کر کہا تو عرزم نے اپنا سر نفی میں ہلایا۔۔۔

اور گاڑی ڈرائیو کرنے لگا۔۔۔۔

ڈیڈ ہم لوگ کب جا رہے ہیں شمائل بھابھی سے ملنے؟؟؟؟

رات کے کھانے کے بعد سب لائونج میں بیٹھے چائے پی رہے تھے جب رحاب نے حسن نیازی سے پوچھا۔۔۔

اس کی بات پر جہاں حسن اور اجالا کے چہرے پر مسکراہٹ آئی تھی وہیں حاشر نے اسے گھورنے کی ناکام کوشش کی تھی۔۔۔

جب میرا بچہ بولے۔۔۔

تو ٹھیک ہے کل سنڈے ہے ہم لوگ کل ہی جا رہے ہیں ان کے گھر۔۔۔

رحاب دونوں ہاتھوں سے تالی بجا کر ایکسائیٹڈ ہوتے ہوئے بولی۔۔۔۔

کل۔۔۔ لیکن کل تو میری ایک میٹنگ ہے۔۔۔

حسن نیازی کی بات پر رحاب منہ بسور کر بولی۔۔۔۔۔

ناٹ فیئر ڈیڈ۔۔۔

او کے فائن۔۔۔ ہم لوگ کل انشاء اللہ چلتے ہیں آپ کی بھابھی سے ملنے۔۔۔ ویسے روحی اگر تمہیں بھابھی پسند نہ آئی تو پھر کیا کرو گی۔۔۔؟؟؟

حسن نیازی مذاق میں بولے۔۔۔

تو کیا پھر میں ڈھونڈوں گی نئی بھابھی۔۔۔

رحاب کی بات پر جہاں چائے پیتے حاشر کو اچھو لگا وہیں حسن اور اجالا نے اس کے چہرے کو دیکھا تھا۔۔۔

تم مذاق کر رہی ہو؟؟؟؟

حاشر نے بے یقینی سے پوچھا۔۔۔

نہیں بالکل سنجیدہ ہوں۔۔۔

رحاب بمشکل اپنی مسکراہٹ چھپاتے ہوئے بولی۔۔۔

یار تم اپنے بھائی کی نظر سے دیکھو گی تو تمہیں وہ اچھی لگے گی۔۔۔

حاشر جلدی سے بولا۔۔۔

اگر میں اسے آپکی نظر سے دیکھوں گی نا بھائی تو مجھے وہ اچھی لگے گی کیونکہ آپکی وہ محبت ہے۔۔۔اور آپکی محبت سے محبت کرنا رحاب حسن کا فرض ہے سوڈونٹ وری ریجیکشن کا کوئی چانس نہیں۔۔۔

رحاب نے مسکراتے ہوئے حاشر کے گلے میں بازو ڈال کر اپنی بات مکمل کی۔۔۔

حاشر نے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔۔۔

آئی نو میری جان۔۔۔اینڈ تھینکس۔۔۔

حاشر اور رحاب ہم دونوں بھی یہاں موجود ہیں۔۔۔

حسن نیازی نے مصنوعی ناراضگی سے دونوں کو دیکھ کر کہا تو دونوں نے ایک نظر انہیں دیکھا اور پھر ایک ساتھ قہقہہ لگایا۔۔۔

ڈیڈ۔۔۔آئی تھینک کہ آپ جیلس ویلس فیل کر رہے ہیں۔۔۔

حاشر شرارت سے بولا۔۔۔تو حسن نیازی نے اسے گھورا اور دانت پیس کر بولے۔۔۔

مجھے جیلس ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔میری بیوی کافی ہے مجھ سے محبت کرنے کے لئے۔۔۔کیوں مسز نیازی کرتی ہیں نا مجھ سے محبت؟؟؟؟

حسن نیازی نے پاس بیٹھی اجالا کو اپنے حصار میں لے کر پوچھا۔۔۔جہاں حاشر نے ہوٹنگ کی وہیں رحاب اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔۔۔کیونکہ وہ کم از کم اپنے باپ کے دل میں موجود اجالا کی محبت نہیں دیکھ سکتی تھی۔۔۔

۔۔۔۔زیام جاگنگ کر کے واپس آیا تو اسے گھر میں معمول سے زیادہ چہل پہل دکھائی دے رہی تھی۔۔۔نائلہ بیگم بھی خلاف معمول آج صبح ہی آٹھ گئی تھیں اور گارڈن میں کھڑی ہو کر ملازموں کو ہدایت دے رہی تھیں۔۔۔

خان بابا۔۔۔آج مجھے شکایت کا کوئی موقع نہیں ملنا چاہیے آج ہماری فیملی کے لئے خاص دن ہے اور۔۔

ابھی نائلہ کی بات منہ میں تھی جب اس کی نظر زیام پر پڑی جو مسلسل مسکرا کر انہیں دیکھ رہا تھا۔۔نائلہ بیگم کی پیشانی پر ایک دم ان گنت بلوں کو اضافہ ہوا تھا۔۔اور پھر ملازموں کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بولیں۔۔۔

اب آپ سب جائیں اور اپنا کام کریں۔۔۔

سب ملازم جب وہاں سے چلے گئے تو زیام مسکراتے ہوئے نائلہ بیگم کے پاس آیا اور بولا۔۔۔۔

گڈ مارننگ ممی۔۔۔۔۔

مارننگ۔۔۔

نائلہ بیگم نے سپاٹ چہرے سے جواب دیا اور وہاں سے جانے کے لئے پلٹیں لیکن زیام کی آواز نے ان کے قدم روک دیئے۔۔۔۔

میں آج آپ کا چہرہ ایک ہفتے بعد دیکھ رہا ہوں۔۔۔دو منٹ تو رک جائیں۔۔۔

زیام کے لہجے میں موجود دیاسیت نائلہ بیگم نے باخوبی محسوس کی تھی لیکن وہ پتھر دل بنی رہنا چاہتی تھیں۔۔۔

نائلہ بیگم نے زیام کا چہرہ دیکھا اور پھر اپنی آواز کو سرد بناتے ہوئے بولیں۔۔۔۔

آج شمائل کے رشتے کے لئے کچھ لوگ آرہے ہیں۔۔۔اور میں نہیں چاہتی کہ کوئی بدمزگی ہو اس لئے آج یا تو گھر سے باہر رہنا یا انیکسی کے اندر کیونکہ میں نہیں چاہتی کہ تمہارا منحوس سایہ میری بیٹی کی خوشیوں پر پڑے۔۔۔۔۔۔۔

الفاظ سے زیادہ ان کے پتھریلے لہجے نے زیام کے دل کے ہزاروں ٹکڑے کئے تھے۔۔۔۔تکلیف اتنی تھی کہ آنکھوں میں درد نمی بن کر چمکا تھا۔۔۔لیکن جب بولا تو لہجہ میں دنیا جہاں کی محبت سمٹ آئی تھی۔۔۔

بہت زیادہ محبت کرتا ہوں میں آپ سے۔۔۔اور یہ محبت اس لئے نہیں کہ آپ میری ماں ہیں بلکہ اس لئے ہے کہ آپ اس دنیا پر میری جنت ہیں۔۔۔میں واقعی ان خوش نصیبوں میں سے ہوں جن کو جنت میں جانے کے لئے آزمائش سے گزرنا پڑتا ہے اور مجھے یقین ہے میں ایک دن اپنی اس جنت کو حاصل کرلوں گا۔۔۔۔اور آپ بے فکر رہیں میری وجہ سے آپکے گھر کی خوشیوں میں کبھی کمی نہیں ہوگی۔۔۔ہیو آ گڈ ڈے۔۔۔۔

یہ بول کر وہ دو قدم آگے آیا تھا اور بغیر نائلہ بیگم کو چھوئے بغیر ان کی پیشانی پر زندگی میں پہلی دفعہ بوسہ دیا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔

نائلہ بیگم خود کو پگھلنے نہیں دے سکتیں تھی اس لئے وہ پیچھے ہو گئیں تو زیام زخمی سا مسکرایا۔۔۔

دور رہو مجھ سے اور تمہاری ہمت کیسی ہوئی مجھے چھونے کی؟؟؟؟

نائلہ بیگم نے غصے سے سرخ ہوتے ہوئے پوچھا تھا۔۔۔

آپ کی پیشانی پر ممتا کا نور چمکتا ہے میں تو بس اس نور کو محسوس کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔اور رہی چھونے کی بات تو میں آپ کے وجود کا ہی حصہ ہوں ممی مجھے اتنا حق تو ہے۔۔۔۔اور آپ چاہ کر بھی مجھے میرا یہ حق لینے سے نہیں روک سکتیں۔۔۔۔

زیام یہ بول کر وہاں سے چلا گیا تھا جبکہ نائلہ بیگم نے ویران آنکھوں سے اس کی پشت کو دیکھا تھا۔۔۔۔

اپنے روم میں آنے کے بعد زیام کا ضبط جواب دے گیا تھا۔۔۔وہ وہیں دروازے کے ساتھ بیٹھ گیا اور موبائل سے نائلہ بیگم کی تصویر سے مخاطب ہو کر بچوں کی طرح رو دیا تھا۔۔۔۔

میری کیا غلطی ہے ممی؟؟؟کیوں اتنی نفرت کرتی ہیں مجھ سے۔۔۔؟؟؟؟مجھے آپکی یہ بے رخی بے اعتنائی مار ڈالے گی۔۔۔میں تھک گیا ہوں آپکی نفرت کا سامنا کرتے کرتے۔۔۔میں ٹوٹ رہا ہوں۔۔آپکو اللہ کا واسطہ ہے مجھے بکھرنے سے پہلے سمیٹ لیں۔۔۔میں ہر روز مر مر کر جیتا ہوں۔۔۔آپکے پیار کا حقدار تو میں بھی ہوں پھر کیوں آپ مجھے دھتکارتی ہیں۔۔؟؟؟کیوں مجھے میری برداشت سے زیادہ آزما رہی ہیں؟؟؟میرے مرنے سے پہلے ایک بار مجھے اپنی ممتا کی چادر میں چھپا لیجیئے گا۔۔۔پلیز ممی صرف ایک بار مجھے اپنی آغوش میں لے لیں۔۔۔

اس کی ہچکیوں میں مسلسل اضافہ ہو رہا تھا۔۔۔آنسوئوں کو جیسے آج بہنے کا بہانہ مل گیا تھا۔۔۔جب جب نائلہ بیگم اس سے بے رخی برتتی تھیں تب تب اس کا دل خود کو ختم کرنے کا کرتا تھا کیونکہ وہ ان کی آنکھوں میں اپنے لئے نفرت برداشت نہیں کر سکتا تھا۔۔۔۔

لیکن صرف عزم وہ شخص تھا جس سے اس نے وعدہ کیا تھا وہ خود کو کبھی نقصان نہیں پہنچائے گا۔۔۔۔۔۔

کیا واقعی اس کی آزمائش کبھی نہ ختم ہونے والی تھی یا پھر نائلہ بیگم کے حصے میں پچھتاوا آنے والا تھا۔۔۔۔۔۔۔

ماضی

سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ میں اس بچے کو فیڈ کرواؤں گی؟؟؟؟

ساری سچائی جاننے کے بعد نائلہ کسی طور راضی نہیں ہو رہی تھی اس بچے کو دیکھنے اور دودھ پلانے کے لئے اور یہ چیز جہانگیر کو مزید دکھ میں مبتلا کر رہی تھی۔۔۔

پلیز نائلہ۔۔۔۔وہ معصوم ہے۔۔۔۔

جہانگیر نے منت کی تھی۔۔۔

اسی بچے کی خاطر تم نے مجھ سے تعلق ختم کرنے کی بات کی تھی جہانگیر۔۔۔اور اب جب میں یہ جانتی ہوں کہ یہ ایک۔۔۔۔۔

پلیز نائلہ کوئی ایسا لفظ استعمال مت کرنا جس سے میں ہمارے رشتے کا لحاظ بھول جائوں۔۔۔۔۔۔۔۔

جہانگیر نے نائلہ کی بات کو درمیان میں ہی کاٹ کر کہا۔۔۔

جانتے ہو جہانگیر علوی۔۔۔مجھے اس بچے سے نفرت ہو رہی ہے۔۔۔کیونکہ ایک تو یہ ہمارے درمیان علیحدگی کا باعث بن رہا ہے اور دوسرا معاشرے میں اس کو اس نظر سے دیکھا جائے گا جو صرف ایک گالی سے زیادہ کچھ نہیں ہو گا۔۔۔

اسے میری نظروں سے دور کر دو جہانگیر ورنہ میں خود کو ختم کر لوں گی اور تم جانتے ہو میں اپنی بات پر عمل کرنے سے گریز نہیں کروں گی۔۔۔

جہانگیر علوی نے تاسف سے اس پتھر دل ماں کو دیکھا تھا جو اپنے بچے کو ایک نظر دیکھنے پر بھی راضی نہیں تھی۔۔۔۔

جہانگیر نے وہ بچہ اٹھایا اور کمرے سے باہر چلے گیا جبکہ نائلہ کی آنکھوں میں نمی نے بسیرا کیا تھا۔۔

وہ کیوں رو رہی تھی یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی لیکن وقت شاید اسے بہت اچھی طرح سے سمجھانے والا تھا۔۔۔

ایک مہینہ ہو گیا تھا زیام کی پیدائش کو اور اس ایک مہینے میں نائلہ نے اسے مکمل اگنور کیا ہوا تھا جبکہ جہانگیر نے زیام کو ایک ملازمہ کے حوالے کر رکھا تھا۔۔۔حیرت کی بات ہے اس کے رونے پر بھی نائلہ کا دل نرم نہیں ہوتا تھا۔۔۔الٹا وہ اس عورت کو ڈانٹ دیتی تھی کہ وہ اسے لے کر یہاں سے چلی جائے۔۔۔شاویز اور شائل بھی زیام

سے دور رہتے تھے لیکن صرف ماں کے سامنے جیسے ہی نائلہ بیگم کہیں اوجھل ہوتیں وہ اس ننھے کھلونے کے ساتھ مصروف ہو جاتے۔۔۔نائلہ بیگم نے ان کو سختی سے زیام سے دور کر رکھا تھا ایک جہانگیر علوی ہی تھے جو زیام کی ضرورت کا ہر خیال رکھتے تھے۔۔۔۔لیکن جو بھی تھا وہ ماں کی کمی پوری نہیں کر پا رہے تھے۔۔۔۔۔زیام کو روتے دیکھ ان کا دل نائلہ کو جھنجھوڑنے کا کرتا تھا کہ کیوں وہ اپنی خودساختہ میں اس حد تک چلی گئی تھی کہ اسے اپنے بچے رونا نظر نہیں آتا تھا۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔

حسن نیازی اپنی فیملی کے ساتھ جہانگیر کے گھر آئے تھے۔۔اور حاشر اور شمائل کی پسندیدگی دیکھتے ہوئے دونوں فیملیز نے اگلے ماہ کی تین تاریخ فکس کر دی تھی۔۔۔رحاب کو شمائل بہت پسند آئی تھی۔۔۔شاویز شمائل کا بھائی ہے یہ چیز رحاب کے لئے کافی حیران کن تھی۔۔۔البتہ نائلہ کا رویہ اسے تھوڑا عجیب لگا تھا۔شاویز نے فارمل طریقے سے ہی رحاب سے بات کی تھی۔۔۔حاشر نے شمائل سے زیام کے متعلق پوچھا تو اس نے بات کو گھما دیا۔۔۔سب خوش تھے۔۔۔جیسے ہی ڈیٹ فکس ہوئی رحاب اپنا موبائل پکڑ کر باہر لان میں چلی گئی تاکہ نتاشا کو بتا سکے۔۔۔۔

ہیلو تاشی۔۔۔ہاں یار بھابھی بہت ہی پیاری ہیں۔۔۔ہاں مجھے بہت پسند آئی ہیں۔۔۔نہیں۔۔۔نہیں۔۔۔ہاں اگلے ماہ کی تین تاریخ فائنل ہوئی ہے۔۔۔چلو کل یونی سے واپسی پر شاپنگ پر چلیں گے۔۔۔ٹھیک ہے۔۔۔ملتے ہیں کل۔۔۔اللہ حافظ۔۔۔۔

رحاب کی خوشی اسکے لہجے سے واضح محسوس ہو رہی تھی۔۔۔جیسے ہی نتاشا کال بند کر کے پلٹی عرزم سے ٹکرا گئی۔۔۔عرزم جو نیچے دھیان کئے انیکسی کی طرف جا رہا تھا گرتے گرتے سنبھلا تھا۔۔۔

جبکہ رحاب نے بھی خود کو بمشکل گرنے سے بچایا تھا۔۔

جیسے ہی دونوں سنبھلے دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔۔۔

تم۔۔۔

دونوں ایک ساتھ بولے۔۔۔

گھٹیا انسان میرا پیچھا کر رہے ہو؟؟؟؟

رحاب نے دانت پیس کر اس سے پوچھا۔۔۔

جبکہ عزم نے اس کے الزام پر اسے گھورا تھا۔۔۔

مجھے کوئی ضرورت نہیں تم جیسی لڑکی کا پیچھا کرنے کی اور ویسے بھی مجھے لگ رہا ہے تم میرا پیچھا کر رہی ہو؟؟؟؟

تم حد سے بڑھ رہے ہو مسٹر عزم حیدر۔۔۔

رحاب نے غصے سے سرخ ہوتے ہوئے دبی دبی آواز میں کہا تھا۔۔۔

عزم نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر اس کا بازو پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچا۔۔ اس سے پہلے وہ کچھ سمجھتی وہ اسے اپنے حصار میں قید کر چکا تھا۔۔۔

میری حدود کو کبھی ماپنے کی کوشش مت کرنا ورنہ میرا یقین مانو میں تمہارا حشر تمہاری سوچ سے زیادہ برا کروں گا

۔۔۔۔۔

عزم نے جھک کر اس کے کان میں سرگوشیانہ انداز میں کہا جبکہ رحاب جو اس کی قربت پر سانس روکے کھڑی تھی ۔۔۔ اس کی بات پر ہوش میں آئی اور اس کے حصار سے نکلنے کی کوشش کرنے لگی۔۔۔

ڈونٹ ویسٹ یور انرجی بے بی۔۔۔ یہ عرزم حیدر کی گرفت ہے جس سے نکلنا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔۔۔۔۔

عرزم اسے دیکھ کر طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔۔۔۔

جبکہ رحاب کی آنکھوں میں نمی نے اپنی جگہ فورا بنائی تھی۔۔۔ جسے عرزم نے مبہوت ہو کر دیکھا تھا۔۔۔ کالی اور گہری آنکھوں میں درد تھا تکلیف تھی، اور شکوہ تھا جو عرزم کو اس وقت نظریں چرانے پر مجبور کر گیا تھا۔۔۔۔

عرزم کی گرفت ڈھیلی ہو گئی تھی لیکن اس نے رحاب کو ابھی بھی اپنے حصار سے نکلنے نہیں دیا تھا۔۔۔۔

یہاں کیا کر رہی ہو؟؟؟؟

عرزم نے سنجید گی سے پوچھا تھا۔۔۔

بھائی کی شادی کی ڈیٹ فکس کرنے آئی تھی اپنی فیملی کے ساتھ۔۔۔

رحاب نے خلاف توقع نارمل لہجے میں جواب دیا تھا شاید اب وہ مزاحمت کرتے کرتے تھک گئی تھی۔۔۔

تم شمائل آپی کی بات کر رہی ہو؟؟؟

عرزم نے بے یقینی سے پوچھا تھا۔۔۔

جواب میں اس نے اپنا سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔۔۔

جائو۔۔۔۔

عرزم نے اسے ایک جھٹکے سے چھوڑا تھا۔۔۔۔۔

رحاب نے ایک نظر اپنے بازو کو دیکھا اور پھر عرزم کو جو انیکسی کی طرف جا رہا تھا۔۔۔۔۔

اگر بات میرے مقصد کی نہ ہوتی تو تم دیکھتے کہ تمہارا پالا کس سے پڑا ہے۔۔۔ گھٹیا انسان۔۔۔

رحاب نے خود سے کہا اور پھر اپنا بازو سہلاتے ہوئے گھر کے اندر کی طرف چلی گئی۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ماما۔۔۔ماما۔۔۔۔۔

عرزم صبح صبح ناشتے کے لئے ڈائنگ ٹیبل پر بیٹھا فائزہ کو آواز دے رہا تھا جب حیدر باہر نکلے۔۔۔۔

کیا ہے صبح صبح شور کیوں مچا رہے ہو؟؟؟

حیدر نے عرزم کو گھور کر پوچھا۔۔۔

آپ ماما ہیں کیا؟؟؟جو آپکو بتاؤں۔۔۔

عرزم خلاف توقع مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا۔۔۔۔

باپ ہوں تمہارا۔۔۔اور میری بیوی سے کیا کام ہے تمہیں؟؟؟

حیدر بھی اسے مسلسل گھور رہے تھے۔۔۔

آپکی جو بیوی ہوتی ہیں نا؟؟؟وہ آج سے بیس سال پہلے میری ماں کے عہدے پر فائز ہو چکی ہوں لہذا آپ انہیں ہی بلائیں۔۔۔

عرزم نے سنجیدگی سے کہا اور اس سے پہلے کہ حیدر کوئی جواب دیتے فائزہ بیگم باہر آئیں۔۔۔

کیا ہے عرزم؟؟؟کیوں شور مچا رہے ہو؟؟؟

ان کا سرخ چہرہ دیکھ کر عرزم اپنا ناشتہ بھول گیا اور جلدی سے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے ان کے پاس پہنچا جو اب لائونج میں صوفے پر بیٹھ رہی تھیں۔۔۔۔۔۔

ماما کیا ہوا ہے آپکو؟؟؟طبیعت تو ٹھیک ہے آپکی؟؟؟آپکا رنگ اتنا ریڈ کیوں ہو رہا ہے؟؟؟

عرزم نے ایک ہی سانس میں ان سے سوال پوچھے۔۔۔

کچھ نہیں میری جان بس ہلکا سا بخار ہو گیا ہے۔۔۔۔

فائزہ نے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر جواب دیا۔۔۔۔

یہ ذرا سا بخار نہیں ہے ماما۔۔۔۔ آپ ابھی اٹھیں۔۔۔ میں گاڑی نکالتا ہوں۔۔۔ ہم ڈاکٹر کے پاس چل رہے ہیں۔۔۔۔

عرزم نے فائزہ کی پیشانی چھو کر کہا اور پھر جلدی سے اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔۔۔۔

عرزم میں ٹھیک ہوں۔۔۔ تمہارے بابا نے رات کو ہی ڈاکٹر کو کال کر کے بلا لیا تھا۔۔۔ ابھی ناشتہ کر کے میڈیسن لیتی ہوں۔۔۔۔ ناشتے سے یاد آیا تم نے ناشتہ کیا؟؟؟؟

فائزہ بیگم نے مسکرا کے بتاتے ہوئے آخر میں اس سے پوچھا۔۔۔ جبکہ حیدر حسن مسکرا کر دونوں ماں بیٹے کو دیکھ رہے تھے۔۔۔

مجھے بھوک نہیں ہے۔۔۔۔

عرزم سر جھکا کر بولا۔۔۔۔

اس وقت فائزہ کو وہ ایک معصوم بچہ لگ رہا تھا جو اپنی ماں کی تھوڑی سی تکلیف پر ہی گھبرا گیا تھا۔۔۔۔ فائزہ نے اسے ایک نظر دیکھا اور مسکراتے ہوئے بولیں۔۔۔۔

تم آج بھی بچوں کی طرح پریشان ہوتے ہو۔۔۔ میں ٹھیک ہوں۔۔۔ ادھر آئو میرے پاس۔۔۔

فائزہ نے اپنا دایاں ہاتھ اس کے آگے پھیلاتے ہوئے کہا۔۔۔۔

عرزم نے ایک نظر انہیں دیکھا اور پھر ان کا ہاتھ تھام کر ان کے پاس بیٹھ گیا۔۔۔ جبکہ سر ابھی بھی جھکا ہوا تھا۔۔

فائزہ نے دونوں ہاتھوں سے اس کا چہرہ پکڑ کر اپنی طرف کیا اور اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔۔۔

میری جان ٹھیک ہوں میں۔۔۔ زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔۔ ادھر بیٹھو میں ناشتہ بنا کر لاتی ہوں۔۔۔

جیسے ہی فائزہ بیگم اٹھنے لگیں عرزم نے ان کی گود میں سر رکھ دیا۔۔ اس کی بچپن کی عادت تھی وہ فائزہ کو بیماری کی حالت میں کبھی خود سے دور نہیں جانے دیتا تھا۔۔۔ فائزہ نے مسکرا کر اس کے بالوں کو اپنے ہاتھ سے سنوارہ اور بولیں۔۔۔

ایک معمولی سا بخار ہوا ہے کوئی جان لیوا بیماری تو نہیں کہ تم اس طرح ری ایکٹ کر رہے ہو۔۔۔۔

ماما۔۔۔ فائزہ۔۔۔۔

عرزم اور حیدر حسن ایک ساتھ بولے تھے۔۔۔

ماما۔۔ آپ میرے لئے بہت زیادہ قیمتی ہو۔۔ اتنی قیمتی کہ میں آپ کے لئے آپکے شوہر کو برداشت کر رہا ہوں۔۔۔۔

عرزم نے آخری بات شرارت سے بولی جبکہ فائزہ نے اسے گھورا تھا۔۔

حیدر حسن نے نفی میں اپنا سر ہلایا تھا۔۔

مجال ہے جو آپکا بیٹا سدھر جائے۔۔

انہوں نے فائزہ بیگم کو دیکھ کر کہا۔۔۔

اچھاتم یونی کے لئے لیٹ ہورہے ہو گے۔۔۔ پیچھے ہٹو میں ناشتہ بنائوں۔۔۔ورنہ تم دونوں کو بھوکا جانا پڑے گا۔۔

آپکو کس نے کہا میں یونی جارہا ہوں۔۔۔ میں آپکے پاس رک رہا ہوں۔۔ جب تک آپ ٹھیک نہیں ہو جاتیں۔۔۔۔

عزرم ڈونٹ بیہو لائک آ کڈ۔۔۔۔۔

فائزہ نے اسے مصنوعی گھور کر کہا حالانکہ جانتی تھی وہ نہیں جائے گا۔۔۔

تو بچہ ہی ہوں نا میں آپکا۔۔۔۔

عزرم بھی چہرے پر معصومیت طاری کرتے ہوئے بولا۔۔۔

چھے فٹ آٹھ انچ کا بچہ میں نے تو پہلی دفعہ دیکھا ہے۔۔۔۔

اس بار جواب حیدر حسن نے دیا تھا۔۔۔

چلیں شکر ہے دیکھ تو لیا۔۔۔۔ اب آپ جائیں اور اپنے بیٹے اور بیوی کے لئے ناشتہ بنا کر لائیں۔۔۔ کیونکہ مجھے کچھ بنانا نہیں آتا۔۔۔ ماما کو بنانے نہیں دوں گا۔۔۔ اور کوک کے ہاتھ کا ہم تینوں نہیں کھائیں گے۔۔۔

عزرم نے مسکراہٹ ضبط کرتے ان کے چہرے کو دیکھا تھا جو شاکڈ کی کیفیت میں اسے دیکھ رہے تھے۔۔۔

مجھے کھانا بنانا نہیں آتا۔۔۔

حیدر حسن نے ایک نظر فائزہ کو گھورا جو بمشکل اپنی ہنسی کنٹرول کر رہی تھیں۔۔۔۔

اچھا نہیں آتا۔۔۔۔۔ مطلب ماما جب پاپا نے آپکو پرپوز کیا تھا اس وقت انہوں نے آپ سے جھوٹ بولا تھا کہ وہ کوکنگ کلاسز لے رہے ہیں۔۔۔۔۔ اور ویسے بھی اگر وہ آپ سے سچا پیار کرتے تو آپکی بھوک کا خیال کرتے کیونکہ آپ نے تو میڈیسن بھی کھانی ہے۔۔۔

عرزم۔۔۔چپ کر جائو۔۔۔

فائزہ نے ہنستے ہوئے کہا تھا جبکہ حیدر نے ایک نظر اپنے بیٹے کو دیکھا تھا جو آج خلاف معمول ان سے نرمی سے بات کر رہا تھا۔۔

ٹھیک ہے جا رہا ہوں۔۔۔لیکن صرف اس لئے کہ میں اپنی بیوی کو بھوکا نہیں دیکھ سکتا۔۔

حیدر یہ بول کر کیچن کی جانب چلے گئے جبکہ عرزم اور فائزہ نے بے ساختہ قہقہ لگایا۔۔۔

ماما۔۔میں زیمی کو کال کر کے بتا دیتا ہوں کے آج میں نہیں آ رہا۔۔

عرزم یہ بول کر زیام کو کال کرنے لگا۔۔۔کافی کوشش کرنے کے بعد بھی جب کال نہیں ملی تو وہ موبائل وہیں ٹیبل پر رکھ کر فائزہ کی طرف متوجہ ہو گیا۔۔یہ سوچتے ہوئے کہ بعد میں کال کر لے گا۔۔۔لیکن وہ نہیں جانتا تھا آج وہ زندگی کی سب سے قیمتی چیز کو خود سے دور کرنے والا ہے۔۔۔

۔۔۔۔۔۔

میں بات ہی نہیں کروں گا اس کمینے انسان سے۔۔۔اگر آج چھٹی کرنی تھی تو مجھے بھی بتا دیتا۔۔۔اب جتنی مرضی کال کرو میں نہیں کروں گا ریسیو۔۔۔۔

زیام گرائونڈ میں بیٹھا موبائل کو دیکھ کر بول رہا تھا۔۔۔

جب اس کے موبائل پر عرزم کا میسج آیا۔۔۔

ماما کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اس لئے نہیں آیا۔۔اور زیادہ فکر مت کرنا بس بخار ہی ہوا ہے۔۔ابھی میڈیسن لے کر سو رہی ہیں۔۔۔۔

زیام اس کا میسج پڑھ کر مسکرایا۔۔۔

کمینہ جانتا ہے کہ میں کیا کیا پوچھوں گا اس لئے خود ہی بتا دیا۔۔

میں واپسی پر چکر لگائوں گا۔۔۔

زیام نے رپلائی کیا۔۔

اس سے پہلے وہ عرزم سے کوئی اور بات کرتا اس کے موبائل پر رحاب کی کال آنے لگی۔۔ زیام نے کال ریسیو کی اور کچھ بولنے سے پہلے ہی اس کے کانوں میں رحاب کی چیخ گونجی تھی۔۔۔

پلیز مجھے بچائو۔۔ زیام۔۔ پلیز مجھے اس بچالو۔۔۔۔

کہاں ہو تم رحاب؟؟؟؟

زیام نے بمشکل خود پر کنٹرول کرتے ہوئے پوچھا تھا۔۔۔ یہ سوچ ہی اس کی جان لے رہی تھی کہ اس کی دوست مشکل میں ہے۔۔۔

میں پرانی لائبریری کے ساتھ جو روم ہے ادھر ہوں۔۔۔ پلیز مجھے بچالو۔۔۔۔

اس سے پہلے زیام مزید کچھ پوچھتا رحاب کی کال ڈراپ ہو گئی تھی۔۔۔

یااللہ رحاب کو کچھ مت کرنا۔۔۔

زیام آسمان کی طرف دیکھ کر بولا اور جلدی سے اس بلاک کی طرف بھاگا تھا۔۔

وہ اندھا دھند بھاگ رہا تھا اس لئے سامنے سے آتی نتاشا کو نہ دیکھ سکا اور اس سے ٹکرا گیا۔۔۔

ایم سوری۔۔

زیام جلدی سے یہ بول کر وہاں سے گیا تھا کیونکہ ابھی اسے رحاب کے علاوہ کچھ نہیں سمجھ آرہا تھا۔۔۔۔

نتاشا نے ایک غصے بھری نظر اس پر ڈالی اور پھر خود سے بولی۔۔۔

بیچارا۔۔۔ آج تو گیا کام سے۔۔۔

۔۔۔۔۔

زیام جیسے ہی مطلوبہ کمرے میں پہنچا اس کا استقبال اندھیرے نے کیا۔۔۔

رحاب۔۔۔رحاب۔۔۔

زیام نے کمرے میں پہنچ کر جیسے ہی رحاب کو پکارا کمرے کا دروازہ بند ہو گیا۔۔۔ اور اسے اپنی گردن پر کچھ چبتا ہوا محسوس ہوا۔۔۔ اس سے پہلے وہ کچھ سمجھتا وہ ہوش و خرد سے بیگانہ ہو گیا۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

عرزم فائزہ کو ابھی میڈیسن کھلا کر اپنی کمرے میں پہنچا ہی تھا جب اس کا پائوں کمرے میں موجود ٹیبل سے ٹکرایا

۔۔۔۔

آہ۔۔۔۔

عرزم نے ایک نظر اپنے دائیں پائوں کو دیکھا جس کے انگوٹھے سے خون نکلنا شروع ہو گیا تھا۔۔۔

اوو نو۔۔۔ یہ چوٹ بھی ابھی لگنی تھی۔۔۔

عرزم خود سے بڑبڑایا اور فرسٹ ایڈ باکس لے کر خود ہی پٹی کرنے لگا۔۔۔

حیدر جو اپنے کمرے میں جا رہے تھے عرزم کے کمرے کا دروازہ کھلا دیکھ کر اس کی طرف بڑھے لیکن جیسے ہی ان کی نظر سامنے اٹھی۔۔۔ وہ ایک دم سے پریشان ہو گئے۔۔ کیونکہ سامنے ہی عرزم پٹی کرنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔۔۔

حیدر جلدی سے آگے بڑھے اور اس کے مقابل بیٹھ کر اس کے ہاتھ سے فرسٹ ایڈ باکس لے لیا۔۔۔اور عزم کو پٹی کرنے لگے۔۔۔چوٹ زیادہ نہیں تھی لیکن خون پھر بھی کافی بہہ رہا تھا۔۔۔

عزم نے بغیر کچھ کہے انہیں پٹی کرنے دی۔۔۔جب وہ بینڈ تیج کر چکے تو عزم کی چہرے کی طرف دیکھا جو انہیں ہی دیکھ رہا تھا۔۔۔

انسان کو اتنا بھی لاپرواہ نہیں ہونا چاہیے۔۔۔

چوٹ زیادہ نہیں ہے لیکن پھر بھی تمہارا کافی خون نکلا ہے اس لئے ابھی فلحال چلنے سے تھوڑی پرہیز ہی کرنا۔۔۔

حیدر یہ بول کر وہاں سے جانے لگے جب عزم نے ان کا ہاتھ پکڑا اور انہیں روکا۔۔۔۔

مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔۔۔

کبھی کبھی مجھے لگتا ہے کہ آپ مجھ سے دنیا میں سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔۔۔میری چوٹ پر تکلیف آپ کے چہرے سے عیاں ہوتی ہے۔۔۔لیکن کبھی کبھی میں سوچتا ہوں یہ تو قدرتی محبت ہوتی ہے جو ہر باپ کو اپنی اولاد سے ہوتی ہے۔۔۔زندگی میں۔۔۔میں نے آپ سے کبھی کوئی فرمائش نہیں کی۔۔۔لیکن پھر بھی پتہ نہیں کیوں ہمارے درمیان اتنے فاصلے ہیں کہ فرمائشیں تو دور کی بات ضرورتوں کے لئے بھی ہمیں کسی تیسرے کا سہارا لینا پڑتا ہے۔۔۔خیر مجھے آپ سے بس اتنا کہنا کہ ان فاصلوں کو اتنا بھی مت بڑھائیں کہ لوٹ آنے کی گنجائش بھی باقی نہ بچے۔۔۔۔بینڈ تیج کے لئے تھینکس۔۔۔

عزم نے یہ بول کر ہاتھ چھوڑ دیا تھا جبکہ حیدر حسن کی آنکھیں ایک لمحے میں نم ہوئیں تھیں۔۔۔

باپ کو شکریہ بولو گے اب؟؟؟

حیدر حسن نے شکوہ کناں نظروں سے پوچھا تھا۔۔۔

عرزم نے ایک نظر انہیں دیکھا اور پھر ان کے گلے لگ گیا۔۔۔

اتنے سالوں کا غبار نکال رہا تھا وہ رو کر۔۔۔وہ نہیں جانتا تھا آج اسے کیا ہوا ہے لیکن اتنا سمجھ گیا تھا کہ باپ کے بغیر وہ کچھ نہیں ہے۔۔۔

شرم کرو اتنے بڑے ہو کر رو رہے ہو۔۔۔

حیدر نے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔۔

جواب میں عرزم مسکرا دیا۔۔۔

میں جانتا ہوں عرزم میں نے کبھی تمہاری اور زیام کی دوستی کو ایکسیپٹ نہیں کیا۔۔ لیکن میں مجبور تھا اور یہ مجبوری تب تک تھی جب تک تم نے مجھے میرا بیٹا نہیں لوٹایا۔۔۔اب جب میرا بیٹا میرے پاس ہے تو مجھے زیام اور تمہاری دوستی سے کوئی مسئلہ نہیں۔۔۔جب میرا بیٹا اس دنیا سے اپنے دوست کے لئے لڑ سکتا ہے تو میں اپنے بیٹے کے لئے اس دنیا سے لڑ سکتا ہوں۔۔۔

حیدر حسن نے یہ بول کر عرزم کی پیشانی پر بوسہ دیا اور عرزم جو ان کی باتوں سے شاک میں پہنچ گیا تھا ان کے بوسہ لینے پر جیسے ہوش میں آیا تھا۔۔۔

ڈیڈ۔۔۔ مطلب زیمی اس گھر میں آ سکتا ہے نا؟؟؟

بالکل آ سکتا ہے۔۔۔

حیدر نے مسکرا کر جواب دیا۔۔۔

تھینکیو سو مچ ڈیڈ۔۔۔ آپ نہیں جانتے آپ نے مجھے کتنی بڑی خوشخبری دی ہے۔۔۔

عرزم ایک دفعہ پر فرط جذبات میں ان کے گلے لگا تھا۔۔

اچھا اب ریسٹ کرو۔۔۔ میں تمہاری ماما کو دیکھ لوں۔۔۔۔

حیدر حسن اس کا گال تھپتھپا کر چلے گئے جبکہ عرزم نے موبائل کی تلاش میں ادھر ادھر نظر دوڑائی۔۔۔ کیونکہ اسے یہ خوشخبری سب سے پہلے زیام کو سنانی تھی۔۔۔۔

سامنے ڈریسنگ ٹیبل پر اسے موبائل پڑا نظر آیا جلدی سے موبائل لے کر اس نے زیام کو کال کی۔۔۔

تین چار دفعہ کال کرنے کے بعد بھی جب اس نے کال ریسیو نہیں کی تو عرزم نے موبائل بیڈ پر پھینک دیا۔۔۔

کمینے انسان ایسی بھی کیا ناراضگی کہ کال ریسیو نہیں کر رہے ہو؟؟؟ چلو کوئی نئیں صبح ملتا ہوں اور پھر تمہیں سرپرائز دیتا ہوں۔۔۔

عرزم خود سے بڑبڑایا۔۔۔

خوشی اس کے لئے ایک چھوٹا لفظ تھا جو وہ محسوس کر رہا تھا لیکن اسے نہیں معلوم تھا کہ یہ خوشی کتنا بڑا طوفان لانے والی ہے۔۔۔۔۔

اگلی صبح زیام نے بمشکل اپنی آنکھوں کو کھولنے کی کوشش کی تھی۔۔۔ اس کا سر بہت بھاری ہو رہا تھا۔۔۔ حواس کچھ بیدار ہوئے تو کمرے میں کسی کی سسکیاں سنائی دیں۔۔۔ جیسے ہی اس نے سامنے دیکھا تو آدھی کھلی آنکھیں پوری کھل گئیں۔۔۔ سامنے ہی رحاب بیٹھی تھی جس کے کپڑے جگہ جگہ سے پھٹے تھے۔۔۔ چہرہ کافی سوجا ہوا تھا اور ایک دو جگہ سے نیلا بھی تھا۔۔۔ بمشکل اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھامتے وہ رحاب کے پاس پہنچا تھا جو تین چار قدم کی دوری پر بیٹھی رو رہی تھی۔۔۔

ر۔۔۔ رحاب۔۔۔ کیا ہوا تمہیں؟؟؟

زیام نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے پوچھا۔۔۔ رحاب ایک جھٹکے سے وہاں سے دور ہوئی تھی۔۔۔

تم گھٹیا انسان۔۔۔ دور رہو مجھ سے۔۔۔ اپنی ہوس پوری کر کے بھی تسکین نہیں ہوئی تمہاری جو پھر سے قریب آ رہے ہو۔۔۔

رحاب چیختے ہوئے بولی تھی جبکہ اس کی بات پر زیام مکمل حواس میں آ چکا تھا۔۔۔

یہ تم کیا بول رہی ہو۔۔۔؟؟؟ میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔۔۔

ہاں اب تم بولو گے ہی کہ تم نے ایسا کچھ نہیں کیا۔۔۔ میں نے تم پر بھروسہ کر کے دوستی کی تھی لیکن تم نے میرے ساتھ۔۔۔۔

رحاب بولتے بولتے رو دی تھی جبکہ زیام ایک جھٹکے سے اپنی جگہ سے اٹھا تھا۔۔۔

تم جھوٹ بول رہی ہو۔۔۔ میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔۔۔ میں ایسا کر ہی نہیں سکتا۔۔۔

زیام نے بمشکل اپنا غصہ ضبط کیا تھا۔۔۔

ہاہاہاہاہا۔۔۔۔۔۔۔۔

ہاہاہاہاہا۔۔۔۔۔۔۔

رحاب نے قہقہہ لگا کر جیسے اس کا مذاق اڑایا تھا۔۔۔

زیام نے الجھن سے اسے دیکھا تھا اسے رحاب کی دماغی حالت پر شبہ ہو رہا تھا۔۔۔

یہ بات تم جانتے ہو کہ تم نے کچھ نہیں کیا میں جانتی ہوں کہ ہمارے درمیاں کچھ نہیں ہوا لیکن تم ثابت کیسے کرو گے؟؟؟؟ اب میں دیکھتی ہوں تمہارا وہ سو کالڈ دوست تمہیں کیسے ڈیفینڈ کرتا ہے؟؟؟؟

رحاب نے آخری بات کافی حقارت سے کہی تھی۔۔۔

زیام کو ایک لمحہ لگا تھا سارا معاملہ سمجھنے میں۔۔۔

تم ایک گھٹیا لڑکی ہو۔۔۔

زیام نے بے بسی سے بس اتنا ہی کہا تھا۔۔۔۔

ویٹ بے بی۔۔۔ ابھی پانچ منٹ ہیں اس دروازے کے کھلنے میں۔۔۔ اور تم جانتے ہو کہ یہ دروازہ کون کھولے گا۔۔۔ عرزم حیدر۔۔۔

زیام نے غصے میں اس کے دونوں بازئوں کو دبوچا تھا اور سرد انداز میں بولا۔۔

اگر زیام علوی کوٹھے پر ایک طوائف کے ساتھ بھی ہو گا تو عرزم حیدر تب بھی زیام علوی کا یقین کرے گا۔۔۔

یاد رکھنا تم نے بہت غلط حرکت کی ہے اور اس بار میں بھی تمہیں عرزم سے نہیں بچا سکوں گا۔۔۔۔

اس سے پہلے وہ مزید کچھ بولتا کمرے کا دروازہ کھلا اور سامنے ہی عرزم کے ساتھ شاویز، نتاشا، اور یونی کے کافی لوگ کھڑے تھے۔۔۔ جھٹکا عرزم کو تب لگا جب رحاب کو غیر مناسب حالت میں زیام کے اتنے قریب دیکھا تھا۔۔۔ زیام نے ایک جھٹکے سے رحاب کو خود سے دور کیا تھا۔۔۔ جبکہ رحاب مگرمچھ کے آنسو بہانا شروع کر چکی تھی۔۔۔

شاویز نے آگے بڑھ کر رحاب کو اپنی جیکٹ پہنائی تھی جبکہ عرزم اپنی جگہ پتھر کا ہو گیا تھا۔۔۔

شاویز نے جیسے ہی زیام کو دیکھا وہ سر جھکا گیا تھا کیونکہ شاویز کی آنکھوں میں اس وقت شکوہ تھا۔۔۔

بھائی میری بات۔۔۔

چٹاخ۔۔۔

اس سے پہلے زیام اپنی بات مکمل کرتا کمرے میں تھپڑ کی آواز گونجی تھی۔۔۔

وہ تھپڑ زیام کو کسی اور نہیں بلکہ اس کے یقین اسکے اعتماد عرزم حیدر نے مارا تھا۔۔۔۔

زیام نے بے یقینی سے بائیں گال پر ہاتھ رکھ کر عرزم کو دیکھا تھا جس کا چہرہ سپاٹ تھا۔۔۔ جبکہ شاویز نے شاکڈ نظروں سے عرزم کا یہ روپ دیکھا تھا۔۔۔

مجھے نہیں معلوم تھا تم انتہائی گندی سوچ کے مالک اور گھٹیا ہو۔۔۔۔

عرزم نے بمشکل اپنا غصہ کنٹرول کرتے ہوئے کہا تھا۔۔۔۔

عرز۔۔۔۔

زیام نے بے یقینی سے اتنا ہی کہا تھا جب عرزم نے اسے ٹوک دیا۔۔۔

خبردار۔۔۔ اس گندی زبان سے نام مت لینا میرا۔۔۔ تم اس قدر گھٹیا حرکت کرو گے مجھے اگر اندازہ ہوتا تو میں یقینا تمہیں زندہ دفنا چکا ہوتا۔۔۔

شدت ضبط سے اس کی آنکھوں میں سرخی بڑھتی جارہی تھی جبکہ زیام اپنی جگہ سن ہو گیا تھا۔۔۔۔

شاویز سر آپ رحاب کو لے جائیں یہاں سے اور پلیز ان کی حالت درست کریں۔۔۔۔

عرزم یہ بول کر وہاں سے جانے لگا جب زیام کا سکتہ ٹوٹا اور وہ اس کے سامنے آیا۔۔۔۔

میں نے کچھ نہیں کیا عرزم۔۔۔ تم جانتے ہو میں ایسا کچھ کر ہی نہیں سکتا۔۔۔۔ پلیز میرا یقین کرو۔۔۔۔

ہٹو آگے سے۔۔۔۔

عرزم نے اسے دیکھے بغیر کہا تھا۔۔۔

نہیں۔۔۔میں نہیں ہٹوں گا۔۔تم میری بات سنے بغیر نہیں جاسکتے۔تم نے جیسا دیکھا ویسا کچھ نہیں ہے میرا یقین کرو پلیز۔۔۔۔یہ رحاب جھوٹ بول رہی ہے۔۔۔میں۔۔۔

بس کرو زیام علوی۔۔۔۔اور کتنا جھوٹ بولو گے۔۔۔۔کل دوپہر سے تمہارا فون آف ہے اور رحاب کے گھر والے الگ پریشان ہیں۔۔۔حالت دیکھو اس کی اور تم بول رہے ہو تمہارا یقین کروں۔۔۔۔زبردستی کا مطلب سمجھتے ہو۔۔۔وہ کی ہے تم نے اس کے ساتھ۔۔۔لوگ تمہیں تو کچھ نہیں کہیں گے عزت اس کی خراب ہوئی ہے۔۔۔۔

عزرم اس دیکھے بغیر ہی بولا تھا۔۔۔۔

عزرم پلیز میری طرف دیکھو۔۔میں سچ۔۔۔۔

نفرت کرتا ہوں اس چہرے سے میں۔۔۔جس کے پیچھے ایک شیطان چھپا ہے۔۔۔۔

عزرم دھاڑا تھا جبکہ زیام اپنی جگہ سے دو قدم پیچھے ہٹا تھا۔۔۔

کتنا مان تھا اسے لیکن وہ تو ٹوٹ گیا تھا۔۔ آج اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ وہ تپتی دھوپ میں کھڑا ہو گیا ہے۔۔۔۔ آنسو بے ساختہ اس کے گال بھگونے لگے تھے۔۔۔۔ عزرم ایک نظر اسے دیکھ کر باہر نکل گیا تھا۔۔۔۔۔۔ جبکہ باقی سب حقارت سے زیام کو دیکھ رہے تھے۔۔۔۔

شاویز رحاب کو لے کر وہاں سے چلا گیا تھا۔۔۔۔ آج وہ اکیلا رہ گیا تھا۔۔۔

صرف ایک وہی تو تھا جو اس کا یقین کرتا تھا اس کے لئے دنیا سے لڑتا تھا آج وہی دنیا کے لئے اسے چھوڑ گیا تھا ۔۔۔۔

میں ہمت نہیں ہاروں گا۔۔۔ میں جانتا ہوں تم غصے میں ہو اس لئے تم ایسا بول کر گئے ہو۔۔۔ جب تمہارا غصہ ٹھنڈا ہو گا تم خود آئو گے میرے پاس۔۔۔۔ پلیز عرزم واپس آجائو۔۔۔۔

زیام روتے روتے خود سے بولا تھا۔۔

کتنا مشکل ہوتا ہے اس انسان کی بے رخی بے اعتنائی کو برداشت کرنا جو آپ کے لئے پوری دنیا ہو۔۔۔ انسان تب نہیں ٹوٹتا جب لوگ اسے برا بھلا کہتے ہیں وہ تب ٹوٹتا ہے جب اسے سائبان فراہم کرنے والا تپتی دھوپ میں کھڑا کرتا ہے۔۔۔

ماضی

پانچ سال گزر گئے تھے لیکن نائلہ کے رویے میں کوئی فرق نہیں آیا تھا الٹا اس نے شاویز اور شمائل کو بھی زیام سے کافی دور کر دیا تھا۔۔۔ جہانگیر علوی کو یہ چیز ناگوار گزری تھی لیکن وہ چاہ کر بھی کچھ نہیں کر سکتے تھے۔۔۔ کیونکہ ایک طرف زیام تھا تو دوسری طرف ان کے دونوں بچے اور جان سے پیاری بیوی تھی۔۔۔۔ زیام شروع میں تو نائلہ کے پاس جاتا تھا لیکن ایک دو دفعہ اس نے کافی برے طریقے سے زیام کو مارا تھا جس سے وہ ڈر گیا تھا۔ وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ نائلہ اس سے نفرت کیوں کرتی ہے۔۔۔۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ سمجھ گیا تھا کہ نائلہ نے شاویز اور شمائل کو کیوں اس سے دور رکھا تھا۔۔۔ کیوں وہ خود اتنی نفرت کرتی تھیں۔۔۔۔ صرف ایک دائی ماں تھی جو اس سے بغیر کسی غرض کے محبت کرتی تھیں۔۔۔ نائلہ یا بچوں کی گھر میں موجودگی میں زیام کو کمرہ نشین ہونا پڑتا تھا۔۔۔ دس سال کا ہو گیا تھا وہ لیکن دماغی لحاظ سے ایک میچور شخص بن چکا تھا۔۔۔۔ جہانگیر وکالت کی وجہ سے گھر میں کم ہی ہوتے تھے اس لئے وہ زیام کو کم ہی وقت دیتے تھے۔۔۔

لیکن زیام کے لئے ان کے پانچ منٹ بھی کافی اہمیت رکھتے تھے۔۔۔

ایک دن نائلہ کی کچھ دوستیں گھر میں آئیں تھی۔۔۔شاویز اور شمائل کالج اور سکول گئے تھے جبکہ جہانگیر علوی کورٹ میں تھے۔۔۔زیام جو بخار کی وجہ سے آج گھر تھا اپنے کمرے میں لیٹا ہوا تھا جب اسے بھوک محسوس ہوئی ۔۔۔وہ نہیں جانتا تھا کہ باہر نائلہ کی دوستیں آئی ہیں اس لئے وہ اپنے کمرے سے باہر نکلا اور جیسے ہی لائونج میں پہنچا۔۔سامنے ہی نائلہ بیگم کو کچھ عورتوں کے ساتھ بیٹھے دیکھ کر اس کا رنگ فق ہوا اور اس سے پہلے وہ مڑتا ایک عورت کی اس پر نظر پڑی اور اس نے نائلہ کو مخاطب کیا۔۔۔

نائلہ یہ بچہ کون ہے؟؟؟؟

نائلہ جو مسکرا رہی تھی اس عورت کی آواز پر جیسے ہی اپنے عقب میں دیکھا اس کا چہرہ ایک پل میں سپاٹ ہوا تھا۔۔۔

نائلہ کے بولنے سے پہلے ہی اس کی دوسری سہیلی بولی۔۔۔

نائلہ یہ زیام ہے نا؟؟؟؟

نائلہ نے ایک قہر برساتی نظر اس پر ڈالی اور بولی۔۔۔

کم بیک یور روم۔۔۔

زیام نے ایک لمحے کی تاخیر کئے بنا وہاں سے دوڑ لگائی تھی۔۔۔

کیونکہ نائلہ کی آنکھوں میں موجود سرخی اس کو خوف میں مبتلا کر گئی تھی۔۔۔۔

نائلہ نے بمشکل مسکرا کر جواب دیا تھا۔۔۔

ہاں یہ زیام ہی ہے۔۔۔

بھئی ہمیں بھی بتائو اتنا پیارا بچہ تھا کون ؟؟؟

ایک عورت نے مسکرا کر پوچھا۔۔۔

میرا چھوٹا بیٹا ہے زیام۔۔۔۔

نائلہ اس وقت بمشکل اپنا غصہ ضبط کئے ہوئے تھی۔۔۔ جبکہ وہی عورت جس نے زیام کا پوچھا تھا تمسخرانہ انداز میں بولی۔۔۔۔

بیٹا۔۔۔ لیکن میں نے تو سنا تھا وہ نارمل نہیں ابنارمل ہے۔۔۔۔

ابنارمل۔۔۔۔ لیکن فزیکلی تو وہ بالکل ٹھیک لگ رہا تھا۔۔۔۔

نائلہ سے پہلے ایک عورت نے حیرت سے کہا۔۔۔۔۔

نائلہ نے سختی سے اپنی مٹھیاں بند کیں۔۔۔ شدت ضبط سے اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔۔۔

وہ تھرڈ جینڈر ہے۔۔۔۔۔

ہو گئی تسلی سب کی تو دفعہ ہو جائو سب یہاں سے۔۔۔۔۔

نائلہ بولی نہیں دھاڑی تھی۔۔۔۔ جبکہ سب عورتیں اس کے سرخ چہرے کو دیکھ کر وہاں سے نکلتی چلی گئیں تھی ۔۔۔۔

ان کے جاتے ہی نائلہ نے دائی ماں کو آواز دی۔۔۔۔

دائی ماں۔۔۔۔ دائی ماں۔۔۔۔

جی جی۔۔۔۔ بیگم صاحبہ۔۔۔

دائی ہانپتی ہوئی وہاں پہنچی تھی۔۔۔۔

زیام کو بلائیں۔۔۔۔

دائی ماں نے حیرت سے نائلہ کو دیکھا۔۔۔

بیگم صاحبہ کوئی بات ہوئی کیا؟؟ آپ اتنے غصے میں کیوں ہیں؟؟؟

دائی ماں میرا سر مت کھائیں اور اسے بلا کر لائیں۔۔۔۔۔

نائلہ نے چیختے ہوئے کہا تھا۔۔۔۔

دائی ماں ایک لمحے میں وہاں سے زیام کے کمرے کی طرف گئی تھیں لیکن انہیں کچھ غلط ہونے کا احساس ہو رہا تھا اس لئے انہوں نے پہلے جہانگیر کو کال کی جس نے ریسیو ہی نہیں کی۔۔۔

یا اللہ میرے بچے کی حفاظت فرما۔۔۔۔۔

دائی ماں نے جہانگیر کے کال ریسیو نہ کرنے پر آسمان کی طرف دیکھ کر دعا کی۔۔۔۔

اور زیام کو نائلہ کا پیغام دیا۔۔۔۔ زیام جانتا تھا آج اس کی خیر نہیں لیکن پھر بھی ماں کے بلاوے پر لائونج میں چلا آیا۔۔۔۔

نائلہ نے ایک نظر اسے دیکھا اور تقریباً چیختے ہوئے بولی۔۔۔۔

کس کی اجازت سے تم باہر نکلے تھے۔۔؟؟؟؟

ممی وہ۔۔۔۔۔۔

اس سے پہلے وہ اپنی بات مکمل کرتا نائلہ نے لیدر کی بیلٹ سے اسے مارنا شروع کر دیا۔۔۔۔ دائی ماں نے مداخلت کی کوشش کی لیکن نائلہ نے انہیں بھی گھر سے نکالنے کی دھمکی دے دی۔۔۔۔ وہ دس سالہ معصوم بچہ روتا رہا چیختا رہا لیکن نائلہ کو اس پر ترس نہیں آیا یہاں تک کہ اس کے جسم سے خون نکلنا شروع ہو گیا۔۔۔۔۔

ممی پلیز مجھے معاف کر دیں۔۔۔ ممی پلیز مت ماریں مجھے درد ہو رہا ہے۔۔۔ آپکو اللہ کا واسطہ ہے پلیز رک جائیں۔۔۔۔

اس دس سالہ بچے کی آہ بکار پر گویا نائلہ نے کان بند کر لئے تھے۔۔۔۔ اور تب تک اسے مارا جب تک وہ نیم بے ہوش نہیں ہو گیا۔۔۔۔

دائی ماں نے اس دوران کافی دفعہ جہانگیر کو کال کی۔۔۔ تقریباً گیارہویں کال پر جب جہانگیر نے کال ریسیو کی تو اسے کے کانوں میں زیام کی چیخیں گونج اٹھی تھیں۔۔۔ دائی ماں نے روتے ہوئے انہیں سب بتایا تو انہوں نے کال بند کی اور جلدی سے گھر پہنچے۔۔۔ آدھے گھنٹے بعد وہ علوی ہائوس پہنچے تھے جہاں سامنے ہی لائونج میں زیام کا لباس جگہ جگہ سے پھٹا ہوا تھا اور اس کے جسم سے خون نکل رہا تھا۔۔۔ وہ بے ہوش تھا جبکہ دائی ماں روتے ہوئے اسے مسلسل ہوش میں لانے کی کوشش کر رہی تھیں۔۔۔ جہانگیر دوڑ کر وہاں پہنچے اور زیام کو اٹھا کر گاڑی میں پچھلی سیٹ پر بیٹھے۔۔۔ نم آنکھوں سے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔۔۔۔۔۔

ڈرائیور جلدی چلو۔۔۔۔

جہانگیر کے آنسو زیام کی پیشانی پر گر رہے تھے۔۔۔۔

ایم سوری زیام۔۔۔

یہ بول کر وہ زیام کا سر اپنے سینے سے لگا کر بچوں کی طرح رو دیئے تھے۔۔۔۔۔

حال

عرزم کا یونی رکنے کا اب کوئی ارادہ نہیں تھا اس لئے وہ سیدھے گھر آگیا اور خود کو کمرے میں بند کر دیا۔۔۔

صبح سے شام ہو گئی تھی لیکن اس نے دروازہ نہیں کھولا تھا۔۔۔تب ہی اس کے کمرے کے دروازے پر کسی نے دستک دی۔۔۔

عرزم نے سرخ آنکھوں کے ساتھ ایک نظر دروازے کو دیکھا اور پھر بھاری لہجے میں بولا۔۔۔

کون۔۔۔۔

عرزم پلیز دروازہ کھولو۔۔۔میری بات سنو۔۔۔میں بے قصور ہوں۔۔۔پلیز ایک بار میری بات سن لو۔۔۔

زیام کی آواز جیسے ہی اس کی کانوں میں پہنچی اس کا غصہ پھر سے تازہ ہو گیا۔۔۔

دفعہ ہو جائو یہاں سے۔۔۔

عرزم چیختے ہوئے بولا تھا۔۔۔

پلیز عرزم ایک دفعہ میری بات سن لے۔۔۔پھر تو جیسا بولے گا میں ویسا کروں گا۔۔۔

زیام نے بھرائے لہجے میں کہا تھا۔۔۔

زیام جو یونی میں عرزم کو ڈھونڈ رہا تھا اسے فائزہ کی کال آئی کہ آج وہ اپنی بہن کے پاس دوسرے شہر جا رہی ہیں حیدر کے ساتھ تو عرزم گھر پر ہے۔۔۔۔زیام بنا تاخیر کئے وہاں پہنچا تھا۔۔۔

پہلے تو لائونج میں بیٹھ کر اس کا انتظار کرتا رہا لیکن پھر جب شام ہو گئی تو وہ ہمت کر کے اس کمرے تک پہنچا تھا۔۔۔

عرزم نے سرخ آنکھوں کو زور سے میچا تھا اور ایک بڑی سانس لے کر خود کو ریلیکس کیا تھا۔۔۔پھر دو منٹ بعد اس نے دروازہ کھولا اور بنا زیام کی طرف دیکھے سرد آواز میں بولا۔۔۔

بولو۔۔۔

عرزم میں نے کچھ نہیں کیا تو جانتا ہے میں ایسی کوئی حرکت کرنے سے پہلے مرنا پسند کروں گا وہ رحاب۔۔۔۔

ابھی وہ اتنا ہی بولا تھا جب عرزم نے ایک اور تھپڑ اس کے گال پر مارا تھا۔۔۔۔

زیام لڑکھڑاتے ہوئے دو قدم دور ہٹا تھا۔۔ اور بے یقینی سے عرزم کو دیکھا۔۔۔۔

نام مت لو اس گھٹیا لڑکی کا۔۔۔ منع کیا تھا نا میں نے کوئی بھی ہماری دوستی کے درمیان نہیں آئے گا۔۔ پھر کیوں تم نے اس سے رابطہ رکھا۔۔۔ تم نے مجھ سے اس گھٹیا لڑکی کے لئے جھوٹ بولا۔۔۔

زیام نے نم آنکھوں سے عرزم کو دیکھا اور اسے کے گلے ملنے لگا جب عرزم نے اسے دھکا دیا۔۔۔

دور رہو مجھ سے۔۔۔ تم۔۔۔ کچھ نہیں لگتا میں تمہارا۔۔ سمجھے تم۔۔۔ جاؤ اس کمینی کے پاس جس نے تم پر اتنا گندا الزام لگایا ہے۔۔۔

عرزم۔۔۔ مطلب تمہیں مجھ پر یقین ہے نا کہ میں ایسا کچھ نہیں کر سکتا۔۔۔

مجھے نہیں ہے تم پر یقین۔۔۔

زیام چہرہ سپاٹ کر کے بولا۔۔ تو زیام نے الجھن سے اسے دیکھا۔۔۔

کیا مطلب یقین نہیں ہے ؟؟؟

زیام نے نا سمجھی سے اسے دیکھا تھا۔۔۔۔

دفعہ ہو جاؤ یہاں سے۔۔۔ دماغ خراب نہیں کرو میرا اب۔۔۔

عرزم چاہتے ہوئے بھی اس بار اپنا لہجہ سخت نہیں کر سکا تھا۔۔۔۔

عرزم مجھے لگتا تھا کہ دنیا میں اگر میرے لئے کوئی کھڑا ہو سکتا ہے تو وہ تم ہو۔۔ کیونکہ تم ہی ہو جو مجھے جانتے اور سمجھتے ہو۔۔۔ لیکن تم۔۔۔

لیکن کیا؟؟؟

عرزم نے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر پوچھا۔۔۔

کچھ نہیں۔۔۔۔کچھ بھی تو نہیں۔۔۔۔

زیام کو اس کی سرخ آنکھوں سے خوف محسوس ہوا تھا اس لئے بات بدل گیا۔۔ جبکہ اس کے اس طرح کرنے سے عرزم کے چہرے پر بے ساختہ مسکراہٹ آئی۔۔۔۔ جسے وہ سر جھکا کر چھپا گیا تھا۔۔۔

تم نے مجھ سے کیوں چھپایا کہ تم اس سے رابطے میں ہو؟؟؟؟

تھوڑی دیر بعد عرزم نے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔۔۔

کیونکہ مجھے لگا تھا تم غصہ کرو گے۔۔۔۔

زیام معصومیت سے سر جھکا کر بولا جیسے کسی جرم کا اعتراف کر رہا ہو۔۔۔

تمہیں میرے غصے کی پرواہ ہے زیمی لیکن میری نہیں۔۔۔

کیونکہ اگر تمہیں میری پرواہ ہوتی تو اس گھٹیا لڑکی کو ہماری دوستی میں نہیں لاتے۔۔۔۔

عرزم کے لہجے میں موجود دکھ زیام کو واضح محسوس ہوا تھا۔۔۔۔

ایم سوری۔۔۔۔

تمہیں سوری بولنے کی ضرورت نہیں ہے زیمی۔۔۔ مجھے غصہ تھا جو میں نے تم پر نکال بھی لیا۔۔۔۔ میں نہیں چاہتا ہمارے درمیان کوئی غلط فہمی پیدا ہو۔۔۔ اس لئے مجھ اب سچ سچ بتاؤ تم اس کے ساتھ کیا کر رہے تھے اس روم میں

۔۔۔۔

زیام نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر سر جھکا کر اسے کال سے لے کر رحاب کی باتوں تک سب بتا دیا۔۔۔۔

انجیکشن کہاں لگا تھا؟؟؟

عرزم کا غصہ پھر سے عود آیا تھا۔۔

ی۔۔ یہاں گر۔۔۔ گردن پر۔۔۔

زیام اس کی آنکھوں کی بڑھتی سرخ سے اس کے غصے کا اندازہ لگا چکا تھا۔۔

عرزم نے اس کی گردن کے بائیں طرف کندھے کے قریب ایک چھوٹا سا نشان دیکھا اور لب بھینچ گیا۔۔۔

شی ول ہیو ٹو پے فار دس۔۔

عرزم۔۔۔

شٹ اپ۔۔۔

اس نے تم پر الزام نہیں لگایا اس نے عرزم حیدر کے کردار پر انگلی اٹھائی ہے۔۔۔ رحاب حسن یقیناً اب جان جائے گی کہ عورت ہو یا مرد جب بات کردار پر آتی ہے تو وہ برداشت کی آخری حد ہوتی ہے۔۔۔

عرزم تم رحاب۔۔۔۔

زیمی۔۔۔ اگر اب تم نے اپنی زبان سے اس کا نام لیا تو میں اس سے پہلے تمہیں قتل کروں گا سمجھے۔۔۔

عرزم نے اسے گھورا تھا۔۔

اچھا نہیں لیتا نام۔۔۔ اب تو موڈ ٹھیک کرو۔۔۔

زیام نے مسکرا کر کہا۔۔۔

ایم سوری۔۔۔ میں نے تم پر اٹھایا۔۔

عرزم نے جیسے ہی اس کا سوجا ہوا گال دیکھا شرمندگی سے بولا۔۔۔

ویسے تم نے مجھے تھپڑ کیوں مارے تھے۔۔۔

زیام نے مصنوعی خفگی سے پوچھا۔۔۔

کیونکہ کوئی دوسرا اس وقت اگر تمہیں کچھ کہتا یا ہاتھ لگاتا تو اسے اسی وقت ختم کر دیتا اور تم جانتے ہو میرے لئے یہ مشکل نہیں ہوتا۔۔۔ تمہیں تکلیف یا درد دینے کا حق میں کسی کو نہیں دیتا زیام علوی۔۔۔ یہاں تک کے خود کو بھی نہیں۔۔۔ اور جو انسان ایسا کرتا ہے وہ سزا کا حقدار ہوتا ہے۔۔۔

عرزم نے بولتے بولتے اپنا دایاں ہاتھ کمرے میں موجود آئینے پر زور سے مارا تھا۔۔ زیام نے ڈر کر آنکھیں بند کی تھیں۔۔۔۔ آئینہ ایک لمحے میں ٹوٹا تھا۔۔۔ زیام نے جیسے ہی آنکھیں کھولیں عرزم کے ہاتھ سے خون نکل رہا تھا۔۔

عرزی۔۔۔ پاگل ہو گیا۔۔؟؟؟ایسے بھی کوئی کرتا ہے کیا؟؟؟

زیام غصے سے بول کر اس کے پاس آیا اور فرسٹ ایڈ باکس لے کر اس کا ہاتھ پکڑا تھا عرزم نے ایک نظر اسے دیکھا اور پر اسرار مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔۔۔

اسے تمہارے آنسوئوں کی قیمت سود سمیت چکانی ہو گی۔۔۔

زیام نے ایک خفا نظر اس پر ڈالی اور اس کے ہاتھ سے کانچ کے ٹکڑے الگ کر کے بینڈ تج کی۔۔۔

پاگل۔۔۔ سائیکو۔۔۔ بیوقوف۔۔۔ گدھا۔۔۔

زیام بینڈ تج کرتے ہوئے مسلسل نم آنکھوں سے بڑبڑا رہا تھا۔۔۔ جبکہ عرزم کے چہرے پر اس کی بڑبڑاہٹ سے بے ساختہ مسکراہٹ آئی تھی۔۔۔

چلو کہیں ڈنر کرنے چلتے ہیں۔۔۔

عرزم یہ بول کر کمرے سے باہر نکل گیا جبکہ زیام نے تاسف سے اس کی پشت کو دیکھا تھا۔۔۔

یااللہ اس بے عقل کو عقل دے دے آمین۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

روحی یہ سب کچھ ہمارے پلین میں شامل نہیں تھا۔۔۔ تم بس اسے وہاں قید کرنے والی تھی نا پھر کیوں یہ سب؟؟؟؟ اتنا گھٹیا الزام لگانے سے پہلے اس بیچارے کے فیوچر کے بارے میں ہی سوچ لیتی۔۔۔۔ اس کی چھوڑو اپنے بارے میں ہی سوچ لیتی کہ تمہاری عزت پر بات آئے گی۔۔۔۔

نتاشا آج یونیورسٹی نہیں گئی تھی اور رات کو جب رحاب نے اسے کال کر کے اپنے کارنامے کے بارے میں بتایا تھا وہ سچ میں پریشان ہو گئی تھی۔۔۔۔

رحاب نے بیزاری سے اس کی بات سنی تھی اور پھر بولی۔۔۔۔

ریلیکس تاشی۔۔۔۔ کچھ نہیں ہو گا۔۔۔ مجھے اس نے ساری کلاس کے سامنے شرمندہ کیا تھا تو میں نے اسے واپس اس کی شرمندگی لوٹا دی۔۔۔ اور ویسے بھی اس کا دوست جو بڑی بڑی دھمکیاں دے کر گیا تھا مجھے اس دن آج بیچارے کی آنکھوں میں سوائے تکلیف کے کچھ نہیں تھا۔۔۔۔

رحاب تم سمجھ نہیں رہی یہ چھوٹی بات نہیں ہے۔۔۔ اگر سر شاویز نے کسی کو بتا دیا یا کسی دوسرے سٹوڈنٹ نے بات لیک کر دی پھر کیا ہو گا؟؟؟؟

نتاشا نے اسے حقیقت سے آگاہ کرنے کی کوشش کی۔۔۔۔

وہاں جو سٹوڈنٹس تھے ان سب کو شاویز سر نے سختی سے کچھ بھی بولنے سے منع کر دیا تھا اور مجھے بھی بول رہے تھے کہ میں کسی سے بات نہیں کروں۔۔۔۔ وہ سب کچھ ہینڈل کر لیں گے۔۔۔ اور یہ بھی کہ زیام کو سزا ضرور ملے گی۔۔۔۔۔

روحی۔۔۔اگر سچ سب کو پتہ چل گیا تو سوچا ہے کیا ہو گا؟؟؟؟

کسی کو کچھ پتہ نہیں چلے گا نتاشا۔۔کیونکہ کل رات میں گھر پر ہی تھی۔۔۔اسے وہیں بے ہوش کر کے خود آگئی تھی وہاں سے پھر صبح پانچ بجے تمہارے گھر کا کہہ کر واپس وہاں گئی تھی۔۔۔

اور ویسے بھی فرض کرو اگر بات لیک ہوئی بھی تو پاپا اور بھائی سب ہینڈل کر لیں گے۔۔۔۔۔

رحاب مسکراتے ہوئے بولی۔۔۔جبکہ نتاشا کو افسوس ہو رہا تھا اس کی ضد پر۔۔۔۔

روحی لڑکیوں کے پاس صرف ان کی عزت ہوتی ہے جس کی بنا پر وہ اس معاشرے میں سر اٹھا کر چلتی ہیں۔۔۔یہ اس کانچ کی طرح ہوتی ہے جو ایک بار ٹوٹ جائے تو لوگ اس کے مزید ٹکڑے کر دیتے ہیں۔۔۔۔اپنا خیال رکھنا ۔۔۔

نتاشا نے یہ بول کر کال ڈراپ کر دی تھی جبکہ رحاب نے ایک نظر موبائل کو دیکھا اور پھر کندھے اچکا دیئے۔۔۔

فلاسفر ہونا چاہیے تھا اسے۔۔۔۔

رحاب خود سے بولی اور سونے کے لئے لیٹ گئی۔۔۔۔

شاید وقت اسے بتانے والا تھا کہ وہ کس حد تک غلط کر چکی ہے یا قسمت اس کا کہا سچ ثابت کرنے والی تھی۔۔۔

ماضی:::

زیام کو جہانگیر اپنے ایک دوست کے ہاسپٹل میں لے گئے تھے تا کہ ان کے گھر کا معاملہ گھر میں رہے۔۔۔۔دو دن بعد اسے ہوش آیا تھا اور اس کے لبوں سے جو پہلا جملہ ادا ہوا تھا وہ جہانگیر علوی کے دل کے ہزاروں ٹکڑے کر گیا تھا۔۔۔

م۔۔۔مم۔۔۔۔ممی۔۔۔۔ای۔۔۔ایم۔۔۔س۔۔۔سو۔ر۔ی۔۔۔۔

آنکھیں اس کی ہنوز بند تھیں تکلیف اس کی چہرے سے عیاں ہو رہی تھی۔۔جہانگیر نے آگے بڑھ کر اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔۔۔زیام نے آہستہ سے آنکھیں کھولیں تو سامنے جہانگیر کو نم آنکھوں سے مسکراتے دیکھا۔۔۔۔

پا۔۔پا۔۔۔۔میں۔۔۔۔نے۔۔۔جا۔۔ن۔۔بو۔۔۔جھ۔۔۔کہ۔۔۔نہیں

۔۔۔کیا۔۔۔وہ۔۔۔

ششش۔۔۔۔۔۔

زیام تکلیف کے باعث اٹک اٹک کر بول رہا تھا جب جہانگیر نے اس کے لبوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش کروایا۔۔۔۔

جانتا ہوں میں۔۔۔اب زیادہ مت بولو ورنہ پین زیادہ ہو گا۔۔۔

جہانگیر سے اپنے آنسو روکنے محال ہو رہے تھے۔۔شدت ضبط سے ان کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔۔۔

آ۔۔پ۔۔۔ممی۔۔۔کو۔۔کچھ۔۔۔مت۔۔۔کہیے۔۔گا۔۔ان۔۔۔کی۔۔۔کوئی۔۔

غلطی۔۔۔نہیں۔۔۔ہے۔۔۔

جہانگیر نے شاکڈ نظروں سے دس سالہ زیام کو دیکھا۔۔اتنی سی عمر میں اس قدر سمجھداری۔۔وہ جان گئے تھے نائلہ نے اپنی نفرت میں اس کے معصومیت چھین لی ہے۔۔۔

تم ریسٹ کرو۔۔میں تھوڑی دیر تک آتا ہوں۔۔۔۔

جہانگیر یہ بول کر وہاں سے جانے لگے جب زیام کی آواز ان کے پیروں کی زنجیر بن گئی۔۔۔

پا۔۔۔پا۔۔۔۔ میں۔۔۔۔ ممی۔۔۔۔ سے۔۔۔۔ بہت۔۔۔ پیار۔۔۔ کرتا۔۔۔ ہوں۔۔۔۔ آپ۔۔۔ انہیں ۔۔۔۔ کچھ۔۔۔ مت۔۔۔۔ کہنا۔۔۔۔ پلیز۔۔۔۔۔۔

کیوں نہ کہوں اس جاہل عورت کو کچھ جس نے تم پر ہاتھ اٹھایا۔۔۔ صرف پیدا کرنے سے کوئی عورت ماں نہیں بن جاتی۔۔۔ ماں بننے کے لئے دل و دماغ میں بس اپنی اولاد سے محبت ہی ہونی چاہیے۔۔۔

اس نے تمہیں مار کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ ایک خود سر عورت ہے۔۔۔ میں اسے معاف نہیں کر سکتا زیمی۔۔۔۔ وہ نہیں ہے لائق معافی کے۔۔۔۔

جہانگیر علوی ضبط کھو گئے تھے اپنا زیام کی بات پر۔۔۔۔ اس لئے نا چاہتے ہوئے بھی وہ اپنا لہجہ سنت کر گئے تھے۔۔۔۔۔

پا۔۔۔پا۔۔۔۔ پلیز۔۔۔۔ پرامس۔۔۔۔ می۔۔۔۔

جہانگیر نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر اپنی آنکھیں بند کر کے لمبا سانس لیا اور بولے۔۔۔

ٹھیک ہے لیکن تمہیں بھی مجھ سے ایک وعدہ کرنا ہو گا کہ میں جو تم سے مانگو گا وہ تم دو گے۔۔۔۔

ٹھیک۔۔۔۔ ہے۔۔۔۔

تم اب اس گھر میں نہیں رہو گے۔۔۔ تم دائی ماں کے ساتھ اسلام آباد جا رہے ہو۔۔۔ باقی کی سٹڈی تم وہیں رہ کر کرو گے۔۔۔

جہانگیر نے ایک لمحے کے لئے بھی زیام کی طرف نہیں دیکھا تھا کیونکہ وہ جانتے تھے وہ بے یقینی کی کیفیت میں ہو گا۔۔۔ اور وہ جانے کے لئے منع کر دے گا۔ لیکن ان کی توقع کی خلاف اس کا جواب سن کر جہانگیر نے چونک کر اسے دیکھا۔۔۔

ٹھیک۔۔۔ہے۔۔۔مجھے۔۔۔کوئی۔۔۔پرابلم۔۔۔نہیں۔۔۔ہے۔۔۔

لیکن۔۔مجھے۔۔۔وہاں۔۔۔ہاسٹل۔۔۔میں۔۔رہنا۔۔۔ہے۔۔۔

یہ بول کر اس نے آنکھیں بند کر لیں تھیں اور جہانگیر اسے کافی دیر تک دیکھتے رہے۔۔۔

کاش کہ تم نائلہ جیسی ماں کی اولاد نہ ہوتے۔۔۔۔

جہانگیر نے دل میں سوچا اور باہر چلے گئے جبکہ ان کے جانے کے بعد زیام نے آنکھیں کھولیں اور رونا شروع کر دیا

۔۔۔۔

آئی۔۔۔مس۔۔۔یو۔۔۔پا۔۔۔پا۔۔۔۔

وہ جانتا تھا کہ جہانگیر نے یہ فیصلہ اسے نائلہ بیگم کی وجہ سے کیا تھا۔۔۔۔لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ قسمت اس کے ساتھ اب کیا کھیل کھیلنے والی تھی۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

حال

رحاب یونیورسٹی کے لئے جیسے ہی گھر سے گاڑی لے کر نکلی ایک کار نے اس کا پیچھا کرنا شروع کر دیا۔۔۔جیسے ہی سنسان راستہ آیا اسی گاڑی نے رحاب کی گاڑی کو ہٹ کیا۔۔۔اس سے پہلے وہ سنبھلتی گاڑی ایک درخت سے ٹکرائی اور ایک چیخ کے ساتھ رحاب ہوش وخرد سے بیگانہ ہو گئی۔۔۔۔

دوسری گاڑی میں سے ایک شخص باہر نکلا اور رحاب کو دیکھا جو مکمل طور پر بے ہوش تھی۔۔۔اس شخص نے اسے بازئوں میں اٹھایا اور اپنی گاڑی کے پچھلی سیٹ پر لٹایا اور خود ڈرائیونگ سیٹ پر آ کر بیٹھا۔۔۔گاڑی سٹارٹ کرنے سے پہلے اس نے ایک نظر رحاب کو دیکھا۔۔۔

کاش کہ میں نے تم سے کبھی محبت نہ کی ہوتی رہے۔۔۔ کیونکہ جتنی محبت آج سے آٹھ سال پہلے میں نے تم سے کی تھی آج اتنی ہی نفرت کرتا ہوں۔۔۔۔ تمہیں تمہارے سارے گناہوں کی سزا تمہارا پرنس دے گا۔۔۔

اس شخص کی آنکھوں میں یک دم سرد تاثرات چھائے تھے۔۔۔ اور ایک نفرت بھری نظر اس نے رحاب کے وجود پر ڈال کر گاڑی سٹارٹ کر دی۔۔۔۔۔

کاش تمہارے لئے کوئی اتنا وفادار ہوتا کہ مجھے تمہاری زندگی میں واپس نہ آنا پڑتا لیکن دیکھو تم اتنی بے مول ہو کہ تم سے کوئی رشتہ سنبھالا نہ گیا۔۔ آج تمہارا ڈرائیور چند پیسوں کی خاطر تمہاری زندگی کو خطرے میں ڈال گیا ۔۔۔ تمہاری گاڑی کے بریک فیل کروائے تھے میں نے۔۔۔ تاکہ تم مر جائو۔۔۔ لیکن یہ سزا تو بہت چھوٹی ہوتی۔۔۔ اس لئے میں نے تمہاری گاڑی کو ہٹ کیا تاکہ تمہیں اپنے پاس رکھ کر تمہیں پل پل کی اذیت سے دوچار کر سکوں۔۔۔ تم موت کی بھیک مانگو اور وہ موت بھی تم سے منہ موڑ لے۔۔۔۔ تم تڑپو گی میری طرح۔۔۔۔

آئی پرامس کے اب یہ پرنس تمہیں تمہاری سٹوری کا ولن بن کر دکھائے گا۔۔۔۔۔

اس شخص کی گرین آنکھیں رحاب کے وجود پر تھیں اور سوچوں کا دائرہ ماضی میں کہیں الجھ گیا تھا۔۔۔۔

جی بولیں کیوں یاد کیا ہے آپ نے؟؟؟؟؟

زیام یونیورسٹی کے لئے ریڈی ہو رہا تھا جب ایک ملازم نے اسے شاویز کا پیغام دیا۔۔۔۔ کہ وہ اسے اپنے کمرے میں بلا رہا ہے۔۔۔۔۔

زیام جانتا تھا کہ وہ کل والے واقعے کے بارے میں بات کرے گا۔۔۔ لیکن اسے فرق نہیں پڑتا تھا کہ کوئی اس کے ساتھ ہے یا نہیں کیونکہ عرزم کے علاوہ وہ کسی کی پرواہ کرتا بھی نہیں تھا۔۔۔۔

شاویز جو آئینے میں کھڑا اپنے اوپر پرفیوم سپرے کر رہا تھا ایک دم مڑا اور پرفیوم کو ڈریسنگ ٹیبل پر رکھ کر زیام کی طرف دیکھا اور بولا۔۔۔

کیا تمہیں اتنی بھی تمیز نہیں کہ کسی کے کمرے میں ناک کر کے آتے ہیں؟؟؟؟؟؟؟

کیا صبح صبح تمیز سکھانے کے لئے بلایا ہے آپ نے؟؟؟؟اور ویسے بھی اس گھر میں بد تمیز تو صرف میں ہی ہوں تو پھر مجھے یاد کرنے کی وجہ؟؟؟؟؟

زیام نے طنزیہ لہجے میں جواب دیا۔۔۔

وہ محاورہ تو سنا ہو گا تم نے۔۔۔

رسی جل گئی مگر بل نہیں گئے۔۔۔۔

شاویز نے مسکرا کر اس کے چہرے کو دیکھا جو اس کی بات کا مطلب سمجھ کر لب بھینچ گیا تھا۔۔۔۔

خیر کچھ دن تم یونی نہیں جاؤ گے۔۔۔۔

اور میں ایسا کیوں کروں گا؟؟؟؟

زیام نے سنجیدگی سے پوچھا۔۔۔

کیونکہ کل جو حرکت تم نے کی ہے اس پر سے لوگوں کا دھیان بٹ سکے۔۔۔

میں نے کوئی غلط کام نہیں کیا اس لئے میں یونی جاؤں گا۔۔۔۔

زیام نے دوٹوک انداز میں کہا۔۔۔

تم یونی نہیں جاؤ گے ڈیٹس فائنل۔۔۔۔۔

شاویز نے اسے گھورا تھا۔۔

میں کسی کے حکم کا غلام نہیں ہوں۔۔۔۔۔

زیام چڑ گیا تھا شاویز کی بات پر۔۔۔۔

جانتا ہوں۔۔۔۔ یہ جو تم اتنا اکڑ رہے ہو سب عرزم کی وجہ سے ہے۔۔۔ اور بہت جلد تمہاری یہ اکڑ ٹوٹے گی۔۔۔

اس کی پہلی جھلک تو تم کل دیکھ ہی چکے ہو۔۔۔۔۔

شاویز نے طنزیہ انداز میں کہا۔۔۔۔

جسے آپ اکڑ کہہ رہے ہیں وہ میرا یقین ہے۔۔۔ میں جانتا ہوں اگر مجھ پر کوئی مصیبت آئی تو وہ سب سے پہلے میری ڈھال بنے گا۔۔۔ اور جس تھپڑ کی طرف آپکا اشارہ ہے نا مسٹر شاویز علوی۔۔۔۔ وہ اس کا حق ہے اور جب جب وہ یہ حق استعمال کرتا ہے ہمارا رشتہ پہلے سے زیادہ مضبوط ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔ اور رہی یونی جانے کی بات تو یونی تو میں جائوں گا کیونکہ اس سچ کو آپ بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ لڑکی جھوٹی ہے۔۔۔۔۔۔ اور ویسے بھی جب اللہ اور اسکے رسول کی عدالت میں، میں مجرم نہیں تو دنیا مجھے چاہے پھانسی کی سزا بھی سنا دے مجھے فرق نہیں پڑتا۔۔۔۔۔

زیام یہ بول کر وہاں سے جانے لگا جب شاویز نے اس کا بازو پکڑ کر اسے گلے لگایا۔۔۔۔

آئی ایم پرائوڈ آف یو۔۔۔۔۔

شاویز کے لہجے میں نمی تھی جسے زیام نے محسوس کیا تھا۔۔۔

آپ کیوں ہر بار مجھے مجبور کرتے ہیں کہ میں آپکو غلط سمجھوں۔۔۔۔

زیام کے لہجے میں شکوہ تھا۔۔۔۔ اس سے پہلے شاویز کوئی جواب دیتا نائلہ بیگم کی آواز پر وہ دونوں مڑے تھے۔۔۔۔۔

ماما۔۔۔میں بتا رہا ہوں آپکو۔۔۔ڈیڈ نے یقیناً دوسری شادی کی ہے۔۔۔

عزم جو صبح صبح ناشتے کی میز پر بیٹھا حیدر کو دیکھ رہا تھا جو مسلسل موبائل پر کچھ ٹائپ کر رہے تھے۔۔۔نائلہ جو ان دونوں کو ناشتہ سرو کرنے کے بعد اپنا ناشتہ پلیٹ میں نکال رہی تھیں۔۔۔ایک دم چونکیں۔۔۔۔۔۔

فالتو مت بولا کرو صبح صبح۔۔۔۔۔۔۔۔

فائزہ نے عزم کو گھورا تھا جبکہ حیدر نے مسکراتے ہوئے عزم کو دیکھا تھا۔۔۔

ماما میں سچ کہہ رہا ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔

عزم نے مصنوعی احتجاج کیا۔۔۔۔

عزم اگر تم نہیں چاہتے کہ صبح صبح میرے ہاتھوں سے تمہاری پٹائی ہو تو فالتو باتیں مت کرو۔۔۔۔

فائزہ کے بولنے سے پہلے ہی حیدر حسن نے کہا۔۔۔

مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ آپ دونوں کی لڑائی ہوئی ہے۔۔۔؟؟؟؟

عزم صبح سے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا جب سے وہ واپس آئے تھے کام کے علاوہ آپس میں بالکل بات نہیں کر رہے تھے۔۔۔اسی لئے وہ ان دونوں کے ساتھ بات کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔

نہیں ایسا کچھ نہیں ہے۔۔۔

فائزہ نے سنجیدگی سے کہا۔۔۔

عزم نے سوالیہ نظروں سے حیدر کو دیکھا تھا کہ واقعی ایسا کچھ نہیں ہے۔۔۔۔

یار وہ کل کالج کی ایک پرانی دوست شافیہ مل گئی تھی راستے میں اور ہم لوگ تمہاری خالہ کی طرف جانے کی بجائے اس کے ساتھ چلے گئے۔۔۔اس نے رات رکنے کا اصرار کیا لیکن مجھ سے پہلے ہی تمہاری ماں نے منع کر دیا اور ہم

تمہاری خالہ کی طرف چلے گئے۔۔۔۔ تب سے لے کر اب تک تمہاری ماں کا موڈ آف ہے۔۔۔ پتہ نہیں کیوں؟؟؟؟

حیدر حسن معصومیت طاری کرتے ہوئے بولے۔۔۔

فرینڈ تھی یا گرل فرینڈ تھی۔۔ میں پوچھتی ہوں ضرورت ہی کیا تھی اس کے گھر جانے کی۔۔۔ دل میں تو لڈو پھوٹ رہے ہوں گے کہ چلو وہ پھر سے واپس آگئی۔۔۔

فائزہ سے جان چھوٹے گی۔۔۔

فائزہ نے غصے سے گھورتے ہوئے حیدر کو دیکھا جبکہ عرزم مسکراہٹ ضبط کرنے کے چکر میں سرخ ہو گیا۔۔۔۔

پاپا۔۔۔ یہ وہی شافیہ آنٹی ہے نا جو آپکو کالج لائف میں پسند کرتی تھیں اور ابھی تک کنواری ہیں۔۔

عرزم مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے بولا جبکہ حیدر نے اسے گھورا تھا۔۔۔

تم آگ میں تیل مت ڈالو۔۔۔ تمہاری ماں مجھے اچھے سے جانتی ہے کہ میں اس کے علاوہ کسی سے محبت نہیں کر سکتا۔۔۔

اچھا کیوں نہیں کر سکتے محبت؟؟؟

عرزم حیدر کیونکہ یہ جو دل ہے نا تمہاری ماں کے نام سے دھڑکتا ہے۔۔۔ حیدر نے جواب فائزہ کو دیکھ کر دیا جو ان کے جواب پر مسکرا کر وہاں سے کیچن میں چلی گئی تھیں۔۔۔

پاپا۔۔۔ محبت میں اگر محبوب بے وفائی کرے تو کیا کرنا چاہیے۔۔۔؟؟؟

زیام نے سنجیدگی سے پوچھا۔۔۔

محبت اگر سچی ہو تو بے وفائی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔۔ہاں محبت میں بدگمانی ضرور آسکتی ہے لیکن یہ ہم پر ہوتا ہے کہ ہم اس بدگمانی کو بے وفائی میں بدلتے ہیں یا اعتبار میں۔۔۔۔۔

حیدر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔۔۔

عرزم کے دماغ میں یک دم ماضی کی سوچوں نے جنم لیا تھا۔۔۔لیکن وہ سر جھٹک کر ناشتے میں مصروف ہو گیا تھا۔۔۔۔

حیدر نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر اس کے بائیں ہاتھ کو جس وہ ناشتہ کر رہا تھا۔۔۔

وہ اپنی باتوں میں اتنا مصروف تھے کہ دھیان ہی نہیں گیا تھا عرزم کی طرف۔۔۔۔۔

یہ تم بائیں ہاتھ سے ناشتہ کیوں کر رہے ہو؟؟؟

عرزم نے ایک نظر انہیں دیکھا اور پھر ناشتے کی پلیٹ کو دور ہٹایا۔۔۔

وہ دوسرے ہاتھ پر چھوٹی سی چوٹ لگ گئی تھی۔۔۔

عرزم نے مسکرا کر اپنا دایاں ہاتھ دیکھا تو حیدر نے مشکوک نظروں سے اسے گھورا۔۔۔۔

باپ ہوں تمہارا یہ مت بھولا کرو۔۔۔اور اس سے پہلے میں تمہاری ماں کو بتاؤں مجھے سچ سچ بتاؤ کہ یہ چوٹ کیسے لگی؟؟؟؟

وہ کل واش روم میں پاؤں پھسل گیا تھا اور گر گیا۔۔۔۔۔بس ذرا سی لگی ہے کل تک ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔

عرزم لاپرواہی سے بولا۔۔۔۔۔

گرنے سے صرف ہاتھ پر ہی چوٹ آتی ہے کیا؟؟؟؟

کیا۔۔۔ڈیڈ آپ بھی پولیس آفیسر کی طرح شروع ہو گئے ہیں بس گر گیا اور لگ گئی چوٹ۔۔۔

عرزم نے مسکرا کے بات کو ٹالنا چاہا جبکہ حیدر نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر بولے۔۔۔

اپنا خیال رکھا کرو۔۔۔

او کے ڈیڈ۔۔۔ میں اب یونی کے لئے نکلتا ہوں۔۔۔

یہ بول کر وہ وہاں سے چلا گیا جبکہ حیدر نے ہال کے دروازے تک اس کی پشت کو دیکھا تھا۔۔۔

حیدر جانتے تھے کہ عرزم انہیں ڈیڈ دو ہی صورتوں میں کہتا ہے پہلی جب وہ غصے میں ہوتا ہے اور دوسرا جب وہ بات کو ٹالنا چاہتا ہو۔۔۔ کیونکہ نارمل موڈ میں وہ کبھی حیدر کو ڈیڈ نہیں کہتا تھا۔۔۔

ہوپ سو آل از ویل۔۔۔

حیدر خود سے بڑبڑائے اور ناشتے میں مصروف ہو گئے۔۔۔۔۔۔

زیام کے ساتھ ساتھ شاویز کے چہرے کا رنگ بھی فق ہو گیا تھا کیونکہ سامنے ہی نائلہ بیگم غصے کے ساتھ دونوں کو دیکھ رہی تھیں۔۔۔۔۔

نائلہ بیگم کمرے کے اندر آئیں اور ان دونوں کے سامنے رک گئیں۔۔۔

ممی وہ میں۔۔۔۔

اس سے پہلے زیام اپنی بات مکمل کرتا نائلہ نے ایک تھپڑ اس کے دائیں گال پر رسید کیا۔۔۔۔

ڈونٹ کال می ممی۔۔۔۔ انڈرسٹینڈ۔۔۔۔

نائلہ بیگم نے انگلی اٹھا کر زیام کو غصے سے کہا۔۔۔۔

اور تم شاویز۔۔۔۔ جائو جا کر دوبارہ سے نہا کر کپڑے چینج کرو۔۔۔

نائلہ کی بات پر شاویز نے بے یقینی جبکہ زیام نے دکھ سے دیکھا تھا۔۔۔

ممی۔۔۔

سنا نہیں شاویز جائو اور جا کر کپڑے تبدیل کرو۔۔۔۔۔

نائلہ نے گھور کر شاویز سے کہا۔۔۔۔

شاویز نے تاسف سے انہیں دیکھا۔۔۔

مجھے لیٹ ہو رہا ہے ممی میں چلتا ہوں اللہ حافظ۔۔۔۔

شاویز بنا نائلہ کی بات کی تکمیل کیئے وہاں سے چلا گیا جبکہ زیام ابھی تک اسی جگہ ساکن کھڑا تھا۔۔۔۔

کتنی دفعہ کہا ہے کہ دور رہا کرو میرے بچوں سے۔۔۔۔ سمجھ میں نہیں آتا کیا؟؟؟؟ اپنا منحوس سایہ میرے بچوں سے دور رکھو ورنہ انجام کے ذمے دار تم خود ہو گے۔۔۔۔۔

نائلہ کی بات پر زیام زخمی سا مسکرایا اور بولا۔۔۔۔

ایم سوری کہ میرا منحوس سایہ آپکے بچوں پر پڑتا ہے۔۔۔۔ ایم سوری کہ میں آپکے بچوں کو اپنا بھائی بہن مانتا ہوں۔۔۔ اینڈ ایم سوری کہ میں چاہ کر بھی آپ سے نفرت نہیں کر سکا۔۔۔۔

زیام یہ بول کر وہاں سے چلا گیا جبکہ نائلہ نے ایک نظر اپنے ہاتھ کو دیکھا اور پھر سر جھٹک کر واش روم کی طرف چلی گئیں۔۔۔۔۔۔۔

رحاب نے آہستہ سے اپنی آنکھیں کھولیں تو خود کو بیڈ پر پایا۔۔۔۔ بیڈ کا سہارا لے کر اس نے بیڈ کرائون سے ٹیک لگائی اور سر کو تھام لیا جہاں بینڈیج لگی ہوئی تھی۔۔۔

جیسے جیسے اس کی حواس بحال ہو رہے تھے اسے کا سر مزید چکرا رہا تھا۔۔۔ کمرے میں موجود تمام دیواروں پر اس کی تصاویر تھیں۔۔۔ اور یہ تصاویر اس کی سات سال پرانی تھیں۔۔۔ پہلا دھیان جس شخص کی طرف گیا تھا یہ سوچ کر ہی اس کا دل خوش ہو گیا تھا اور خوشی میں اس کی منہ سے بے ساختہ نکلا تھا۔۔۔

پرنس۔۔۔۔

اس نے تمام تصاویر کو دیکھنا شروع کیا اور مسکراتے ہوئے خود سے بولی۔۔۔

میں جانتی تھی تم اپنا وعدہ نبھائو گے۔۔۔ پرنس۔۔۔ تمہاری رے تمہیں بہت یاد کرتی تھی۔۔۔ میں جانتی ہوں تم ناراض ہو گے لیکن مجھے یقین ہے سچ جاننے پر تم مجھے معاف کر دو گے۔۔۔ کیونکہ تمہاری رے اب کبھی تمہیں چھوڑ کر نہیں جائے گی۔۔۔۔

میں کتنی موٹی تھی سات سال پہلے۔۔۔۔ مجھے پرنس نے کیسے پہچانا ہو گا؟؟؟؟ ہاں اس نے کہا تھا وہ میری محبت کو محسوس کر کے واپس آئے گا۔۔۔ اے اللہ تیرا شکر ہے تو نے مجھے پرنس سے ملا دیا۔۔۔۔

رحاب کی خوشی اس کی چہرے سے واضح عیاں ہو رہی تھی۔۔۔

لیکن وہ شاید یہ نہیں جانتی تھی کہ یہی خوشی اس کے لئے کیا طوفان لانے والی ہے۔۔۔۔۔۔

ماضی

جہانگیر علوی نے زیام کے ٹھیک ہوتے ہی اس کا داخلہ ایک بورڈنگ سکول میں کروا دیا۔۔۔ زیام جانتا تھا کہ اس کا باپ مزید اب اس کی ماں کے حوالے سے دی گئی تکلیفوں کو برداشت نہیں کرے گا اس لئے وہ بھی اپنے باپ کے فیصلے سے مطمئن تھا۔۔۔ جہانگیر نے سکول کے پرنسپل سے مل کر ساری فارملیٹیز پوری کیں اور زیام کو نصیحتیں کر

کے واپس آگئے۔۔۔ زیام دس سال کا تھا لیکن اس کا داخلہ تیسری کلاس میں کیا گیا۔۔۔ وہ خوش نہیں لیکن اپنے باپ کے فیصلے پر پر سکون ضرور تھا۔۔۔ ایک مہینہ ہو گیا تھا اسے وہاں اسے وہاں کوئی پریشانی نہیں ہوئی پھر ایک دن اس کی ملاقات عرزم سے ہوئی۔۔۔۔

زیام جیسے ہی اپنی جگہ پر بیٹھنے لگا اس کے کچھ کلاس فیلوز نے اسے وہاں بیٹھنے نہ دیا۔۔ اگر وہ سب سے پچھلی سیٹ پر جاتا تو وہاں سے ایک لڑکا اسے آگے دھکیل دیتا اور اگر آگے اپنی سیٹ پر جاتا تو وہاں سے دوسرا لڑکا اسے پیچھے دھکیل دیتا۔۔۔

عرزم جس نے کافی ضد کر کے اس سکول میں ایڈمیشن لیا تھا آج ہی وہ کلاس میں پہنچا تھا۔۔ لیکن کلاس کا نظارہ دیکھ کر اسے بے ساختہ زیام پر ترس آیا۔۔ زیام روتے ہوئے مسلسل کبھی ادھر کبھی ادھر جا رہا تھا۔۔۔ عرزم کو اس بات پر کافی غصہ آیا۔۔ غصے سے اس کی چھوٹی سی ناک سرخ ہو گئی۔۔ وہ کلاس کے اندر گیا اور زیام کو دیکھ کر بولا۔۔۔۔

تمہاری سیٹ کہاں ہے؟؟؟؟

زیام نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر انگلی سے آگے کی طرف اشارہ کیا۔۔ عرزم نے ایک نظر وہاں کھڑے لڑکے کو دیکھا اور پھر وہاں سے دائیں سائیڈ کی طرف خالی سیٹ پر جا کر بیٹھ گیا اور زیام کو بھی اپنے ساتھ بٹھا لیا۔۔

آج سے تم میرے ساتھ ہی اس سیٹ پر بیٹھو گے۔۔۔

عرزم نے زیام کو دیکھ کر کہا۔۔۔

زیام نے ایک نظر ان دونوں لڑکوں کو دیکھا اور پھر عرزم کو جو مسلسل انہی کو دیکھ رہا تھا۔۔۔

زیام کو کافی عجیب لگا۔۔۔اس لئے وہ اس کے پاس سے اٹھنے لگا جب عرزم نے اس کا بازو پکڑ کے اسے واپس بٹھایا۔۔۔

سنائی نہیں دیتا یہاں ہی بیٹھو گے تم اب۔۔۔اور ان لڑکوں کو تو میں چھوڑوں گا نہیں۔۔۔

عرزم نے دانت پیسے۔۔۔

زیام نے جلدی سے اپنا سر اثبات میں ہلا دیا۔۔۔

نام کیا ہے تمہارا؟؟؟

عرزم نے تھوڑی دیر بعد زیام سے پوچھا۔۔

زیام علوی۔۔۔

میرا نام عرزم حیدر ہے۔۔۔میرا کوئی دوست نہیں ہے اس لئے آج سے تم میرے دوست ہو۔۔۔

اس کی بات سن کر جہاں زیام کے چہرے پر بے یقینی چھائی وہیں عرزم کے چہرے پر اطمینان تھا۔۔۔

ایسے مت دیکھو۔۔۔مجھے نہیں معلوم دوست کیسے بناتے ہیں۔؟؟؟اگر کوئی گفٹ دینے سے تم دوستی کرو گے تو میں تمہیں کوئی گفٹ دینے والا نہیں کیونکہ میری پاکٹ منی میں فلحال تمہارے گفٹ کا حصہ نہیں ہے۔۔۔اگلے مہینے لے دوں گا۔۔۔۔

عرزم نے اپنے دماغ کے حساب سے اندازہ لگایا تو زیام کے چہرے پر بے ساختہ مسکراہٹ آئی۔۔۔

نہیں مجھے کچھ نہیں چاہیے۔۔۔

زیام نے مسکرا کر کہا۔۔۔

تم ہنستے ہوئے کافی کیوٹ لگتے ہو زیمی۔۔۔۔

عرزم نے آنکھیں مٹکاتے ہوئے کہا۔۔۔

زیمی؟؟؟؟

زیام نے ناسمجھی سے پوچھا۔۔۔

بھئی تمہارا نک نیم۔۔۔

زیام سے زیمی ہی بنتا ہے اگر تمہیں پسند نہیں تو کوئی بات نہیں میں پھر بھی اسی نام سے بلائوں گا۔۔۔۔

عرزم کی باتوں سے زیام کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلتی جا رہی تھی۔۔۔ اور یہی عرزم کا مقصد تھا۔۔۔ وہ زیام کے چہرے پر مسکراہٹ دیکھنا چاہتا تھا۔۔۔ کیوں دیکھنا چاہتا تھا یہ نہیں معلوم بس وہ اس کی آنکھوں آنسو نہیں دیکھ سکتا تھا اور ایسا کیوں تھا وہ یہ بھی سمجھ نہیں سکا تھا۔۔۔

یہ بات سچ تھی اس نے کبھی دوستی میں پہل نہیں کی لیکن زیام کے معاملے میں وہ یہ بھی کر گزرا تھا۔۔۔

دو دن بعد جب فائزہ عرزم سے ملنے آئی تو اس نے کافی اصرار کیا کہ وہ ضد چھوڑ دے لیکن اس کا جواب سن کر فائزہ بیگم حیران کم شاکڈ زیادہ ہو گئیں تھیں۔۔۔

پلیز عرزم واپس آجائو۔۔۔ ماما مس یو آ لاٹ۔۔۔

ماما پلیز ایموشنل بلیک میل مت کریں۔۔۔ مجھے واپس اس گھر میں نہیں جانا جہاں دادو اور دادی نہیں ہیں۔۔۔۔

عرزم پلیز بیٹا۔۔۔

اووو پلیز ماما۔۔۔ ڈیڈ کو بولیں مجھے آپ کے تھرو ٹریپ مت کریں۔۔۔ دیکھنے میں بچہ لگتا ہوں لیکن ہوں نہیں ۔۔۔۔

عرزم اس وقت واقعی دس سالہ بچہ نہیں لگ رہا تھا۔۔۔

اچھا گھر کب آئو گے مجھ سے ملنے ؟؟؟،

پتہ نہیں۔۔۔

عرزم نے کندھے اچکا دیئے۔۔۔

اور سکول پسند آیا تمہیں ؟؟؟

فائزہ نے مسکرا کر پوچھا کیونکہ جانتی تھیں کہ وہ عرزم حیدر ہے حیدر حسن کا ضدی بیٹا جو کبھی بھی اپنے کہے سے پیچھے نہیں ہٹنے والا۔۔۔۔

ہاں بس ٹھیک ہے۔۔۔ ایک دوست بنایا ہے میں نے اس کا نام زیام ہے بہت اچھا لڑکا ہے۔۔۔ آپ وارڈن سے بول کر ہمارا روم ایک کروا دیجیئے گا کیونکہ وہ بہت معصوم ہے میں نہیں چاہتا کسی کی وجہ سے وہ روئے۔۔۔۔

عرزم کی بات پر فائزہ کی مسکراہٹ ایک پل میں سمٹی تھی۔۔۔ کیونکہ یہ بات وہ اچھے سے جانتی تھی وہ ریزرو نیچر کا ہے۔۔۔ کبھی دوست نہیں بناتا۔۔۔

مجھے ملوائو گے نہیں اپنے دوست سے ؟؟؟

نہیں۔۔۔ وہ تھوڑا سا شائے ہے ابھی میرے ساتھ بھی صحیح سے بات نہیں کرتا اس لئے تو بول رہا ہوں کہ اس کا سامان میرے روم میں شفٹ کروا دیں۔۔۔

عرزم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔۔۔۔

اوکے میں کرتی ہوں وارڈن سے بات لیکن ایک بات تو بتائو ایسا کیا ہے تمہارے دوست میں جو تم اسے اپنے ساتھ رکھنا چاہتے ہو ؟؟؟؟

مجھے اسے پروٹیکٹ کرنا ہے۔۔۔۔

کس سے پروٹیکٹ کرنا ہے ؟؟؟؟

فائزہ کو عزم اس وقت دس نہیں بیس سالہ نوجوان لگ رہا تھا جو کسی کا محافظ بننا چاہتا تھا۔۔۔

سب سے۔۔۔اور پلیز زیادہ سوال مت کریں۔۔۔میری کلاس کا وقت ہو رہا ہے اس لئے میں جا رہا ہوں۔۔۔

عزم یہ بول کر فائزہ کی پیشانی پر جھکا اور بوسہ لے کر وہاں سے چلا گیا جبکہ فائزہ کو نئی سوچوں نے گھیر لیا تھا۔۔۔

یہ ان کا بیٹا تو نہیں تھا جو خود میں رہتا تھا یہ تو کوئی اور ہی تھا۔۔۔

ہوپ سو کہ یہ کچھ غلط نہ کرے۔۔۔

فائزہ خود سے بڑبڑائیں۔۔۔

حال

رحاب کو پرنس کا انتظار کرتے تقریباً چار گھنٹے ہو گئے تھے۔۔ لیکن وہ تھا کہ سامنے ہی نہیں آ رہا تھا۔۔ کمرے سے باہر نکلنے کی کوشش کی تو کمرے کو لاک پا کر واپس بیٹھ گئی۔۔۔

یا اللہ پرنس کو بھیج دیں۔۔ یہ انتظار تو میری جان لے لے گا۔۔۔ پتہ نہیں پانچ سالوں میں اس میں کون کون سی تبدیلی آئی ہو گی ؟؟؟ پہلے تو کافی کیوٹ تھا۔۔ اور میری طرح موٹا تھا اب پتہ نہیں کیسا ہو گا؟؟؟؟

رحاب خود سے باتیں کر رہی تھی جب اچانک اس کا دھیان اپنے سر پر لگی بینڈ تیج پر گیا۔۔۔

میرا موبائل کہاں ہے ابھی تو یونی آف ہونے میں دو گھنٹے ہیں اگر پرنس نہ آیا تو میں گھر کیسے جائوں گی ؟؟؟؟

رحاب کے چہرے پر پریشانی کی واضح جھلک رہی تھی۔۔۔

یا اللہ پلیز پرنس کو بھیج دے۔۔۔

رحاب نے شدت سے دعا مانگی تھی اور شاید وقت قبولیت تھا کہ اسے کمرے کا دروازہ کھلنے کی آواز آئی اس کی دروازے کی طرف پشت تھی وہ مسکرائی تھی۔۔۔

تھینکیو سو مچ اللہ تعالی۔۔۔

وہ خود سے بڑبڑائی اور آہستہ سے پیچھے مڑی۔۔۔ سامنے نقاب میں ایک شخص کھڑا تھا جس کی گرین آنکھوں میں ویرانی تھی جبکہ رحاب کو ایک لمحہ لگا تھا اس کو پہچاننے میں۔۔۔

پرنس۔۔۔۔

رحاب خوشی سے بولی اور آگے بڑھی اس سے پہلے وہ اسے ہاتھ لگا کر محسوس کرتی سامنے والے شخص نے ہاتھ کے اشارے سے اسے وہیں روک دیا۔۔۔۔

رحاب کے قدم جہاں تھے وہیں ساکت ہو گئے۔۔۔

پرن۔۔۔۔

ششششش۔۔۔۔۔

آواز نہیں نکلے تمہاری۔۔۔۔

مقابل شخص کی آواز کے ساتھ ساتھ اس کا لہجہ بھی سرد تھا۔۔۔

رحاب کو لگا جیسے اس نے یہ آواز اور یہ لہجہ کہیں سنا ہے لیکن کہاں یہ سمجھ نہیں آئی۔۔۔

ایم سوری پلیز جو کچھ ہوا وہ۔۔۔۔

رحاب نم آنکھوں سے بولی تھی۔۔۔

سنائی نہیں دے رہا۔۔۔ آئی سیڈ شٹ اپ۔۔۔۔

اس بار پرنس بولا نہیں بلکہ دھاڑا تھا۔۔۔ رحاب کانپ گئی تھی اس کی آواز سے۔۔۔

پانچ سال۔۔۔ پچھلے پانچ سالوں کا حساب پہلے پورا ہو گا اس کے بعد تم بولو گی۔۔۔

آج میں بولوں گا اور تم سنو گی۔۔۔ تمہاری بے وفائی کی سزا میں تمہیں دے کر رہوں گا۔۔۔۔

رحاب کے آنسو اس کے گالوں پر نکل آئے تھے وہ اس لئے نہیں رو رہی تھی کہ اسے پرنس کے الفاظ تکلیف دے رہے تھے وہ اس لئے رو رہی تھی کہ پرنس کو وہ خود سے زیادہ تکلیف میں محسوس کر رہی تھی۔۔۔ جن آنکھوں میں اسے اپنا عکس نظر آتا تھا آج ان آنکھوں میں ویرانی تھی۔۔۔

تم میری زندگی کی سب سے بڑی غلطی نہیں۔۔۔ بلکہ گناہ ہو۔۔۔۔

رحاب نے تڑپ کر سر اٹھایا تھا۔۔۔

کیوں راستے میں چھوڑ دیا مجھے۔۔۔ مانتا ہوں کہ پانچ سال پہلے میں تمہاری اور تمہاری ماں کی نظر میں بچہ تھا لیکن میرے جذبے تو سچے تھے نا؟؟؟ تم نے مجھے خود سے دور کرنے کے لئے مجھے میری نظروں میں گرا دیا۔۔۔ کاش میرے اختیار میں ہوتا تو میں تمہارے نام تک کو اپنی زندگی سے نکال دیتا۔۔۔ لیکن کمبخت اختیار ہی تو نہیں ہے میرے پاس۔۔۔۔

وہ بے بسی سے مسکرایا تھا۔۔۔ رحاب نے کم از کم اس کی آواز اور آنکھوں سے یہی اندازہ لگایا تھا۔۔

میری روح کو زخم دیئے ہیں تم نے۔۔۔۔ جانتی ہو کتنا تڑپا تھا میں؟؟؟ نہیں تم جان ہی نہیں سکتی۔۔۔ کیونکہ محبت کرنے والے بے وفا نہیں ہوتے۔۔۔۔۔

اس بار اس نے رحاب کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا تھا۔۔۔

میں مجبور تھی۔۔۔۔۔

رحاب نے بولنے کی کوشش کی تو پرنس نے اسے بازو سے پکڑ کر اپنے قریب کیا اور اس کے لبوں پر انگلی رکھی ۔۔۔۔ایک کی آنکھوں میں ڈر تھا تو دوسرے کی آنکھوں میں وحشت تھی۔۔۔۔

ششش۔۔۔۔۔

ایسی کونسی مجبوری تھی جس کی وجہ سے تم نے اپنے پرنس کو دھوکا دیا۔۔۔۔؟؟؟؟

ما۔۔۔ما۔۔۔۔

رحاب کے لفظی جواب میں جہاں پرنس کی گرفت ڈھیلی ہوئی تھی۔۔۔

اپنی بے وفائی کو بار بار اپنی ماں کے ساتھ منسوب مت کرو۔۔۔کیونکہ میرے جذبوں کی قیمت میں وصول کر کے رہوں گا۔۔۔

اگر تمہیں لگتا ہے کہ میں بے وفا ہوں تو تم جو سزا دو گے مجھے منظور ہے لیکن خدا کے لئے مجھے معاف کر دو۔۔۔

رحاب پوری طرح سے آج ٹوٹ کر بکھر رہی تھی۔۔۔۔

معافی کا ڈرامہ مت کرو میرے سامنے کیونکہ میں جانتا ہوں تم صرف لوگوں کو پاگل بنانا جانتی ہو۔۔۔۔۔انہی آنسوئوں کی وجہ سے میرا دل مجھے دغا گیا تھا لیکن آج تمہارے آنسو مجھے سکون دے رہے ہیں۔۔۔سنا تم نے اور میرا وعدہ ہے ان آنسوئوں کو تمہاری قسمت کا حصہ بنا کر رہوں گا۔۔۔

تم معاف کیوں نہیں کر سکتے مجھے؟؟؟ تمہیں اسی محبت کا واسطہ ہے جو کبھی تم نے مجھ سے کی تھی۔۔۔پلیز مجھے ایک آخری چانس دے دو۔۔۔

رحاب اس کے قدموں میں ہاتھ جوڑ کر روتے ہوئے بولی تھی۔۔۔

ٹھیک ہے۔۔ تمہیں ایک چانس چاہیے نا؟؟؟ کیا کر سکتی ہو؟؟؟

پرنس اس کے مقابل بیٹھتے ہوئے بولا۔۔۔۔

جو تم بولو گے۔۔۔۔

رحاب کی دیوانگی اس وقت اس کے حواس سلب کر چکی تھی۔۔۔۔

پانچ سال پہلے جو کام بقول تمہارے ادھورا رہ گیا تھا آج اسے پورا کرنا ہے۔۔۔۔

پرنس کے الفاظ پر رحاب ایک جھٹکے سے پیچھے ہٹی تھی۔۔۔۔

سر خود بخود نفی میں ہلا تھا۔۔۔ پرنس کے لبوں پر ایک تلخ مسکراہٹ آئی تھی۔۔۔۔

مجھے تمہاری پرمیشن چاہیے بھی نہیں دس منٹ میں منہ دھو کر باہر آئو نکاح ہے ہمارا۔۔۔

پرنس یہ بول کر وہاں سے اٹھا تھا جب رحاب نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔۔۔۔

کیا اس کے بعد تم یقین کر لو گے اس دن میں نے سب جان بوجھ کر نہیں کیا تھا۔۔۔۔

ہاں شاید۔۔۔۔

رحاب اپنی جگہ سے اٹھی تھی اور مسکراتے ہوئے اس کے قریب ہوئی تھی۔۔۔۔

پانچ سال پہلے تمہیں کھونے کی غلطی کی تھی لیکن آج یہ غلطی میں دہرائوں گی نہیں۔۔۔ آج اگر کوئی رحاب حسن سے اس کی جان بھی مانگ لے نا تو رحاب منع نہیں کرتی۔۔۔ کیونکہ آج میں نے تمہیں محسوس کیا ہے۔۔۔۔۔

پرنس نے ایک نظر رحاب کی آنکھوں میں دیکھا اور ہاتھ چھڑوا کر وہاں سے جانے لگا جب رحاب نے اس کے چہرے کو چھونے کی ناکام کوشش کی۔۔۔۔ کیونکہ پرنس نے بروقت رحاب کا وہی ہاتھ پکڑ کر اس کی کمر پر لگا دیا تھا۔۔۔۔

وعدہ کیا تھا خود سے کہ اب تمہیں اپنا چہرہ تب دکھاؤں گا جب تم مکمل میری دسترس میں ہو گی۔۔۔

تو کیا نکاح کے بعد اجازت ہو گی مجھے کہ میں تمہاری آنکھوں میں اپنا عکس دیکھ سکوں؟؟؟؟

رحاب نے اپنا چہرہ اس کے چہرے کے قریب کیا تھا۔۔۔ اتنا کہ دونوں کی سانسیں الجھنے لگی تھیں۔۔۔ چند لمحے دونوں ایک دوسرے میں کھوئے رہے۔۔۔ پھر رحاب نے آنکھیں بند کر کے جیسے ہی اپنے لب پرنس کی پیشانی کے قریب کئے پرنس نے ایک جھٹکے سے اسے چھوڑا تھا اور باہر نکل گیا۔۔۔۔ جبکہ رحاب لڑکھڑائی تھی۔۔۔ لیکن مسکراہٹ اس کے لبوں پر جم سی گئی تھی۔۔۔

مسز اجالا حسن نیازی آپ کی وجہ سے میں نے پرنس کو کھویا تھا لیکن اب آپکو ہی پرنس کو میری زندگی میں واپس لانا ہے۔۔۔

رحاب دل میں سوچ کر مسکرائی اور فریش ہونے کے لئے کمرے میں موجود واش روم میں چلی گئی۔۔۔۔

ماضی

فائزہ نے عرزم کی ضد پر زیام کو عرزم کے روم شفٹ کروا دیا تھا اگرچہ یہ کام اس کے لئے مشکل تھا لیکن حیدر حسن کی سفارش کی وجہ سے یہ کام جلدی ہو گیا۔۔۔ حیدر حسن چونکہ اس بورڈنگ سکول کے ٹرسٹی تھے اس لئے ان کی ایک فون کال پر انہوں نے عرزم کی بات مان لی تھی۔۔۔

چار ماہ ہو گئے تھے ان کی دوستی کو اور اس دوران زیام کافی حد تک عرزم کے ساتھ اٹیچ ہو گیا تھا۔۔۔

ان تین ماہ کے دوران اس نے زیام کو ایک لمحے کے لئے بھی تنہا محسوس ہونے نہیں دیا۔۔۔۔ سائے کی طرح وہ اس کے ساتھ رہتا تھا۔۔۔ کسی کی جرت نہیں ہوتی تھی عرزم کے ساتھ بدتمیزی کرنے کی کیونکہ تقریباً سارے

سکول کو معلوم تھا کہ اس کے فادر اس سکول کے ٹرسٹی ہیں۔۔۔ہاں اگر زیام کو کوئی کچھ کہتا تھا تو عزم حیدر اس انسان کو وہ سزا دیتا تھا جو اس کی عمر اور سوچ سے زیادہ ہوتی تھی۔۔۔۔

کلاس میں جن دو لڑکوں نے زیام کو سیٹ کے لئے ٹارچر کیا تھا ان کی سیٹس پر عزم نے دوسرے دن ہی ان کے آنے سے پہلے گلو ڈال دی تھی جیسے ہی وہ بیٹھے تھے ان کی پینٹ پھٹ گئی تھیں۔۔۔

اور ساری کلاس میں ان دونوں کا اچھا خاصہ مذاق اڑایا گیا تھا۔۔۔

اس واقعہ کے بعد کلاس کے سٹوڈنٹس بھی زیام سے دور ہی رہتے تھے۔۔۔۔

وقت کا کام ہے گزرنا سو گزر رہا تھا۔۔۔۔ تین سال ہو گئے تھے ان کی دوستی کو۔۔۔ دونوں ایک دوسرے ساتھ خوش رہتے تھے۔۔۔ عزم اب تک زیام کی فیملی کے متعلق نہیں جانتا تھا۔۔۔۔ فیملی کے ذکر پر زیام کی آنکھیں ہمیشہ نم ہو جاتی تھیں اور عزم اس کے آنسوئوں کی وجہ نہیں جاننا چاہتا تھا۔۔۔ کیونکہ زیام کے آنسوئوں سے عزم کو تکلیف ہوتی تھی۔۔۔۔۔

زیام کمرے میں رکھے سٹڈی ٹیبل کے ساتھ موجود کرسی پر بیٹھ کر پڑھ رہا تھا کہ عزم روم میں داخل ہوا۔۔۔

زیام نے مسکرا کر اسے دیکھا اور سلام کیا۔۔۔۔

اسلام و علیکم۔۔۔۔

و علیکم اسلام زیمی۔۔۔۔

کیا کر رہے تھے؟؟؟

عزم نے ہاتھ میں موجود کیک کو کمرے میں موجود دو سنگل بیڈ میں سے ایک بیڈ پر رکھتے ہوئے پوچھا۔۔۔۔

کچھ نہیں پڑھ رہا تھا۔۔۔۔

اچھا پڑھائی کو چھوڑو ادھر آئو کیک کٹ کریں۔۔۔

عزم نے اس کا بازو پکڑ کر اسے بیڈ پر بٹھایا اور خود کیک والا ڈبہ کھولا۔۔۔

ہیپی تھرڈ سیکسیس فل ائیر آف فرینڈشپ۔۔۔۔

عزم مسکراتے ہوئے بولا تھا۔۔۔ جبکہ زیام نے ایک ہلکی سی چپت اس کے سر پر ماری تھی۔۔۔

تھینکس۔۔۔

پھر دونوں نے مل کر کیک کٹ کیا تھا۔۔

ایک دوسرے کو کھلانے کم لگانے کے بعد دونوں نے باری باری منہ دھویا تھا۔۔

یار عزی تم مجھے چھوڑو گے تو نہیں؟؟؟؟

زیام اور عزم سونے کے لئے اپنے اپنے بیڈ پر لیٹے تھے جب زیام نے کسی خدشے کی تحت پوچھا۔۔۔

عزم نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر چھت کو دیکھتے ہوئے بولا۔۔۔

اور اگر چھوڑ دیا تو کیا ہو گا؟؟؟

تو زیام علوی مر جائے گا۔۔۔

زیام کی آواز میں اس بار نمی نے بسیرا کیا تھا۔۔۔

عزم نے ایک نظر اسے دیکھا اور آٹھ کر اس کے پاس آیا اور ایک ذور دار تھپڑ اس کے دائیں گال پر رسید کیا۔۔

زیام نے پہلے تو نا سمجھی اور پھر خفگی سے عزم کو دیکھا۔۔۔۔

چل تھپڑ مار مجھے۔۔۔

عزم نے سنجیدگی سے کہا تھا جبکہ زیام نے عزم کو ایسے دیکھا جیسے اس کی دماغی حالت خراب ہو۔۔۔

سنائی نہیں دے رہا مار نہ تھپڑ۔۔۔

عزم نے سخت لہجے میں کہا لیکن زیام نے ناراضگی سے چہرے کو دوسری سائیڈ پر کر لیا۔۔۔

نہیں مار سکتا۔۔۔ تمہاری طرح غنڈہ نہیں ہوں میں۔۔۔

زیام کے جواب پر عزم کو ہنسی تو بہت آئی لیکن وہ دبا گیا۔۔۔

جس طرح تم میرے کہنے پر بھی مجھے پر ہاتھ نہیں اٹھا رہے اسی طرح میں تمہارے کہنے پر بھی تمہیں چھوڑنے والا نہیں۔۔۔ سمجھے۔۔۔

زیام نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر مصنوعی خفگی سے بولا۔۔۔

سے سوری۔۔۔

عزم نے ایک ہلکی سی چپت اس کی سر پر لگائی اور پھر کان پکڑ کر بولا۔۔۔

سوری یار۔۔۔ یہ الفاظ تو میں مر کر بھی تمہیں نہ بولوں۔۔۔ اور ویسے بھی مجھے تمہاری بات پر غصہ آیا تھا اور اس سے بہتر مثال میں تمہیں دے نہیں سکتا تھا۔۔۔

عزم کا اشارہ تھپڑ کی طرف تھا۔۔۔

جبکہ زیام نے مسکرا کر عزم کو دیکھا اور بولا۔۔۔

امید ہے عزم حیدر اپنی زبان سے مکرے گا نہیں۔۔۔

جس دن مکر گیا نا؟؟؟ اس دن جان سے مار دینا۔۔۔

عزم کے چہرے پر ایک دم سختی آئی تھی۔۔۔

اووو ہیرو۔۔۔ ڈائیلوگ بازی بند کر اور مجھے سونے دے صبح انگلش کا ٹیسٹ ہے۔۔۔

زیام نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔۔۔

عرزم نے مصنوعی خفگی سے اسے دیکھا اور گنگناتے ہوئے بولا۔۔۔۔

مطلب دی دنیا اے۔۔۔۔ مطلب دی یاری اے۔۔۔

ابھی اس نے اتنا ہی بولا تھا جب زیام نے پاس پڑے کشن اسے مار کر چپ کروایا تھا۔۔۔

عرزم اپنے بیڈ پر لیٹا اور زیام کو ایک نظر دیکھا جو مسکراتے ہوئے سو گیا تھا۔۔۔

میں اللہ سے دعا کرتا ہوں تمہارے چہرے کی مسکراہٹ ہمیشہ ایسی رہے۔۔۔ اور دعا کے بعد کوشش ضرور کرتا ہوں اسے برقرار رکھنے کی۔۔۔

عرزم بھی مسکرا کر آنکھیں موند گیا تھا۔۔۔

شاید وہ نہیں جانتا تھا کہ اس مسکراہٹ کے لئے وہ کیا کچھ قربان کرنے والا ہے۔۔۔۔

اس زیمی کے بچے کو چھوڑوں گا نہیں میں۔۔۔۔ گدھا انتظار ہی کر لیتا تھوڑا سا۔۔۔ میں کونسا زیادہ لیٹ ہو گیا تھا ۔۔۔ لیکن نہیں جی گدھوں نے کبھی کسی کی سنی ہے جو میری سنتا۔۔۔۔ ایڈیٹ۔۔۔ تو مل جا بس آج مجھے۔۔۔۔ اللہ اللہ۔۔۔۔

عرزم بڑبڑاتے ہوئے اپنے دھیان میں تیز تیز قدم اٹھاتے گراؤنڈ سے کلاس کی طرف جا رہا تھا جب اچانک کسی سے ٹکرایا۔۔۔ اور اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔۔۔۔

جیسے ہی اس نے نظر اٹھائی سامنے ایک چودہ یا پندرہ سالہ لڑکی کھڑی تھی۔۔۔ سفید رنگت، لمبی اور گھنی پلکیں، جو اندر کالی آنکھوں کی چمک کو ڈھانپ رہی تھیں۔۔۔ چھوٹی سی ناک جو یقیناً اس وقت غصے سے سرخ تھی۔۔۔ تیکھے

نین نقش، پھولے ہوئے گلابی رخسار۔۔۔وہ ایک لمحے کو دیکھ کر مبہوت ہوا تھا لیکن صرف ایک لمحے کو کیونکہ اس کا موٹاپا اس کی تمام خوبصورتی پر غالب آچکا تھا۔۔۔

دوسری طرف وہ لڑکی عزم کو دیکھ رہی تھی جو دیکھنے میں گندمی رنگت، گرین آنکھیں، پتلی سی ناک، نین نقش میں مغروریت چھلک رہی تھی جبکہ موٹاپا اس لڑکی سے کم ہی تھا۔۔۔اس لڑکی نے ایک لمحے میں اس کا تفصیلی جائزہ لیا تھا۔۔۔

اندھے ہو؟؟؟؟

لڑکی نے غصے اپنی ناک کا پھلا کر پوچھا۔۔۔

عزم نے اپنی آنکھیں چھوٹی کر کے اسے گھورا۔۔۔۔

نہیں آنکھیں کرائے پر دے کر آیا ہوں۔۔۔۔

عزم نے دانت پیس کر کہا۔۔۔

موٹے پہاڑ لڑکی سے بات کرنی کی تمیز نہیں ہے کیا؟؟؟

اس لڑکی نے اس کے موٹاپے پر طنز کیا۔۔۔۔

تو تم کیا ہو؟؟؟موٹی ولایتی بھینس۔۔۔۔جس کی آنکھوں پر موٹاپے کی پٹی بندھی ہے۔۔۔۔

عزم تو بگڑ ہی گیا تھا اس کے طنز پر۔۔۔۔

یو۔۔۔تم نے مجھے بھینس بولا۔۔۔ابھی بتاتی ہوں۔۔۔

یہ بول کر وہ لڑکی آگے بڑھی اور عزم کے کالے بال دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اس کا سر زور زور سے ہلایا ۔۔۔جواب میں عزم نے بھی اس کے کالے لمبے بال جن کی چٹیا بنی تھی زور سے تھام کر کھینچے۔۔۔۔

دونوں کو ایسے دیکھ کر ارد گرد کی سٹوڈنٹس اکھٹے ہونا شروع ہو گئے تھے۔۔۔

ایک لڑکی بھاگ کر اس لڑکی تک پہنچی اور اس کے ہاتھوں کو پکڑ کر بولی۔۔۔۔

روحی چھوڑ دے پرنسپل کو کسی نے شکایت کر دی ہے۔۔۔وہ یہیں آ رہے ہیں۔۔۔

رحاب کا یہ سننا تھا کہ اس نے ایک لمحے میں عرزم کے بال چھوڑے اور اپنے بال عرزم سے چھڑوا کر وہاں سے ایسے بھاگی جیسے وہاں تھی نہیں۔۔۔

عرزم نے شاکڈ نظروں سے اس کا ری ایکشن دیکھا تھا۔۔۔

اتنے میں وہاں زیام آ گیا اور عرزم کا غصہ پھر سے تازہ ہو گیا تھا۔۔۔

دفعہ ہو جاؤ یہاں سے کمینے انسان۔۔۔لعنت ہے تیرے جیسے دوست پر جو کبھی وقت پر میرے ساتھ نہیں ہوتا

۔۔۔۔

زیام نے ایک حیران و پریشان نظر اس پر ڈالی جس کے گندمی چہرے میں سرخی گھل رہی تھی۔۔۔

ہوا کیا ہے؟؟؟؟

کچھ نہیں ہوا تو دفعہ ہو یہاں سے۔۔

عرزم نے ایک ہاتھ سے اسے پیچھے کیا اور وہاں سے گرائونڈ کی طرف واپس جانے لگا جب زیام نے آ کے اس کا ہاتھ پکڑا۔۔۔

بکے گا کہ ہوا کیا ہے؟؟؟

عرزم نے اسے ایک نظر گھورا جس کا زیام پر کوئی اثر نہیں ہوا اور پھر ایک لمبی سانس لی۔۔۔اور اسے سب بتانا شروع ہو گیا۔۔۔

عرزم نے جیسے ہی اپنی بات ختم کی زیام نے قہقہ لگایا۔۔۔۔

ہاہاہاہاہا۔۔۔ سریسلی۔۔۔ اس لڑکی نے تم جیسے ہٹلر کے بال کھینچے۔۔۔۔

تو میرا دوست ہے یا دشمن؟؟؟

عرزم نے اسے گھورا تھا۔۔۔

دونوں۔۔۔

زیام علوی مجھے لگتا ہے آپکا پٹائی کا موڈ ہو رہا ہے۔۔۔۔

عرزم نے دانت پیسے تھے۔۔۔

اچھا اچھا سوری۔۔۔

زیام نے بمشکل اپنی ہنسی کو کنٹرول کر کے اس سے معذرت کی تھی۔۔۔۔

اس موٹی سانڈ سے میں ایسا بدلہ لوں گا کہ دیکھتی رہ جائے گی۔۔۔۔

پتہ نہیں کہاں سے آکے ٹکرا گئی۔۔

اس موٹی سانڈ کا نام کیا ہے؟؟؟

زیام نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔۔۔

مجھے کیا پتہ کیا نام ہے اس کا؟؟؟ ہاں اس کی دوست اسے روحی بول رہی تھی۔۔۔

عرزم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔۔۔

چلو بھول جائو سب۔۔۔

زیام نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کینٹین کی طرف چل دیا۔۔۔۔

ہم اب یہاں کیوں آئے ہیں ؟؟؟

پانی پینے۔۔ کیونکہ تیرا غصہ ٹھنڈا کرنا ضروری ہے۔۔۔۔

زیام نے پانی کی بوتل اسے پکڑاتے ہوئے کہا۔۔۔

کلاس مس کر دی میری وجہ سے تم نے۔۔۔۔۔

عرزم نے تاسف سے کہا۔۔۔

سر اکرام چھٹی پر ہیں اور کوئی بھی کلاس مس نہیں ہوئی کیونکہ دو دن بعد سپورٹس گالا سٹارٹ ہو رہا ہے تو پورا سکول اس میں ہی بزی ہے۔۔۔ کلاسز کم ہو رہی ہیں اور تم اس بار بھی دوڑ میں حصہ لے رہے ہو سمجھے۔۔۔

زیام نے آخری بات مسکرا کر رعب سے کہی تو عرزم نے مسکرا کر اپنا سر اثبات میں ہلا دیا۔۔۔

گڈ اب چل جا کر اپنا نام لکھوا سر فیضان کو جو سپورٹس کے ہیڈ ہیں۔۔۔۔

زیام نے کہا تو عرزم اٹھا اور دو قدم چل کر رک گیا۔۔۔

ویسے میں ریس میں حصہ لے کیوں رہا ہوں کیونکہ جیت تو کبھی میری نہیں ہو گی۔۔۔

عرزم مایوسی سے بولا تو زیام نے ایک نظر اسے دیکھا اور مسکراتے ہوئے بولا۔۔۔۔

ریس میں کبھی بھی حصہ ہار کے ڈر سے نہیں لو کیونکہ جیت نا سہی ایک سیکھ ہماری منتظر ہوتی ہے۔۔۔

اور جیت سے زیادہ ہمیشہ سیکھ کے لئے حصہ لو۔۔۔۔

تم ہر دفعہ مجھے اپنی باتوں سے اس ریس کا حصہ بنا دیتے ہو۔۔۔ اور میں ہر بار کی طرح اس بار بھی ہارنے کے بعد تمہاری پٹائی کرنے والا ہوں۔۔۔۔

اس بار ایسا نہیں ہو گا۔۔۔

زیام کے لہجے میں یقین تھا جبکہ عرزم نے مسکرا کر اسے دیکھا اور دونوں سر فیضان کے آفس کی طرف چلے گئے۔۔۔

حال

رحاب نے نکاح کے لئے ہاں تو کہہ دی تھی لیکن اب اسے ڈر لگ رہا تھا۔۔ اس کا دل گھبرا رہا تھا کہ آیا وہ ٹھیک کر رہی ہے یا نہیں۔۔

ایک طرف ماں باپ کی عزت تھی تو دوسری طرف چند سال پرانی محبت یعنی اس کا پرنس تھا۔۔۔

انتخاب کا مرحلہ دشوار تھا۔۔ دل اور دماغ آپس میں جنگ لڑ رہے تھے۔۔ آنکھیں بند کر کے اس نے لمبی سانس لی اور خود کو ریلیکس کیا۔۔۔

پرنس جو پندرہ منٹ بعد دوبارہ کمرے میں آیا تھا اس کے ہاتھ میں ایک فائل تھی اور چہرے پر ہنوز نقاب برقرار تھا۔۔

یقیناً تم میرا انتظار کر رہی تھی۔۔۔

رحاب نے ایک نظر اس کی گرین آنکھوں میں دیکھا اور بولی۔۔۔

یہ انتظار تو پانچ سالوں سے کر رہی ہوں آج تو اس انتظار کو منزل ملنے والی ہے۔۔

سائین کرو۔۔

پرنس نے ایک نظر اسے دیکھا اور فائل اس کے آگے رکھتے ہوئے کہا۔۔

رحاب نے ایک آخری بار حسن نیازی اور حاشر کے بارے میں سوچا اور پھر سر جھٹک کر فائل پکڑی اور سائین کرنے سے پہلے بولی۔۔۔

پین؟؟؟

فائل کے اندر ہی ہے۔۔۔

کیا ہمارا نکاح مولوی نہیں پڑھائے گا؟؟؟؟

نکاح نامہ چیک کر لو اگر تمہاری کوئی شرط یا حق مہر اپنی مرضی سے لکھوانا چاہو تو دیکھ لو۔۔۔

پرنس کے لہجے میں سنجیدگی تھی۔۔۔

یقین کرتی ہوں تم پر۔۔۔اور میرا یقین ہی مجھے اس فائل کو کھولنے سے منع کر رہا ہے۔۔۔

سامنے کبرڈ میں سے اگر کوئی چادر وغیرہ ملتی ہے تو خود کو ڈھانپ لو کیونکہ مولوی صاحب یہیں آکر نکاح پڑھوائیں گے۔۔۔

پرنس نے کہا اور وہاں سے چلا گیا جبکہ رحاب کی آنکھوں سے آنسو بے اختیار نکلے تھے۔۔۔

رحاب نے پرنس کے کہے کے مطابق الماری سے چادر لی اور خود کو ڈھانپ لیا۔۔۔

تقریبا پانچ منٹ بعد پرنس مولوی کے ساتھ وہاں داخل ہوا۔۔۔رحاب بیڈ پر بیٹھی تھی جبکہ پرنس اور مولوی صاحب نے کمرے میں موجود صوفے پر نشست سنبھالی تھی۔۔۔

مولوی نے نکاح کے لئے جونہی کلمات ادا کیا رحاب کے دل کی دھڑکن ایک دم رکی تھی۔۔۔

رحاب حسن ولد حسن نیازی آپکا نکاح عرزم حیدر ولد حیدر حسن سے مبلغ پانچ لاکھ روپے سکہ رائج الوقت طے پایا ہے کیا آپکو یہ نکاح قبول ہے؟؟؟؟

رحاب نے سر اٹھا کر ایک دفعہ پرنس کو دیکھا تھا۔۔

نہیں اس کی آنکھیں براؤن ہیں روحی۔۔۔ وہ عرزم کوئی اور ہے۔۔۔ ہو سکتا ہے یہ عرزم حیدر کوئی اور ہو۔۔۔

رحاب نے دل میں سوچا۔۔۔

لیکن منہ سے کوئی جواب نہیں دیا۔۔۔

مولوی نے دوبارہ وہی الفاظ دہرائے تو رحاب نے سر جھکا لیا اور بولی۔۔۔

ق۔۔ قق۔۔۔ قب۔۔۔ قبو۔۔۔۔ قبول۔۔۔ ہے۔۔۔

مولوی صاحب نے تینوں دفعہ وہی کلمات دہرائے تھے۔۔ رحاب نے تینوں دفعہ اٹکتے ہوئے قبول ہے کہا تھا۔۔۔

مولوی نے اب اپنا رخ پرنس کی طرف کیا اور اس کے سامنے نکاح کے کلمات دہرائے۔۔۔

پرنس نے بھی تینوں دفعہ قبول ہے بول کر نکاح مکمل کیا تھا۔۔۔ مولوی صاحب نے دونوں سے نکاح نامے پر سائین لئے تھے اور پھر پرنس کے گلے لگ کر اسے مبارکباد دی اور پھر وہاں سے چلے گئے۔۔۔ جبکہ پرنس نے اٹھ کر کمرے کا دروازہ لاک کیا تھا۔۔۔

لاک کی آواز پر رحاب نے ایک جھٹکے سے جھکا سر اٹھایا تھا۔۔۔ اور اپنے سامنے پرنس کو کھڑے دیکھا تھا جس کی آنکھوں استحقاق بول رہا تھا رحاب کو ایک لمحے سے پہلے اپنی غلطی کا احساس ہوا تھا۔۔۔

پرنس کے بڑھتے قدم رحاب کو بیڈ سے اٹھنے پر مجبور کر گئے تھے۔۔۔

مجھے گھر جانا ہے۔۔۔

رحاب جلدی سے بولی۔۔۔

رے۔۔۔ پہلے مجھے یقین تو ہو لینے دو کہ تم ہمیشہ کے لئے میری ہو چکی ہو۔۔۔

پرنس۔۔۔پلیز۔۔۔

رحاب نے منت سے کہا تھا۔۔۔

کیا اپنے پرنس کا دیدار بھی نہیں کرو گی؟؟؟؟

پرنس نے طنزیہ انداز میں ہنستے ہوئے کہا۔۔۔اور رحاب سے دو قدم کے فاصلے پر رک گیا۔۔۔

رحاب نے نا سمجھی سے اسے دیکھا تھا۔۔۔

اس فاصلے کو اب تمہیں ختم کرنا ہے۔۔۔۔رے۔۔۔

رحاب نے جو نہی اپنا ہاتھ اس کے نقاب پر رکھا لائٹ چلی گئی اور پرنس جانتا تھا کہ اس کے بعد رحاب کی دوسری بڑی کمزوری اندھیرا ہے۔۔۔رحاب ڈر کر اس کے سینے سے لگی تھی۔۔۔

پلیز پرنس مجھے ڈر لگ رہا ہے لائٹ آن کرو۔۔۔

اب یہ لائٹ تب آن ہو گی جب تمہاری زندگی مکمل اندھیرے میں ڈوب چکی ہو گی۔۔۔

پرنس نے رحاب کے کانوں میں سر گوشی کی۔۔۔اس دوران اس کے لب رحاب کی کان کی لو کو چھو گئے تھے جس سے رحاب کے جسم میں سنسنی سی دوڑ گئی تھی۔۔اس سے پہلے وہ پرنس کی بات کا مطلب سمجھتی پرنس نے اسے گرد حصار کو مضبوط کر دیا تھا۔۔۔رحاب کی ساری سوچیں مفلوج ہو گئیں تھیں یاد تھا تو بس اتنا کہ اس کا پرنس اس کے پاس ہے۔۔۔

شادی مبارک ہو مسز عزم۔۔۔

رحاب نے مسکرا کر خود کو مزید پرنس کے نزدیک کر لیا تھا یہ جانے بغیر کہ اب قسمت اس سے اس کا سب کچھ چھیننے والی ہے۔۔۔

حاشر۔۔۔حاشر۔۔۔

حاشر سویا ہوا تھا جب اجالا بیگم نے اسے جگایا۔۔۔

حاشر نے موندی موندی آنکھیں کھولیں تھیں۔۔۔اور سامنے ہی اجالا بیگم کی پریشان صورت نظر آئی۔۔۔

ماما۔۔ کیا ہوا؟؟؟طبیعت تو ٹھیک ہے آپکی؟؟

حاشر ایک دم اٹھ کر بیٹھا اور پریشانی سے اجالا بیگم سے پوچھنے لگا۔۔۔

اجالا بیگم نے نم آنکھوں سے حاشر کو دیکھا اور اس کے پاس ہی بیٹھ گئیں۔۔۔

ماما کیا ہوا ہے؟؟ آپ رو کیوں رہی ہیں؟؟؟ پاپا ٹھیک ہے نا؟؟؟

حاشر روحی ابھی تک گھر نہیں آئی۔۔۔۔۔۔

الفاظ تھے یا گویا اجالا بیگم نے دھماکہ کیا تھا۔۔۔

کیا مطلب ہے آپکا؟؟؟روحی کہاں ہے ماما؟؟؟

حاشر نے ایک نظر کمرے میں موجود گھڑی کو دیکھا جہاں رات کے دس بج رہے تھے۔۔۔اور پھر پریشانی سے پوچھا۔۔۔

مجھے نہیں معلوم؟؟؟ صبح وہ یونی گئی تھی لیکن اس کے بعد واپس نہیں آئی۔۔۔۔

اجالا بیگم روتے ہوئے بولیں۔۔۔

ماما یہ بات آپ مجھے اب بتا رہی ہیں؟؟؟

حاشر نے بمشکل اپنا غصہ کنٹرول کیا تھا۔۔۔

مجھے لگا تھا وہ اپنی دوست نتاشا کے ساتھ ہو گی۔۔۔ کیونکہ کل رات ہی وہ تمہارے سامنے حسن سے اس کے گھر رکنے کا کہہ رہی تھی لیکن حسن نے منع کر دیا تھا۔۔ چھ بجے تک جب وہ واپس نہیں آئی تو میں نے نتاشا کو کال کی اور اس نے بتایا کہ روحی آج یونی ہی نہیں گئی۔۔۔ میں بہت پریشان ہو گئی تھی۔۔۔ حسن بھی آج صبح ہی کسی میٹنگ کے لئے پشاور چلے گئے تھے اور تم بھی نو بجے گھر آئے تھے اور آتے ہی سو گئے۔۔۔ میں نے کافی انتظار کیا تمہارا کہ تم کپڑے چینج کر کے آئو لیکن تم نہیں آئے تو میں یہاں آ گئی۔۔۔۔

ماما۔۔۔ آپ پریشان نہیں ہوں۔۔۔ میں ڈھونڈتا ہوں اسے۔۔۔

حاشر کا اپنا دل گھبرا رہا تھا لیکن اجالا بیگم کو تسلی دی۔۔۔ تاکہ ان کی طبیعت زیادہ خراب نہ ہو۔۔۔۔

حاشر مجھے میری روحی لا دو۔۔۔ پتہ نہیں کہاں اور کس حال میں ہو گی؟؟؟

میرا دل بیٹھا جا رہا ہے۔۔۔

ماما۔۔۔ پلیز کوئی غلط سوچ اپنے ذہن میں مت لائیں وہ بالکل ٹھیک ہو گی۔۔ میں جا رہا ہوں اسے ڈھونڈنے۔۔۔ آپ پلیز اس کے لئے دعا کریں۔۔۔۔

حاشر یہ بول کر باہر چلا گیا جبکہ اجالا کا دل ڈوب رہا تھا۔۔۔

یا اللہ میری بچی کی حفاظت کرنا۔۔۔

آمین۔۔۔۔۔

رات کا ایک بج گیا تھا جب حاشر واپس آیا تھا۔۔۔ سرخ آنکھیں اس کے ضبط کی گواہی دے رہی تھیں۔۔۔۔

اجالا بیگم سامنے ہی لائونج میں بیٹھی تھیں۔۔۔ حاشر جیسے ہی لائونج میں داخل ہوا اجالا ایک لمحے میں اس تک پہنچی تھیں اور بے تابی سے بولی تھیں۔۔۔۔

حاشر روحی کہاں ہے؟؟؟

ماما۔۔۔ آپ پلیز پہلے بیٹھ جائیں۔۔

حاشر نے ان کی نم آنکھوں اور کانپتی ہوئی ٹانگوں کو دیکھ کر کہا تھا۔۔۔ اور انہیں صوفے پر اپنے ساتھ بٹھایا تھا۔۔۔

حاشر۔۔۔ میرا دل بیٹھا جارہا ہے پلیز بتا دو روحی کہاں ہے؟؟؟

ماما۔۔۔ مجھے وہ نہیں ملی۔۔۔ اور میں نہیں جانتا وہ کہاں ہے؟؟؟

حاشر وہ صبح سے نکلی ہوئی ہے پتہ نہیں کہاں ہے؟؟؟

اجالا بیگم کی پریشانی اب آنسوئوں میں ڈھل گئی تھی۔۔۔۔

ماما۔۔۔ پلیز حوصلہ کریں۔۔۔ مل جائے گی آپکی روحی۔۔۔ میں پاپا کو کال کرتا ہوں اب وہی کچھ کر سکتے ہیں۔۔۔

حاشر نے یہ بول کر اپنا موبائل نکالا اور حسن نیازی کو کال کی۔۔۔

حسن نیازی جو اس وقت سو رہے تھے موبائل کی آواز پر اٹھے اور حاشر کا نام دیکھ کر چونک گئے۔۔۔

حاشر کی کال اس وقت؟؟؟

حسن نیازی خود سے بڑبڑائے اور حاشر کی کال ریسیو کی۔۔۔

اسلام و علیکم پاپا۔۔۔۔

کیسے ہیں آپ؟؟؟

حاشر نے کال تو کر لی تھی لیکن اب ہمت کی کمی شدید محسوس کر رہا تھا۔۔ آخر جانتا تھا کہ باپ کا جلالی روپ دیکھنے کو ملے گا۔۔۔

وعلیکم اسلام۔۔۔ میں بالکل ٹھیک۔۔۔ اور کیا آدھی رات کو تمہیں یاد آیا ہے کہ میں نے باپ کا حال پوچھنا ہے

۔۔۔۔۔

حسن نیازی نے سنجیدگی سے پوچھا۔۔

پاپا۔۔۔ وہ۔۔۔۔

حاشر نے اتنا بول کر سختی سے لب بھینچے تھے۔۔۔ اس سے پہلے حسن کچھ بولتے انہیں اجالا کی سسکیوں کی آواز سنائی دی۔۔۔ وہ ایک دم اٹھے تھے۔۔۔۔

حاشر تمہاری ماما رو کیوں رہی ہیں؟؟ سب ٹھیک ہے نا؟؟ روحی ٹھیک ہے نا؟؟؟

حسن نیازی کی آواز میں بے چینی تھی۔۔۔۔

پاپا وہ روحی۔۔۔۔۔ اور اس کا کچھ پتہ نہیں چل رہا۔۔۔۔

حاشر نے بمشکل باپ کو ساری بات بتائی تھی۔۔۔۔

حسن نیازی کا دل ڈوب کر ابھرا تھا۔۔۔

میری بیٹی صبح سے غائب ہے اور تم ماں بیٹے کو اب یاد آیا ہے؟؟؟

حسن نیازی کی دھاڑ پر حاشر بھی ایک لمحے کے لئے کانپ گیا تھا۔۔۔۔

وہ پاپا۔۔۔ وہ۔۔۔۔

شٹ اپ۔۔۔ حاشر۔۔۔ تم دونوں کی وجہ سے اگر میری بیٹی کو کچھ ہوا تو یاد رکھنا زندہ زمین میں گاڑ دوں گا سب کو۔۔۔۔۔

اگلے دو گھنٹے میں۔۔ میں واپس آ رہا ہوں۔۔۔ تب تک ایس پی شہباز خان سے بات کرو اور اسے بولو کہ اس بارے میں کسی کو پتہ نہ چلے۔۔۔۔۔۔

یہ بول کر حسن نیازی نے کال ڈراپ کر دی تھی جبکہ حاشر نے موبائل بند کر کے ٹیبل پر رکھا اور اجالا بیگم کو گلے لگا کر انہیں تسلی دینے لگا۔۔۔۔

اگر روحی خود سے کہیں چلی گئی ہوئی تو پھر؟؟؟؟

حاشر کے دماغ میں اچانک خیال آیا جسے اسے نے سختی سے جھٹکا تھا۔۔۔

نہیں وہ حاشر حسن نیازی کی بہن ہے وہ ہمارا یقین نہیں توڑے گی۔۔۔

زندگی بڑے سے بڑا امتحان بھی تب لیتی ہے جب ہم کسی پر اندھا اعتبار کرتے ہیں۔۔۔ اور جب یہی اندھا پن دور ہوتا ہے تو ہم لوگوں کے پاس سوائے پچھتاوے کے کچھ باقی نہیں رہتا۔۔۔ اور نیازی ہاؤس کے مکینوں کو یہ بات سمجھ آنے والی تھی۔۔۔۔

اگلی صبح جب رحاب اٹھی تو اس کو اپنا سر گھومتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔۔ اس نے بے ساختہ اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھاما تھا۔۔۔ اس نے ارد گرد نظر دوڑائی تو خود کو کمرے میں اکیلا پایا۔۔۔ کل کے سارے واقعات اس کے دماغ میں کسی فلم کی طرح چلنے لگے تھے۔۔۔

کل رات پرنس کی قربت میں وہ سب کچھ بھول گئی تھی۔۔۔ اچانک اس کے دماغ میں ایک خیال آیا جس کے تحت وہ ایک دم بستر سے اٹھی تھی اور ایک ہاتھ سے اپنے سر کو تھام رکھا تھا۔۔۔

پرنس۔۔۔ پرنس۔۔۔۔

رحاب نے کافی آوازیں دیں لیکن وہاں کوئی نہیں تھا۔۔۔

رحاب کا دل ڈوب کر ابھر رہا تھا۔۔۔

وہ کمرے سے باہر آئی تو سامنے ایک چھوٹا سا لائونج تھا جہاں ٹیبل پر اس کا موبائل اور بیگ تھا۔۔۔

وہ جلدی سے ٹیبل کے پاس پہنچی اور موبائل دیکھا جو سوئچ آف تھا۔۔۔

پرنس۔۔۔۔ کہاں ہو تم ؟؟؟

رحاب نم آنکھوں سے ارد گرد دیکھتے ہوئے اسے پکار رہی تھی۔۔۔

موبائل آن کیا تو دیکھا صبح کے گیارہ بج رہے تھے۔۔۔۔

اس کا مطلب میں کل سے ادھر ہوں۔۔۔

رحاب خود سے بڑبڑائی۔۔۔

جونہی موبائل آن ہوا حاشر کے تین سو مس کالز۔۔۔ جبکہ حسن نیازی کی پچاس کے قریب مس کالز تھیں۔۔۔

رحاب کا دل گھبرا رہا تھا۔۔۔ یہ سوچ ہی اس کے لئے سوہان روح تھی کہ اس کا باپ اور بھائی اسے کل سے ڈھونڈ رہے ہوں گے۔۔۔ اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ سوچتی لائونج میں موجود بیرونی دروازے پر کسی نے بیل دی۔۔۔

رحاب تیزی سے اٹھی تھی۔۔۔

لگتا ہے پرنس آگیا۔۔۔۔

رحاب خود سے بڑبڑائی اور جلدی سے دروازہ کھولا تھا۔۔۔ لیکن سامنے موجود کسی اجنبی شخص کو دیکھ کر اسے شرمندگی ہوئی تھی۔۔۔

جی کس سے کام ہے آپکو؟؟؟

رحاب نے جلد ہی خود کو کمپوز کرتے ہوئے اعتماد سے پوچھا۔۔

اوو بی بی۔۔ کام تو مجھے کسی سے نہیں۔۔۔ یہ میرا فلیٹ ہے۔۔۔ آج بارہ بجے تک اس کو خالی کر دینا۔۔

سامنے والا شخص حقارت سے رحاب کی طرف دیکھ کر بولا۔۔۔

کک۔۔۔ کس شخص کی بات کر رہے ہیں؟؟؟؟

رحاب کے دل نے شدت سے دعا مانگی تھی کہ وہ اس کا پرنس نہ ہو۔۔۔۔

کوئی پرنس نامی بندہ تھا۔ نقاب میں تھا۔۔۔ اب زیادہ سوال جواب مت کرو اور بارہ بجے سے پہلے ہی اس فلیٹ کو خالی کر دینا۔۔۔۔

اس شخص کی نظروں میں رحاب خود کے لئے نفرت اور حقارت دیکھ رہی تھی۔۔۔

رحاب نے فقط اپنا سر اثبات میں ہلایا اور دروازہ بند کر دیا۔۔۔

اتنا بڑا دھوکہ۔۔۔ اتنی بڑی سزا۔۔۔ میری غلطی کی اتنی بڑی سزا تم مجھے کیسے دے سکتے ہو پرنس؟؟؟ تم مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔۔۔ تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تم اپنی رے کو خود سے دور نہیں کرو گے۔۔۔ میں بھی کتنی پاگل تھی جو تمہاری باتوں پر یقین کر لیا۔۔۔۔ کاش کہ میں نے تمہاری بات نہ مانی ہوتی۔۔۔ اور خود کو تمہارے حوالے نہ کیا ہوتا تو شاید آج اپنے باپ اور بھائی کے سامنے سر اٹھا سکتی۔۔۔۔

رحاب اونچا اونچا بول کر رو رہی تھی۔۔۔ کوئی اس کی سسکیوں کو سننے والا نہیں تھا۔۔۔

نہیں مجھے پاپا اور بھائی کو سب کچھ بتانا ہو گا۔۔ میں جانتی ہوں وہ مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں وہ ضرور پرنس کو میرے لئے ڈھونڈ لیں گے۔۔۔ لیکن ڈھونڈا تو انہیں جاتا ہے جو کھو گئے ہوں جو خود سے کہیں چلے جائیں وہ واپس کب آتے ہیں؟؟؟

رحاب شکستہ سی حالت میں اٹھی تھی اور وہی چادر لے کر خود کو اچھی طرح ڈھانپ کر موبائل اور بیگ لے کر وہاں سے نکل گئی تھی۔۔۔۔۔۔۔

زندگی میں کبھی بھی کسی بھی وقت اللہ ہمارا غرور توڑ سکتا ہے۔۔ انسان کو کبھی بھی دنیاوی رشتوں یا چیزوں کو لے کر فخر نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ رشتے اور چیزیں اسی دنیا میں رہ جانی ہے۔۔۔ ہمیشہ اپنی آخرت کی فکر کرو کیونکہ وہ زندگی ہمیشہ کے لئے ہو گی۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔

ماضی

آج سپورٹس ڈے تھا۔۔۔ سکول کو رنگ برنگے غباروں اور پھولوں سے سجایا گیا تھا۔۔ مہمان خصوصی حیدر حسن تھے۔۔۔ جو آج ایک سال بعد اپنے بیٹے کو دیکھنے والے تھے۔۔ وہ ہر سال سپورٹس پر ہی سکول آتے تھے اور عرزم کو دیکھتے تھے جو مسلسل انہیں اگنور کرتا تھا۔۔۔۔۔

سب سے پہلے پانچ سو میٹر کی ریس تھی۔۔۔۔ پھر دو سو میٹر کی جس میں عرزم نے حصہ لیا تھا۔۔۔

پانچ سو میٹر کی ریس کے بعد دو سو میٹر کی ریس کے شرکاء کے نام پکارے جارہے تھے۔۔۔ جب حسن حیدر کی نظر عرزم پر پڑی۔۔۔ جو ایک لڑکے کے ساتھ مسکراتے ہوئے آرہا تھا۔۔۔ حیدر حسن کے چہرے پر بے ساختہ مسکراہٹ

آئی جسے وہ سر جھکا کر چھپا گئے تھے۔۔۔ لیکن عرزم کی نظر جیسے ہی حیدر حسن پر پڑی اس کے ماتھے پر لاتعداد شکنوں کا جال بنا تھا۔۔

کیا پاکستان میں صرف میرے پاپا ہی مشہور ہستی ہیں جن کو یہ سکول والے ہر سال بلا لیتے ہیں۔۔۔

عرزم زیام کی طرف دیکھ کر سنجیدگی سے بولا۔۔۔ تو زیام بے ساختہ مسکرایا۔۔

پاپا ہیں وہ تمہارے۔۔۔ تھوڑی شرم کر لو۔۔ تمہیں تو فخر ہونا چاہیے کہ تم ان کے بیٹے ہو۔۔

زیام نے اسے سرزنش کی۔۔۔

ہاں ایسا باپ جو صرف پیسے کے پیچھے بھاگتا ہے۔۔ جس کو پرواہ نہیں ہے کہ اس کا بیٹا کیا کرتا ہے کیا نہیں؟؟

زندگی میں اگر اولاد کے لئے وقت بھی آپکے پاس نہ ہو تو مجھے نہیں لگتا بڑھاپے میں کوئی بھی اولاد ایسے باپ کا سہارا بنتی ہے۔۔۔۔

عرزم نے غصے سے کہا جبکہ زیام نے ایک ہلکی سی چپت اس کے پھولے ہوئے گال پر رسید کی۔۔۔

اب زیادہ شیکسپیئر نہ بن۔۔ اور دفعہ ہو ریس کے لئے۔۔ میری گڈ وشز تمہارے ساتھ ہیں۔۔۔

زیام یہ بول کر جہاں اس کی کلاس بیٹھی تھی وہاں چلا گیا جبکہ عرزم گراؤنڈ میں اپنی پوزیشن پر کھڑا ہو گیا۔۔۔۔

یااللہ۔۔ آج زیمی کو پٹنے سے بچالینا آمین۔۔۔

عرزم نے ایک نظر زیام کو دیکھا اور پھر آسمان کی طرف دیکھ کر بولا۔۔۔

اس سے پہلے ریس شروع ہوتی عرزم کا دھیان رحاب کی طرف چلا گیا جو وائٹ ٹرائوزر اور وائٹ شرٹ جس پر بلیو لائننگ تھی والا سپورٹس ڈریس پہنے ریس میں حصہ لینے والوں کو چیئر اپ کر رہی تھیں۔۔۔ اور دو لڑکیاں مزید اس کا ساتھ دے رہی تھیں۔۔۔

اس ڈھول کو یہاں کیا بجنے کے لئے کھڑا کیا ہے سکول والوں نے۔۔۔

عرزم نے دل میں سوچا اور پھر ریس کی طرف متوجہ ہو گیا۔۔۔۔

ریس جیسے ہی شروع ہوئی عرزم نے بھاگنا شروع کر دیا۔۔ لیکن اپنے بھاری جسم کی وجہ سے وہ سب سے پیچھے تھا۔۔۔ اس نے ایک نظر زیام کو دیکھا جو مسلسل مسکرا کر اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔۔

کمینے تیری مسکراہٹ کے لئے تو عرزی جان بھی دے سکتا ہے۔۔ تو یہ ریس کیا چیز ہے۔۔۔۔

عرزم خود سے بڑبڑایا اور پھر اللہ کا نام لے کر بھاگنا شروع کیا۔۔۔۔

وہ تیز تیز بھاگ رہا تھا جب اچانک اس محسوس ہوا کہ جیسے شوز کے اندر سے اسے کچھ چب رہا ہے۔۔۔ لیکن وہ لب بھینچے بھاگتا رہا یہاں تک کہ ریس کا اختتام ہو گیا۔۔۔ پہلی دو پوزیشن نہ سہی لیکن اس بار غیر متوقع طور پر اس نے تیسری پوزیشن حاصل کی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔

زیام تو خوشی کے مارے پھولے نہیں سما رہا تھا جبکہ عرزم ریس کے ختم ہوتے ہی زیام کے پاس آیا لیکن اس کی چال میں لڑکھڑاہٹ حیدر حسن اور زیام دونوں نے محسوس کی تھی۔۔۔۔

میں جیت گیا زیمی۔۔۔۔

عرزم نے زیام کو گلے لگایا تو زیام ایک دم پیچھے ہوا۔۔۔

شوز اتار۔۔۔۔

زیام نے اس کے چہرے پر تکلیف کے آثار واضح طور پر دیکھے تھے۔۔۔۔ اور سمجھ گیا تھا کہ جوتوں میں کوئی گڑبڑ ہوئی ہے۔۔۔

کیوں کیا ہوا؟؟؟

عرزم نہیں چاہتا تھا کہ اس کی مسکراہٹ کم ہو اس لئے وہ جان بوجھ کر نا سمجھی سے بولا۔۔۔

اس کا اتنا کہنا تھا کہ زیام نیچے جھکا اور بنا کسی کی پرواہ کئے عرزم کا دایاں پائوں اٹھا کر اپنے دائیں گھٹنے پر رکھا اور شوز کے تسمے کھولے۔۔۔ لیکن جیسے ہی اس نے شوز اتارا اس کا ہاتھ کانپ گیا تھا کیونکہ اس کی پائوں میں ایک چھوٹا سا کیل چبا ہوا تھا جو کافی اندر تک چلا گیا تھا جس کے باعث اس کا سارا پائوں لہولہان تھا۔۔۔

زیام نے عرزم کی طرف دیکھا جو نظریں چرا گیا تھا۔۔۔

گدھے ہو تم۔۔ الو کے پٹھے ہو تم۔۔۔ کیا تمہیں درد محسوس نہیں ہوا تھا؟؟ اب دیکھو کتنا خون نکل رہا ہے۔۔۔

زیام کی آواز آخری بات پر بھرا گئی تھی۔۔۔ جبکہ عرزم نے ایک نظر اسے دیکھا اور بولا۔۔۔

کچھ نہیں ہوا۔۔ ابھی ڈاکٹر سے بینڈیج کروالیتا ہوں۔۔۔ اب اٹھ جا کیونکہ سارا سکول ہمیں ہی دیکھ رہا ہے۔۔۔ اور میں فضول میں شرمندہ ہو رہا ہوں۔۔۔

عرزم کا اتنا بولنا تھا کہ زیام نے ارد گرد دیکھا۔۔ سب لوگ تقریبا انہی کی طرف متوجہ تھے سوائے رحاب حسن کے جو اپنے گروپ کی لڑکیوں کے ساتھ باتوں میں بزی تھی۔۔۔۔

زیام اٹھا اور ایک نظر حیدر حسن کو دیکھا جو سکول پرنسپل کے ساتھ باتوں میں مصروف تھے۔۔۔

چل یار ڈاکٹر کے پاس چلیں۔۔۔

عرزم نے بھی حیدر حسن کو دیکھ لیا تھا۔۔ پتہ نہیں کیوں لیکن اس کا دل دکھا تھا حیدر حسن کی لاپرواہی پر۔۔۔

زیام نے آہستہ سے سر کو جنبش دی اور اس کا دایاں بازو کندھے پر رکھ کر اسے سہارا دیتے ہوئے ڈاکٹر کے کیمپ کی طرف چلے گئے تھے جو کہ سپورٹس پر سپیشل بنوایا گیا تھا۔۔ بچوں کو بروقت طبی امداد پہنچانے کے لئے یہ کیمپ گرائونڈ کے آخری حصے پر بنایا گیا تھا۔۔۔

عرزم نے ایک آخری نظر اپنے باپ پر ڈالی جو ابھی بھی سپاٹ چہرے کے ساتھ پرنسپل سے بات کر رہے تھے۔۔

انہیں کیوں میری پرواہ ہونے لگی بھلا۔۔۔

عرزم نے تلخی سے سوچا۔۔۔ اور کیمپ میں داخل ہو گیا۔۔

مسٹر عاطف مجھے آپ کی معذرت نہیں چاہیے۔۔۔ مجھے سپورٹس ہیڈ سے ملوائیں۔۔ کیا انہوں نے گراؤنڈ کا جائزہ نہیں لیا تھا۔۔

حیدر دھیمی مگر سخت آواز میں بول رہے تھے۔۔ دور سے دیکھنے والوں کو یہی لگ رہا تھا کہ وہ باتیں کر رہے ہیں اور عرزم کو بھی یہی لگا تھا کہ اس کا باپ لاپرواہ ہے۔۔۔

سوری سر۔۔ لیکن ہم نے گراؤنڈ آج صبح ہی اپنی صفائی والی ٹیم سے چیک کروایا تھا۔۔۔

پرنسپل کی آواز میں شرمندگی تھی۔۔۔

آپکی اس ٹیم کی لاپرواہی کی وجہ سے میرے بیٹے کا اتنا خون نکل رہا ہے اور آپ بول رہے ہیں سوری۔۔۔

آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ اس وقت میں اپنے بیٹے سے کس قدر شرمندہ ہو رہا ہوں کہ میں ایک ایسے سکول پر انویسٹ کر رہا ہوں جہاں اتنی لاپرواہی ہوتی ہے۔۔۔

فرض کریں اگر میرے بیٹے کی جگہ آپکا بیٹا ہوتا تو۔۔ اگر اسے چوٹ لگے تو آپ کیسا محسوس کریں گے ؟؟؟

حیدر حسن کسی صورت اپنے اندر کے غصے کو دبا نہیں پا رہے تھے۔۔۔

سوری سر۔۔ میں اپنی ٹیم کی طرف سے آپ سے معذرت کرتا ہوں۔۔۔

حیدر حسن نے اپنا سر اثبات میں ہلایا اور بمشکل اپنا غصہ کنٹرول کیا ورنہ دل تو انکا اس انسان کا گلا دبانے کا کر رہا تھا جس کی وجہ سے انکے بیٹے کو چوٹ لگی تھی۔۔۔

جب تک سپورٹس ہوتی رہیں عرزم اور زیام ڈاکٹر کے پاس ہی رہے کیونکہ زیام عرزم کو وہاں سے ہلنے نہیں دے رہا تھا۔۔۔

زیمی تو پٹے گا اب مجھ سے۔۔۔۔

عرزم نے زیام کو گھور کر کہا تو زیام نے سنا ان سنا کر دیا۔۔۔

زیمی پلیز یار اب تو پرائز ملنے والے ہیں پلیز جانے دے نہ؟؟؟

عرزم ایک دفعہ پھر منتوں پر اتر آیا تھا جبکہ ڈاکٹر ان دونوں کی محبت بھری نوک جھونک دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔۔۔

نہیں بول دیا نہ۔۔۔

زیام نے اسے گھور کر کہا۔۔۔

ڈاکٹر انکل پلیز آپ اسے سمجھائیں نہ کہ مجھے زیادہ چوٹ نہیں لگی۔۔۔

عرزم نے ڈاکٹر کو دیکھ کر کہا۔۔۔

بیٹا آپکا دوست ٹھیک بول رہا ہے آپکو ریسٹ کرنا چاہیے۔۔۔ لیکن آپ کو وعدہ کرنا ہوگا کے پرائز کے بعد آپ زیادہ چلیں گے نہیں ورنہ آپکا زخم خراب ہو سکتا ہے۔۔۔

اور نہیں تو کیا۔۔۔ وہ تو اللہ کا شکر ہے کہ کیل زیادہ اندر نہیں گیا۔۔۔ ورنہ پتہ نہیں تمہارے پائوں کا کیا حال ہوتا۔۔۔

زیام معصومیت سے بولا جبکہ عرزم اور ڈاکٹر بے ساختہ مسکرائے۔۔۔

اچھا بس پرائز لینے سٹیج تک جائوں گا پلیز۔۔۔

اب کی بار عرزم نے چہرے پر معصومیت طاری کرتے ہوئے درخواست کی۔۔۔ توزیام نے بے ساختہ ڈاکٹر کی طرف دیکھا جو مسکرا کر اپنا سر اثبات میں ہلا کر زیام کو مطمئن کر گئے تھے۔۔۔

ٹھیک ہے چلو۔۔۔۔

زیام نے کہا اور اس کا ہاتھ تھام کر اسے پھر سے سہارا دیا اور سٹیج کے پاس ایک چیئر پر بٹھا کر خود اپنی سیٹ پر واپس چلا گیا کیونکہ اسے اجازت نہیں تھی اس کے ساتھ سٹیج پر جانے کی۔۔۔۔

جیسے ہی عرزم حیدر کا نام پکارا گیا عرزم لب بھینچ کر اٹھا اور بمشکل سٹیج کی سڑھیاں چڑھتے ہوئے سٹیج پر پہنچا اور سپاٹ چہرے کے ساتھ حیدر حسن سے اپنا میڈل وصول کیا۔۔۔۔

تھینکیو سو مچ سر۔۔۔۔

پائوں کیسا ہے اب؟؟؟

حیدر حسن نے بمشکل مسکراتے ہوئے پوچھا کیونکہ ان دونوں کی کیمرہ مین تصویر بنا رہا تھا اور دونوں کا دھیان کیمرے کی طرف تھا۔۔۔۔

بے فکر رہیں معذور بچے کے باپ کہلانے سے بچ گئے ہیں آپ۔۔۔

عرزم کے لفظوں پر حیدر کا میڈل پہناتا ہاتھ بے ساختہ کانپا تھا جب کہ دل مانوں کسی نے چیر کر رکھ دیا تھا۔۔۔۔

وہ میڈل لے کر سٹیج سے اترا اور زیام کا سہارا لے کر ہاسٹل کی طرف چلا گیا۔۔۔۔ یہ دیکھے بغیر کے اس کا باپ بمشکل اپنے آنسو روک رہا تھا۔۔۔۔

رحاب ایک ٹیکسی کی مدد سے اپنے گھر پہنچی تھی۔۔۔ چوکیدار نے رحاب کو دیکھا تو پہلی نظر میں پہچان ہی نہ سکا۔۔۔ کیونکہ بلیک جینز پر سفید گھٹنوں سے اوپر آتی شرٹ پہنے، پیشانی پر پٹی، سرخ اور سوجی ہوئی آنکھیں، خود کو چادر سے اچھے سے ڈھانپے وہ کہیں سے مغرور رحاب نہیں لگ رہی تھی۔۔۔

رحاب نے ایک نظر چوکیدار کو دیکھا اور پھر آہستہ سے چلتے ہوئے لاؤنج تک آئی۔۔۔ جیسے ہی وہ دروازے سے اندر داخل ہوئی سامنے کا منظر اسے مزید پشیمان کر گیا۔۔۔

اجالا بیگم مسلسل رو رہی تھیں جبکہ حاشر انہیں خود سے لگائے تسلی دے رہا تھا۔۔۔ اور حسن نیازی اپنے سر کو دونوں ہاتھوں میں تھامے زمین کو گھور رہے تھے۔۔۔

رحاب نے کافی ہمت کر کے حسن نیازی کو پکارا۔۔۔۔

پا۔۔۔پا۔۔۔

رحاب کی آواز پر لاؤنج میں موجود تینوں نفوس نے بے ساختہ دروازے پر کھڑی رحاب کو دیکھا تھا۔۔۔

اجالا بیگم بھاگ کر اس کے پاس پہنچی تھیں۔۔۔

روحی۔۔۔۔

یہ بول کر اسے اپنے گلے سے لگایا اور پھر دیوانہ وار اس کے چہرے پر بوسے دینے لگیں۔۔۔۔

رحاب تو ایسے جیسے بے حس ہو گئی تھی۔۔۔ حسن نیازی نے آگے بڑھ کر اجالا بیگم کو رحاب سے دور کیا۔۔۔ اور سخت تاثرات لئے رحاب سے مخاطب ہوئے۔۔۔۔

کہاں تھی تم؟؟؟؟

رحاب نے ایک نظر ان کے چہرے کی طرف دیکھا جہاں کوئی بھی تاثر نہیں تھا۔۔۔

کیا ہو گیا ہے حسن۔۔۔؟؟؟ آپکو نظر نہیں آرہا میری بچی کو اتنی چوٹ لگی ہے اور آپ نے اسے بیٹھنے بھی نہیں دیا اور سوال جواب شروع کر دیئے۔۔۔۔۔

رحاب سے پہلے ہی اجالا بیگم سنجیدگی سے بولیں اور پھر رحاب کا بازو پکڑ کر اسے اندر لے گئیں۔۔۔ صوفے پر بیٹھ کر انہوں نے رحاب کی پیشانی پر لگی بینڈ تیج پر بوسہ دیا۔۔۔۔۔۔۔

حاشر بھی اس کے سر پر لگی بینڈ تیج کو دیکھ کر پریشان ہوا۔۔۔

روحی بچے کیسی ہو؟؟؟؟

حاشر نے نرمی سے اسے گلے لگاتے ہوئے پوچھا۔۔۔

بھا۔۔۔ بھائی۔۔۔

رحاب حاشر کا نرم رویہ دیکھ کر پگھل گئی اور اتنا ہی بول کر زارو قطار رو دی۔۔۔۔ حاشر نے اس کی سر پر بوسہ دیا اور اسے رونے دیا۔۔۔

حسن نیازی نے گھر آتے ہی اپنے ذرائع استعمال کر کے رحاب کو ڈھونڈنا شروع کر دیا۔۔۔ رحاب تو نہیں ملی لیکن اس کی گاڑی ٹریس ہو گئی

تھی۔۔۔ گاڑی کی کنڈیشن دیکھ کر حسن نیازی نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ رحاب کو کوئی شخص ہاسپٹل لے گیا ہو گا۔۔۔ لیکن ایک بات جو ان کو مسلسل پریشان کر رہی تھی کہ اس کا موبائل سوئچ آف تھا اور لوکیشن بھی وہیں کی تھی جہاں سے گاڑی ملی تھی۔۔۔ اگر کوئی اسے ہاسپٹل لے کر گیا تو کسی نے ان سے کانٹیکٹ کرنے کی کوشش کیوں نہیں کی۔۔۔۔؟؟؟ بہت سی منفی سوچوں میں ان کا دماغ الجھ کر رہ گیا تھا۔۔۔۔

حاشر نے رحاب کا سر تھپتھپایا اور بولا۔۔۔۔۔

روحی تم ٹھیک ہو نا؟؟؟؟

بھائی میں ٹھیک ہوں۔۔۔۔

رحاب نے ایک نظر حاشر کے چہرے کو دیکھ کر جواب دیا۔۔۔

اگر میں نے بھائی یا پاپا کو سب سچ بتا دیا تو کیا وہ اسی طرح محبت سے پیش آئیں گے؟؟ نہیں ان کی غیرت کبھی گوارہ نہیں کرے گی۔۔۔۔ میں انہیں سچ نہیں بتا سکتی۔۔۔۔۔

رحاب حاشر کے چہرے کو دیکھ کر سوچ رہی تھی جب حاشر نے اسے مخاطب کیا۔۔۔۔

روحی کہاں تھی تم؟؟؟ ہم لوگ کل سے پریشان ہیں؟؟ اور یہ چوٹ کیسے لگی ہے تمہیں؟؟؟

بھائی وہ کل جب یونی جا رہی تھی تو ایک ٹرک نے غلط ٹرن لے لیا تھا اسی ٹرک سے بچتے ہوئے میری گاڑی ایک درخت کو ہٹ کر گئی اور اس سے پہلے میں کچھ سمجھتی میرے حواس میرے ساتھ چھوڑ گئے۔۔۔ جب ہوش آیا تو خود کو ہاسپٹل کے بیڈ پر پایا۔۔۔ ڈاکٹرز نے چیک اپ کے بعد مجھے ڈسچارج کر دیا اور ڈسچارج کرتے وقت مجھے بتایا کہ کوئی آدمی مجھے وہاں چھوڑ گیا تھا۔۔۔۔۔

آتے ہوئے ایک نرس نے مجھے میرا بیگ اور موبائل دیا تھا جس کی بیٹری شاید ڈیڈ ہو گئی تھی۔۔۔ میں نے کیب لی اور سیدھے گھر آ گئی۔۔۔۔

رحاب کی من گھڑت کہانی پر حسن نیازی نے سکون کا سانس لیا تو حاشر بھی کچھ مطمئن ہوا لیکن اجالا بیگم اس کے ہاتھوں کی لرزش سے اندازہ لگا چکی تھی کہ وہ جھوٹ بول رہی ہے۔۔۔۔ لیکن فلحال وہ سب کے سامنے اس سے نہیں پوچھ سکتی تھیں۔۔۔۔

بھائی میں آرام کر لوں۔۔۔۔ میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔۔۔

رحاب نے مزید سوالات سے بچنے کے لئے جھوٹ کا سہارا لیا تو حسن نیازی نے مسکرا کر اسے دیکھا اور اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر بولے۔۔۔

جاؤ تو آرام کرو۔۔۔

رحاب نے بمشکل مسکرا کر انہیں دیکھا اور پھر آہستہ سے چلتے ہوئے اپنے کمرے میں چلی گئی۔۔۔

اجالا روحی بالکل ٹھیک ہے اب تم بھی آرام کرو جا کر۔۔۔

حسن نیازی نے اجالا بیگم سے کہا تو وہ اپنا سر اثبات میں ہلا کر وہاں سے چلی گئیں۔۔۔

حاشر وہاں سے جانے لگا جب حسن نیازی بولے۔۔۔

حاشر۔۔۔ مجھے نہیں لگتا روحی سچ بول رہی ہے لیکن اس کی گاڑی کی حالت اور پیشانی پر لگی چوٹ اس کے جھوٹ کو سچ بنا رہی ہے۔۔۔ مجھے بس یہ جاننا ہے کہ اس نے جھوٹ کیوں بولا؟ اور تم چونکہ اس کے قریب ہو تو تم جاننے کی کوشش کرو۔۔۔

حسن نیازی کی بات پر حاشر نے بے یقینی سے انہیں دیکھا تھا۔۔۔

لیکن پاپا وہ جھوٹ کیوں۔۔۔

حاشر۔۔۔ وہ جھوٹ بول رہی ہے۔۔۔ اور یہ میرے اندر کا باپ نہیں بلکہ ایک پولیس آفیسر بول رہا ہے۔۔۔

حسن نیازی نے اس کی بات کو درمیان میں کاٹ کر کہا۔۔۔

اور اگر وہ سچ بول رہی ہو تو پھر؟؟؟

سچائی آپ سے آپکا اعتماد نہیں چھینتی جبکہ جھوٹ آپ کا بات کرنے کا سلیقہ چھین لیتا ہے۔۔۔ اور مجھے ایک وکیل کو کم از کم بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ رحاب جھوٹ بول رہی تھی یا سچ؟؟؟ یہ بات تمہیں اس کی کپکپاہٹ دیکھ

کر سمجھ جانی چاہیے تھے۔۔۔ وکالت آپکو عقاب کی نظر دیتی ہے۔۔ ایک قابل وکیل انسان کو دیکھ کر پہچان جاتا ہے کہ اس کا جرم کیا ہے۔۔۔ اور یہ نظر سب وکیلوں کے پاس ہوتی ہے بس فرق یہ ہوتا کہ آپ اس نظر کا استعمال کیسے کرتے ہیں؟؟؟

حاشر نے شرمندگی سے سر جھکایا۔۔

جائو اور جاکر آرام کرو۔۔۔

حسن نیازی یہ بول کر وہاں سے اپنے کمرے میں چلے گئے تھے جبکہ حاشر کی سوچوں کا دائرہ رحاب کی طرف منتقل ہو گیا تھا۔۔۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

ماضی

سپورٹس کو گزرے تقریباً ایک ہفتہ ہو گیا تھا اور اس ایک ہفتے میں عرزم کا پائوں کافی حد تک ٹھیک ہو گیا تھا۔۔۔

زیام اس ایک ہفتے میں اکیلا ہی سکول جاتا تھا۔۔۔ ہفتے کا دن تھا عرزم آج بھی ہاسٹل ہی تھا کیونکہ اب اس کا ارادہ سوموار سے سکول جانے کا تھا۔۔۔ ہاسٹل کے روم میں وہ کافی بور ہو رہا تھا اس لئے چہل قدمی کے لئے ہاسٹل سے تھوڑی دور ایک پارک میں آ گیا جہاں اس کی نظر رحاب پر پڑی۔۔۔

رحاب بلیک کلر کی ٹاپ پر ریڈ جیکٹ پہنے۔ ڈارک بلیو جینز پہنے۔۔ بالوں کی ٹیل پونی کئے، کانوں میں ہینڈ فری لگائے شاید کسی سے بات کر رہی تھی۔۔۔ وہ اس سے کافی فاصلے پر ایک بینچ پر۔ بیٹھ گیا۔۔۔ اور اس کے اتار چڑھائو نوٹ کرنے لگا۔۔۔

کبھی وہ مسکرا کر بات کر رہے تھی تو کبھی اپنی چھوٹی سی ناک چڑھا رہی تھی۔۔۔ عرزم اس کے تاثرات کو کافی انجوائے کر رہا تھا۔۔۔

رحاب کو خود پر کسی کی نظریں محسوس ہوئیں تو بے ساختہ اس نے ارد گرد دیکھا لیکن جیسے ہی اس کی نظر عرزم پر پڑی اس نے عرزم کو گھورا۔۔۔ عرزم نے مسکرا کر اپنا چہرہ دوسری طرف کر لیا۔۔۔۔

تھوڑی دیر بعد ایک چیخ کے ساتھ عرزم نے چہرہ موڑا تھا۔۔ اور سامنے کا منظر دیکھ کر اس نے بے ساختہ قہقہ لگایا۔۔ کیونکہ سامنے ہی ایک کتا رحاب کے پیچھے پیچھے بھاگ رہا تھا اور رحاب چیختی ہوئی آگے آگے بھاگ رہی تھی۔۔۔ پارک میں باقی لوگوں کا بھی یہی حال تھا کیونکہ اس کتے کا سائز چھوٹی بلی جتنا تھا۔۔

عرزم قہقہ لگانے میں مصروف تھا جب ایکدم اس کی ہنسی کو بریک لگی کیونکہ رحاب اچانک سے اس سے ٹکرائی تھی اور دونوں زمین پر گرے تھے۔۔۔

ہائے میں مر گیا۔۔ موٹی اٹھو میرے اوپر سے۔۔۔

عرزم رحاب کو گھور کر بولا۔۔

رحاب نے اپنی بند آنکھیں جس کو اس نے سختی سے بند کیا تھا کھولیں اور خود کو عرزم کے اوپر دیکھ کر شرمندہ ہو گئی۔۔۔۔

ایم سوری۔۔۔

رحاب شرمندگی سے کہتے اٹھی تھی جبکہ عرزم تو اس کی معصومیت دیکھ کر غش کھا گیا تھا۔۔

رحاب نے خوف سے ارد گرد دیکھا تو وہ کتا کہیں نہیں تھا رحاب نے شکر کا کلمہ پڑھا اور وہاں سے جانے لگی جب اچانک پھر سے وہ کتا سامنے آ گیا۔۔ رحاب ایک چیخ مارتے ہوئے عرزم کے پیچھے چھپی تھی۔۔

پلیز مجھے اس کتے سے بچالو۔۔۔

رحاب کانپتے ہوئے عرزم سے بول رہی تھی جبکہ عرزم نے حیرانی سے اسے دیکھا جس کے چہرے کی رنگت بدل رہی تھی۔۔۔

تم ایک کتے سے ڈر رہی ہو؟؟ سٹرینج؟؟؟ ویسے اس دن مجھے مارتے وقت تو کہیں سے ڈرپوک نہیں لگ رہی تھی۔۔۔ پہلے سوری بولو پھر بچاؤں گا اس کتے سے۔۔۔۔۔

عرزم مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا۔۔۔

رحاب نے اسے گھورنا چاہا لیکن جیسے ہی اس کی نظر کتے پر پڑی وہ رونے والی ہو گئی۔۔۔

سس۔۔ سوری۔۔۔ پلیز مجھے بچالو۔۔۔

رحاب نے بے دھیانی میں ہی اس کا ہاتھ پکڑا تھا۔۔ عرزم تو اس کے یخ ٹھنڈے ہاتھ محسوس کر کے ہی شاکڈ رہ گیا تھا۔۔۔ اب اسے معاملہ سریس لگ رہا تھا۔۔ اس نے رحاب کے ہاتھ پر اپنا دوسرا ہاتھ رکھا جیسے اسے تحفظ کا احساس دلا رہا ہو۔۔۔ رحاب کے فق چہرے کر دیکھ کر عرزم نے اس کی حالت کا اندازہ لگا لیا تھا اور اسے بینچ پر بٹھایا۔۔ اتنے میں وہ کتا وہاں سے چلا گیا۔۔۔

رحاب مسلسل کانپ رہی تھی۔۔۔

تم ایک چھوٹے سے کتے سے ڈر رہی ہو؟؟؟

عرزم نے بے یقینی سے اسے دیکھا تھا۔۔۔

رحاب کی آنکھوں سے آنسو گالوں پر نکل رہے تھے اور وہ اپنے ہاتھوں کو آپس میں رگڑ رہی تھی شاید اپنی گھبراہٹ پر قابو پانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔۔۔

عرزم نے اسے پانی کی بوتل پکڑائی جسے وہ پارک آتے ہوئے ساتھ لایا تھا۔۔۔ رحاب نے کانپتے ہاتھوں سے بوتل پکڑی اور پانی پیا۔۔ اس دوران عرزم نے کوئی دوسرا سوال نہیں پوچھا تھا کیونکہ اتنا وہ جان گیا تھا کہ وہ جواب دینے کی پوزیشن میں بالکل بھی نہیں ہے۔۔۔

تھوڑی دیر بعد جب رحاب کی طبیعت سنبھلی تو اس نے عرزم کو دیکھا جو بے یقینی سے اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔۔۔۔

پتہ نہیں کیوں لیکن بچپن سے ہی مجھے کتوں سے بہت ڈر لگتا ہے اور یہ ڈر اب ایک فوبیا کی شکل اختیار کر گیا ہے۔۔۔ کتوں کو دیکھ کر میری کنڈیشن ایسی ہو جاتی ہے۔۔۔

رحاب کو خود نہیں معلوم تھا کہ وہ عرزم کو کیوں سب بتا رہی ہے۔۔۔۔

رحاب بتاتے ہوئے سر جھکا کر اپنی آنسو صاف کر رہی تھی۔۔۔۔

اور عرزم سوچ رہا تھا اس دن جو اس نے رحاب کا چہرہ دیکھا تھا وہ سچ ہے یا جو آج وہ دیکھ رہا تھا وہ سچ ہے۔۔۔۔

اب تم ٹھیک ہو ؟؟؟

عرزم کافی خاموشی کے بعد بولا۔۔۔۔

ہاں میں ٹھیک ہوں۔۔۔۔

رحاب بمشکل مسکرا کر بولی۔۔۔۔

سوری اس دن کے لئے۔۔۔ اس دن مجھے تمہیں مارنا نہیں چاہیے تھا۔۔۔

رحاب شرمندگی سے بولی تو عرزم کو جھٹکا لگا۔۔۔۔

اٹس اوکے میری بھی غلطی تھی اس دن سو میری طرف سے بھی سوری۔۔۔۔

عرزم مسکراتے ہوئے بولا۔۔۔

تمہارانام کیاہے؟؟؟؟

عرزم نے تھوڑے وقفے کے بعد پوچھا۔۔۔۔

رحاب حسن۔۔۔۔۔

رحاب نے مسکراکر جواب دیا۔۔۔

اس نے میرانام کیوں نہیں پوچھا؟؟؟

عرزم نے دل میں سوچا۔۔۔۔

کیاتم مجھے گرلزہاسٹل تک چھوڑدوگے؟؟؟

رحاب نے معصومیت سے پوچھاتو عرزم نے مسکراکراپناسراثبات میں ہلایا۔۔۔۔

شیور۔۔۔۔

یہ بول کروہ اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔۔۔

تھینکس فارہیلپ لائک آ پرنس۔۔۔۔

رحاب گرلزہاسٹل کے دروازے پر پہنچ کر بولی۔۔۔۔

مائے پلئیر۔۔۔۔

عرزم نے مسکراکر جواب دیا۔۔۔۔

ویسے نام کیاہے تمہارا؟؟؟

رحاب کے پوچھنے پر عرزم کوایک شرارت سوجھی۔۔۔۔

پرنس نام ہے میرا۔۔۔

سیریسلی؟؟؟؟

رحاب نے بے یقینی سے پوچھا۔۔۔

یس ایم سریس۔۔۔۔۔

عرزم نے بمشکل اپنی قہقہے کو ضبط کیا تھا۔۔۔۔

اوکے میں چلتی ہوں۔۔۔

رحاب یہ بول کر وہاں سے چلی گئی تھی جبکہ عرزم نے اس کے جاتے ہی قہقہہ لگایا۔۔۔

یہ ڈھول تو بیوقوف ہے۔۔۔۔۔۔

عرزم خود سے بڑبڑایا اور وہاں سے بوائز ہاسٹل کی طرف چلا گیا۔۔۔ یہ سوچے بغیر کہ اس کی ایک شرارت اس کی زندگی کی سب سے بڑی غلطی ثابت ہونے والی ہے۔۔۔۔

حال

عرزم اور زیام یونی گراؤنڈ میں بیٹھے تھے۔۔۔ عرزم آج خلاف معمول خاموش تھا جو زیام اچھے سے محسوس کر رہا تھا۔۔۔ زیام صبح سے اس سے بات کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن وہ صرف ہوں ہاں میں جواب دے رہا تھا۔۔۔۔

عرزی۔۔۔۔ یار کیا ہے صبح سے چپ ہو؟؟؟ میں تمہاری سڑی ہوئی شکل دیکھ کر بور ہو رہا ہوں۔۔۔۔

زیام نے مصنوعی خفگی سے کہا تھا۔۔۔

زیمی۔۔۔ تم اس دنیا میں سب سے زیادہ یقین کس پر کرتے ہو؟؟؟؟

عرزم نے سنجیدگی سے پوچھا تھا لیکن زیام کی طرف دیکھنے سے گریز کر رہا تھا۔۔۔

اس کا جواب تم اچھے سے جانتے ہو۔۔۔ عرزی۔۔۔۔ لیکن اگر لفظوں سے تمہاری تسلی ہو سکتی ہے تو سنو۔۔۔۔

میرے لئے یقین کا معنی ہی عرزم حیدر ہے۔۔۔۔ اعتبار کے الف سے لے کر یقین کے نون تک مجھے عرزم حیدر کے علاوہ کچھ نہیں نظر نہیں آتا۔۔۔۔

زیام نے سنجیدگی سے جواب دیا تھا۔۔۔۔

عرزم پھیکا سا مسکرایا تھا۔۔۔

تمہارا اعتبار اگر ٹوٹ گیا تو؟؟؟؟

ناممکن ہے۔۔۔ ایسا کبھی نہیں ہو گا کیونکہ اگر تم نے میرا اعتبار توڑا تو میں خود بھی ٹوٹ جائوں گا اور مجھے ٹوٹتے ہوئے عرزم حیدر کبھی نہیں دیکھ سکتا۔۔۔۔

یو نو زیمی تم میرے لئے اللہ کی طرف سے ایک تحفہ ہو۔۔۔

عرزم نے مسکرا کر زیام کو دیکھا تھا۔۔۔ زیام نے اس کی آنکھوں میں نمی چمکتی ہوئی محسوس کی تھی۔۔۔۔

ہاں وہ تو میں ہوں۔۔۔ خیر یہ باتیں چھوڑ اور یہ بتا آج اداس کیوں ہو؟؟؟

زیام نے اس کے سر کے بال بکھیر کر پوچھا۔۔۔

ایسا کچھ نہیں ہے۔۔۔۔۔

عرزم نظریں چراتے ہوئے بولا۔۔۔

اس کی یاد آرہی ہے کیا؟؟؟

زیام کی بات پر عرزم نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔۔

اگر میرے منہ سے سننا چاہتا ہے تو ٹھیک ہے۔۔۔ کیا۔۔۔ روحی۔۔۔ کی یاد آرہی ہے؟؟؟؟

زیام نے اس کی آنکھوں میں موجود سوال پر کہا۔۔

وہ بھولی کب تھی؟؟؟

خلاف عادت۔۔۔ رحاب کے ذکر پر چڑنے کی بجائے اس نے بے بسی سے اعتراف کیا۔۔۔

دیکھو عرزی تمہیں اسے بھولنا ہو گا کیونکہ بقول تمہارے اب تک اس کی شادی ہو چکی ہو گی۔۔۔ اور وہ خوش ہو گی اپنی زندگی میں۔۔۔۔

زیام نے اسے سمجھانا چاہا تو عرزم کے چہرے پر بے ساختہ مسکراہٹ آئی۔۔۔

وہ واقعی معصوم تھا۔۔۔ اسے دنیا کے فریب اور دھوکے سمجھ میں ہی نہیں آسکتے تھے۔۔۔ عرزم نے اسے رحاب کے بارے میں کبھی کچھ نہیں بتایا تھا۔۔۔ اور شاید کبھی بتانے کا ارادہ بھی نہیں رکھتا تھا۔۔

عرزم نے اسے کچھ جھوٹ اور کچھ سچ ملا کر رحاب کے بارے میں بتا دیا تھا۔۔۔ کیونکہ وہ اس معاملے میں زیام کو پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔۔

اور اگر وہ ناخوش ہو تو؟؟؟

عرزم کی بات پر زیام نے مسکراتے ہو اسے دیکھا اور بولا۔۔۔

تو تمہیں اس کی خوشی کے لئے اللہ سے دعا کرنی چاہیے۔۔۔

محبت میں آزمائش کیوں ہوتی ہے زیمی؟؟؟؟

اس کیوں کا جواب اگر خود سے پوچھو گے تو شاید مل جائے کیونکہ میری نظر میں محبت اور آزمائش ایک دوسرے کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔۔

خیر یہ باتیں چھوڑو اور چلو آج کہیں گھومنے چلتے ہیں۔۔۔۔

یہ بول کر زیام نے عرزم کو بازو سے پکڑ کر اٹھایا اور وہاں سے دونوں پارکنگ کے طرف آئے جہاں تین چار لڑکوں کا ایک گروپ کھڑا تھا۔۔۔

عرزم نے ان کی طرف دیکھا جو زیام کو دیکھ کر آپس میں کچھ کہہ رہے تھے۔۔۔ عرزم نے اگنور کیا اور زیام کو لے کر گاڑی تک پہنچا۔۔۔ اس سے پہلے وہ گاڑی میں بیٹھتے پیچھے سے کسی نے انہیں پکارا۔۔۔

ایکسکیوز می۔۔۔

دونوں نے پلٹ کر دیکھا۔۔۔ زیام نے نا سمجھی جبکہ عرزم نے سپاٹ چہرے سے مقابل کو دیکھا۔۔۔

ان چار لڑکوں میں سے ایک لڑکا ان سے مخاطب تھا۔۔۔

جی بولیں۔۔۔

زیام نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔۔۔

آپ کے فادر کا نام جسٹس جہانگیر علوی ہے نا؟؟؟؟

اس لڑکے نے سنجیدگی سے پوچھا۔۔۔

جی میرے پاپا کا نام جسٹس جہانگیر علوی ہے۔۔۔

زیام نے نرمی سے جواب دیا جبکہ عرزم ابھی بھی تاثرات چہرے پر سجائے کھڑا تھا۔۔۔۔۔۔۔

تم چھوٹے والے۔۔۔

مطلب تم سچ میں نامرد۔۔۔۔۔

اس لڑکے کے الفاظ ابھی منہ میں تھے جب عرزم نے ایک ذور دار پنچ اس کے منہ پر مارا۔۔۔ جبکہ زیام نے لب بھینچ کر سر جھکایا تھا۔۔۔

عرزم نے بغیر کچھ سنے اس لڑکے کو مارنا شروع کر دیا تھا۔۔ باقی کے تینوں لڑکے ان دونوں کو چھڑا رہے تھے۔۔۔۔ زیام نے عرزم کا ہاتھ پکڑا اور وہاں سے لے جانے لگا تو عرزم نے وارننگ دیتی آنکھوں سے اس لڑکے کو دیکھا تھا۔۔۔

زیام گاڑی میں بیٹھا اور عرزم گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ پر آیا۔۔۔

گاڑی کی ڈرائیونگ سے پتہ چل رہا تھا عرزم بمشکل اپنا اشتعال کنٹرول کر رہا تھا۔۔ زیام نے ایک نظر عرزم کو دیکھا جس کا چہرہ ضبط کے مارے سرخ ہو رہا تھا۔۔۔

عرز۔۔۔۔۔

شٹ اپ۔۔۔ جسٹ شٹ اپ۔۔۔

وہ زیام کو دیکھے بغیر دھاڑا تھا۔۔

زیام بے بسی سے مسکرایا تھا۔۔

تھوڑی دور جا کر اس نے گاڑی ایک جھٹکے سے روکی تھی۔۔۔

زیام کا سر بمشکل ڈیش بورڈ سے ٹکراتے ٹکراتے بچا تھا۔۔۔

اس نے ایک نظر عرزم کو دیکھا جو مسلسل اپنا ماتھا مسل رہا تھا۔۔۔

ہاؤ ڈیر ہی۔۔۔ اس کی ہمت کیسے ہوئی؟؟؟

عرزم غصے سے چیخا تھا۔۔۔

تو کیا غلط کہا اس نے۔۔؟؟؟

زیام کے الفاظ گویا جلتی پر تیل کا کام کر گئے تھے۔۔۔ عرزم نے زیام کی گردن کو اپنے دائیں ہاتھ سے دبوچا تھا۔۔۔۔۔۔اور دبی دبی آواز میں غرایا تھا۔۔۔

مجھے مجبور مت کرو زیمی کہ میں تمہاری زبان بھی کاٹ کر تمہارے ہاتھ میں رکھ دوں۔۔۔

زیام نے دونوں ہاتھوں سے اس کا ہاتھ ہٹانے کی کوشش کی تھی۔۔۔ عرزم نے جب اس کی مزاحمت دیکھی تو خود بخود اپنی گرفت ڈھیلی کر دی۔۔۔

زیام نے لمحے کی تاخیر کیئے بنا اپنی گردن اس سے چھڑوائی تھی اور لمبے لمبے سانس لے کر خود کا نارمل کیا تھا۔۔۔۔

وحشی ہو تم۔۔۔

زیام ناراضگی سے بولا تھا۔۔۔

ہاں بالکل ہوں لیکن صرف زیام علوی کے معاملے میں۔۔۔

عرزم ونڈ سکرین سے باہر دیکھتے ہوئے بولا تھا۔۔۔

عرزم تم مجھے مجبور مت کرو کہ میں خود کو ختم کر لوں۔۔۔

زیام کے لفظوں پر عرزم نے بے یقینی سے اسے دیکھا تھا۔۔۔ لیکن جلد ہی بے یقینی کی جگہ غصے نے لے لی تھی

۔۔۔۔

زیام علوی تمہاری زندگی پر تم سے زیادہ حق عرزم حیدر کا ہے اس لئے آئندہ سوچ سمجھ کر بولنا۔۔ تمہارے لئے اگر کوئی اس طرح کے گھٹیا الفاظ استعمال کرے گا تو تم جانتے ہو اسے سزا عرزم حیدر نا چاہتے ہوئے بھی دے گا۔۔۔

مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی تم پلیز مجھے گھر چھوڑ دو۔۔۔

زیام نے سنجیدگی سے کہا۔۔۔

اور تم جانتے ہو میں ایسا کچھ نہیں کرنے والا۔۔

ٹھیک ہے میں خود چلا جائوں گا گھر۔۔

زیام یہ بول کر گاڑی سے اترنے لگا لیکن گاڑی کا دروازہ لاک دیکھ کر غصے سے عرزم کو دیکھا جو مسکرا رہا تھا۔۔۔

دروازہ کھولو۔۔۔۔

زیام دانت پیس کر بولا۔۔۔

اچھا سوری۔۔۔۔

عرزم سوری ایسے بولا جیسے اس پر احسان کر رہا ہو۔۔۔

مجھے تم جیسے پاگل انسان سے کوئی تعلق نہیں رکھنا بھاڑ میں جائو تم اور تمہارا سوری۔۔۔ گاڑی کا لاک اوپن کرو۔۔

زیام آج بری طرح ہرٹ ہوا تھا اس لئے نا چاہتے ہوئے بھی اس کا لہجہ سرد ہو گیا تھا۔۔۔

زیمی۔۔۔ مجھے نہیں معلوم کے میں کیوں تمہارے معاملے میں اتنا جذباتی ہو جاتا ہوں۔۔۔ تم میرے دوست نہیں ہو بلکہ میری اس دنیا میں سانس لینے کی وجہ ہو۔۔۔ میں خود پر اٹھنے والی انگلی تو برداشت کر سکتا ہوں لیکن اگر کوئی زیام علوی پر انگلی اٹھانے گا تو گویا وہ جان سے جائے گا۔۔۔

عرزم نے آخری بات زیام کی آنکھوں میں دیکھ کر کہی تھی۔۔۔

تم ایسا کچھ نہیں کرو گے ؟؟؟؟

زیام نفی میں سر ہلا کر بولا تھا۔۔۔ کیونکہ وہ جان گیا تھا کہ عرزم حیدر کا جنونی روپ کافی سالوں بعد وہ دیکھ رہا تھا۔۔۔

جب پہلی دفعہ کسی لڑکے نے سکول میں تمہارے لئے یہ الفاظ استعمال کئے تھے تو تم جانتے ہو میں نے اس کے ساتھ کیا کیا تھا؟؟؟

عرزم پراسرار سا مسکرایا تھا۔۔۔ جبکہ زیام نے نفی میں اپنی گردن ہلائی تھی۔۔۔ وہ اس لڑکے کو بالکل یاد نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔۔ کیونکہ اس لڑکے کا اگلے دن کافی برا ایکسیڈنٹ ہوا تھا جس میں اس کی آواز چلی گئی تھی۔۔۔ اور وہ زندگی بھر کے لئے معذور بھی ہو گیا تھا۔۔۔

اس جنون کو اس لڑکے نے آواز دی ہے زیمی۔۔۔ میں چاہ کر بھی اسے سزا دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔۔۔ اور پلیز یہ ڈرنا بند کرو ورنہ اس کی زبان تمہارے ہاتھوں سے کٹواؤں گا۔۔۔۔۔

عرزم نے مسکراتے ہوئے کہا تھا جبکہ زیام نے فق چہرے سے اسے دیکھا تھا۔۔۔

عرزی پلیز اسے چھوڑ دو۔۔۔

زیام نم آنکھوں سے التجا کرتے ہوئے بولا تھا۔۔۔

تم نے اس لڑکی کے لئے بھی ایسے ہی التجا کی تھی اور نتیجہ وہ تمہیں زیادہ نقصان پہنچا گئی اب اگر میں اس لڑکے کو چھوڑ دوں گا تو مجھے یقین ہے کل کو وہ تمہیں مزید ہرٹ کرنے کی کوشش کرے گا۔۔۔ اور میں تمہیں ہرٹ ہونے کیسے دے سکتا ہوں۔۔۔ ؟؟؟

عرزم نے سنجیدگی سے کہا تھا۔۔۔

عرزی۔۔۔ تمہیں میری قسم ہے اگر تم نے اس لڑکے کو کچھ بھی کرنے کا سوچا تو میں اس بار واقعی خود کو ختم کر لوں گا۔۔۔۔

زیام کے الفاظ عرزم کو ضبط کے مشکل ترین مراحل پر لے گئے تھے۔۔۔

عرزم نے ایک شکوہ کناں نظر زیام پر ڈالی اور گاڑی سٹارٹ کر دی۔۔۔۔

زیام نے شکر کا سانس لیا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ یہی ایک طریقہ تھا عرزم حیدر کے جنون کو روکنے کا۔۔۔ لیکن وہ شاید یہ نہیں جانتا تھا اس کے جنون کو روک کر اس نے کس طوفان کو دعوت دی تھی۔۔۔ کیونکہ اگر وہ جان جاتا تو کبھی عرزم کو لفظوں کی زنجیروں میں قید نہیں کرتا۔۔۔۔

عرزم خاموشی سے ڈرائیو کرنے لگا۔۔۔۔ زیام کا گھر جیسے ہی آیا اس نے گاڑی کو بریک لگائی۔۔۔ زیام گاڑی سے اترنے لگا جب عرزم ونڈ سکرین کی طرف دیکھتے ہوئے بولا تھا۔۔۔

اگلی بار اپنی قسم کو میرے قدموں کی زنجیر مت بنانا زیام علوی۔۔۔ کیونکہ ہر بار میں یہ زنجیر نہیں پہنوں گا۔۔۔۔

رات کو آتے ہوئے چاکلیٹ آئسکریم لے آنا اور دو لارج پیزا بھی۔۔۔۔

زیام مسکراتے ہوئے بولا تھا اور گاڑی سے اترا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ رات کو معافی مانگنے جناب نے لازمی طور پر حاضر ہونا ہے۔۔۔

میں نہیں آ رہا رات کو۔۔۔۔

عرزم زیام کو دیکھے بغیر بولا۔۔۔۔

ساتھ میں کوک بھی پلیز۔۔۔ بڑے دن ہوئے ہیں پارٹی کئے۔۔۔

زیام یہ بول کر وہاں سے بھاگا تھا کیونکہ عرزم اسے بگڑے تیوروں سے گھور رہا تھا۔۔

میں کیسے تمہیں سمجھائوں زیمی یہ دنیا معصوم لوگوں کو زندہ لاش بنا دیتی ہے۔۔۔ اور میں تمہیں زندہ لاش بنتے نہیں دیکھ سکتا۔۔۔۔

عرزم نے دل میں سوچا اور گاڑی سٹارٹ کر دی اب اس کا رخ گھر کی طرف تھا۔۔۔ جہاں وہ اپنا غصہ نکالنا چاہتا تھا کیونکہ رات کو وہ واقعی زیام سے معافی مانگنے والا تھا۔۔۔۔

اجالا بیگم رحاب کے کمرے میں آئیں تو رحاب انہیں کہیں نظر نہیں آئی البتہ واش روم سے پانی گرنے کی آواز سن کر وہ وہیں رک گئیں۔۔۔

پتہ بھی ہے چوٹ لگی ہے سر پر لیکن نہیں پھر بھی شاور لے رہی ہے یہ لڑکی۔۔۔ میں کیا کروں اس کا؟؟؟

اجالا بیگم نے دل میں سوچا اور رحاب کے کمرے میں موجود بیڈ پر بیٹھ گئیں۔۔۔۔

رحاب جیسے ہی نہا کر نکلی سامنے اجالا بیگم کو دیکھ کر اس کے تاثرات بگڑ گئے تھے جو اجالا بیگم کو باخوبی نظر آ گئے تھے۔۔۔۔ لیکن انہوں نے اگنور کیا۔۔۔۔ اور خود کو نارمل ظاہر کرتے ہوئے بولیں۔۔۔

روحی بیٹا۔۔۔ سر پر چوٹ لگی ہے۔۔ تمہیں نہانا نہیں چاہیے تھا۔۔ تمہارا زخم مزید خراب ہو سکتا ہے۔۔۔۔

رحاب جو اجالا بیگم کو مکمل اگنور کر کے آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر ڈرائیر سے اپنے بال خشک کر رہی تھی۔۔۔ ان کی بات پر مڑی اور سرد لہجے میں بولی۔۔۔۔

خدا کا واسطہ ہے آپکو میرے سامنے یہ جھوٹا پیار ظاہر نہ کیا کریں کیونکہ آپکے دکھاوے کا اثر حاشر بھائی پر ہو سکتا ہے مجھ پر نہیں۔۔۔

روحی تمہیں میری محبت پر یقین کیوں نہیں ہے؟؟؟

اجالا بیگم بے بسی سے بولیں تھیں۔۔۔

کیا آپ نے یقین کیا تھا میری محبت کا؟؟؟

رحاب نا چاہتے ہوئے بھی اس بار اپنے لہجے کی سختی زیادہ کر گئی تھی۔۔۔۔

کیا تم آج بھی اس چھوٹی سی بات۔۔۔۔۔

وہ چھوٹی سی بات نہیں تھی مسز نیازی۔۔۔۔

رحاب ڈرائیر کو ڈریسنگ ٹیبل پر پھینک کر ان کی بات درمیان میں کاٹ کر بولی۔۔۔

مجھے زندہ لاش بنا دیا ہے آپ نے اور آپ کہہ رہی ہیں چھوٹی سی بات۔۔۔۔ آپ کی اس چھوٹی سی بات نے میرے احساسات مٹی میں ملا دیئے۔۔۔ مجھے زندہ جلا دیا آپ کی اس چھوٹی سی غلطی نے۔۔۔۔

رحاب کانپتے ہوئے بول رہی تھی اس کا چہرہ ضبط کے مارے سرخ ہو گیا تھا وہ چاہ کر بھی اپنے آنسو روک نہیں سکی۔۔۔ اجالا بیگم کی آنکھیں بھی نمکین پانی سے بھر گئی تھیں۔۔۔

ابھی تو میں نے اسے محسوس کیا تھا۔۔ محبت کیا ہوتی ہے یہ جاننا شروع کیا تھا۔۔ آپ نے اپنی محبت کو آڑ بنا کر مجھ سے میری روح کو الگ کر دیا۔۔۔ کیوں کیا آپ نے ایسا؟؟؟ کیوں مجھے میری برداشت سے زیادہ آزمایا آپ نے۔۔؟؟؟ کیوں نہیں سمجھیں کہ میں پرنس کے بغیر مر جاؤں گی۔۔۔۔

اجالا بیگم کو شدت سے اپنی غلطی کا احساس ہو رہا تھا۔۔۔ رحاب کو ٹوٹتے دیکھ کر وہ خود بھی تو ٹوٹ رہی تھیں۔۔۔

آپ جانتی ہیں جب وہ مجھے رے بلاتا تھا میری دل میں شدت سے خواہش جاگتی تھی کہ کاش اس نام سے کوئی کبھی کسی کو نہ پکارے۔۔۔ وہ مجھے کہتا تھا میں اس کی رے ہوں۔۔۔ جس سے اس کی زندگی کا اندھیرا ہمیشہ کے لئے ختم

ہو جائے گا۔۔۔ لیکن آپ کی وجہ سے میں نے اپنے ہاتھوں سے اس کی زندگی کو اندھیروں میں دھکیل دیا

۔۔۔۔۔ نفرت کرتی ہوں میں آپ سے سنا آپ نے مسز نیازی صرف نفرت کرتی ہوں آپ سے۔۔۔

رحاب نے آخری بات اجالا بیگم کی آنکھوں میں دیکھ کر کہی اور ان سے رخ موڑ گئی۔۔۔

میں جانتی ہوں روحی میں نے تمہارے ساتھ غلط کیا۔۔۔ پلیز مجھے ایک موقع دے دو۔۔۔ میں نہیں برداشت کر سکوں گی تمہاری نفرت۔۔۔

اجالا بیگم کی بات پر روحی طنزیہ مسکرائی تھی۔۔۔

تو برداشت پیدا کریں مسز نیازی کیونکہ میں اب چاہ کر بھی اپنے دل میں آپکے لئے محبت پیدا نہیں کر سکتی۔۔۔

اور کس بات کی معافی مانگ رہی ہیں آپ؟؟؟ قرض سمجھ کر جو محبت مجھے دی تھی آپ نے اس کو میں سود سمیت لوٹا چکی ہوں۔۔۔ اب مجھ سے کسی چیز کی امید مت رکھیں۔۔۔

رحاب نے سرد لہجے میں کہا جبکہ اجالا بیگم کو شدت سے اپنی غلطی کا احساس ہو رہا تھا۔۔۔

روحی پلیز۔۔۔ مجھے ایک موقع دو۔۔۔ تم جو بولو گی میں کروں گی۔۔۔ لیکن پلیز مجھے میری بیٹی لوٹا دو۔۔۔۔

اجالا بیگم کی بات پر روحی نے ایک نظر ان کے روئے ہوئے چہرے کو دیکھا اور پھر سپاٹ چہرے سے ان کے مقابل کھڑے ہوتے ہوئے بولی۔۔۔

سوچ لیں کیونکہ میری معافی آپ سے بہت کچھ چھین سکتی ہے۔۔۔

رحاب کی بات پر جہاں اجالا بیگم کے چہرے پر مسکراہٹ کے ساتھ الجھن آئی وہیں رحاب کا چہرہ کسی بھی تاثر سے پاک تھا۔۔۔

مطلب؟؟؟؟ تم نے مجھے معاف کر دیا۔۔۔

معافی آپکو تب ملے گی مسز نیازی جب میرا پرنس مجھے ملے گا۔۔۔ اب آپ جا سکتی ہیں کیونکہ میں مزید آپ کے ساتھ بات نہیں کرنا چاہتی۔۔۔۔

رحاب نے یہ بول کر رخ موڑ لیا جبکہ اجالا بیگم نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔۔۔

روح۔۔۔۔

لیومی آلون۔۔۔۔

رحاب بولی نہیں چیخی تھی جبکہ اجالا بیگم لمحے کی تاخیر کئے بنا وہاں سے نکلی تھیں۔۔۔۔

رحاب نے ایک نظر بند دروازے کو دیکھا اور پھر آئینے میں اپنے عکس کو دیکھ کر بے ساختہ اپنی پیشانی پر زخم والی جگہ ہاتھ رکھا اور تصور میں پرنس کو مخاطب کر کے بولی۔۔۔

تمہارے دیئے ہوئے زخموں پر مرہم بھی تم ہی رکھو گے۔۔۔ پرنس۔۔۔ کیونکہ تمہاری رحاب خود کو تمہارے حوالے کر چکی ہے۔۔۔

یہ بول کر وہ خود سے مسکرائی تھی۔۔۔

شاید نہیں یقیناً وقت اس کے اندھی محبت کا بھرم بہت جلدی توڑنے والا تھا۔۔۔ اور اس کی مسکراہٹ آنسوئوں میں بدلنے والی تھی۔۔۔

ــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

رات کو عرزم۔۔۔ نہ صرف اس سے معافی مانگنے آیا تھا بلکہ اس کے لئے کافی شاپنگ بھی کر کے آیا تھا جس میں اس کے لئے برانڈڈ شرٹس اور جینز۔۔۔ کچھ پرفیومز۔۔۔ شوز اور بھی ضرورت کی کافی چیزیں تھیں۔۔۔ پہلے تو

زیام نے منع کر دیا لیکن پھر دائی ماں اور عرزم کے کافی اصرار پر اس نے وہ تمام چیزیں اپنے پاس رکھی تھیں۔۔۔

زیام جانتا تھا کہ عرزم اس بات کو بھولنے والا نہیں لیکن اسے اس بات کا بھی یقین تھا کہ اب اس لڑکے کو کم از کم وہ کچھ نہیں کہے گا۔۔۔ اگلے دن عرزم نے زیام کو یونیورسٹی کے لئے پک کیا اور دونوں یونیورسٹی پہنچے۔۔۔

زیمی تو چل میں گاڑی پارک کر کے آتا ہوں۔۔۔

عرزم مسکراتے ہوئے بولا تو زیام اپنا سر اثبات میں ہلا کر وہاں سے یونیورسٹی کے داخلی دروازے کی طرف چلا گیا۔۔۔ زیام جیسے ہی یونی میں داخل ہوا اسے کچھ خلاف معمول الجھن سی ہوئی تھی۔۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے سب لوگ اسے دیکھ رہے ہیں۔۔۔ زیام نے ارد گرد نظریں دوڑائیں تو واقعی ایسا تھا۔۔ کچھ آنکھوں میں حقارت جبکہ کچھ میں نفرت محسوس ہو رہی تھی۔۔۔ زیام نے اپنا وہم سمجھ کر سر جھٹکا اور تیز تیز قدم اٹھا کر اپنے ڈیپارٹمنٹ کی طرف چلا گیا۔۔۔ وہ نظریں جھکا کر چل رہا تھا جب کسی سے ٹکرایا۔۔۔۔

اس سے پہلے وہ سامنے والے کو دیکھتا کسی نے اس کے بائیں رخسار پر زور سے تھپڑ رسید کیا۔۔۔

زیام لڑکھڑاتے ہوئے دو قدم پیچھے ہٹا تھا۔۔۔۔

غلیظ انسان تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھ سے ٹکرانے کی؟؟؟؟

سامنے ایک چھے فٹ کا لڑکا تھا جو خونخوار نظروں سے زیام کو گھور رہا تھا۔۔۔ زیام نے اپنا بایاں ہاتھ اپنے رخسار پر رکھا اور مدہم آواز میں بولا۔۔۔۔

ایم سوری۔۔۔۔

اس لڑکے نے ایک قہر برساتی نظر اس پر ڈالی اور آگے بڑھ گیا۔۔۔ زیام نے شکر کا سانس لیا تھا کہ وہاں عرزم نہیں تھا۔۔۔ لیکن جلد ہی اس کا اطمینان رخصت ہو گیا تھا۔۔۔ سامنے دیوار پر اس کی کل والے کپڑوں میں تصویر نما

پوسٹر لگا تھا جس پر لکھے الفاظ زیام علوی کا سانس روک گئے تھے۔۔۔اس نے بمشکل خود کو گرنے سے بچانے کے لئے دیوار کا سہارا لیا۔۔لیکن جیسے ہی اس کی نظر مختلف دیواروں پر اٹھ رہی تھی اس کا رنگ فق ہوتا جا رہا تھا

۔۔۔۔

نہیں۔۔۔۔ج۔۔جج۔۔جھوٹ ہے یہ۔۔۔۔

زیام چیخا تھا جبکہ ارد گرد کھڑے سٹوڈنٹس اس کی چیخ پر متوجہ ہوئے تھے۔۔۔۔

زیام نم آنکھوں سے روتے ہوئے چیخ رہا تھا جب اچانک اسے سانس لینے میں دشواری محسوس ہونے لگی۔۔۔اس سے پہلے وہ خود کو سنبھالتا وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔۔۔کسی سٹوڈنٹ نے بھی اس کے پاس جا کر اسے چیک کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔۔۔

ادھر عرزم جو گاڑی پارک کر کے یونی کے اندر جانے لگا تھا سامنے سے آتی رحاب کو دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔۔۔بلیو جینز پر لیمن کلر کی ٹاپ پہنے، گلے میں مفلر لٹکائے، آنکھوں میں گہرا کاجل۔۔۔لبوں پر ریڈ لپ اسٹک لگائے، بالوں کی ٹیل پونی بنائے، ہیل پہنے ارد گرد سے بے نیاز چلی آ رہی تھی۔۔۔سب لوگوں کی ستائشی نظریں اس پر اٹھ رہی تھیں۔۔۔عرزم تو چند پل کے لئے مبہوت رہ گیا تھا اسے دیکھ کر لیکن جلد ہی اس نے خود کو کمپوز کیا اور ارد گرد نظر دوڑائی۔۔۔پارکنگ میں موجود تقریباً سب لڑکے مڑ مڑ کر رحاب کو دیکھ رہے تھے۔۔۔عرزم کے ماتھے پر شکنوں کا جال نمودار ہوا اور غصے سے اس نے اپنے ہاتھ کی مٹھی بنائی تھی۔۔۔ضبط کے کڑے مراحل سے گزرتے ہوئے اس نے اپنی نظر اس سے ہٹائی اور یونی کے اندر جانے لگا جب رحاب کی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔۔۔۔

عرزم حیدر۔۔۔۔

عرزم مڑا اور آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھا۔۔۔۔

رحاب مسکراتے ہوئے اس کے مقابل آئی تھی اور طنزیہ بولی۔۔۔۔

تمہارا وہ بے بی بوائے دوست کہاں ہے؟؟؟

عرزم کو غصہ تو بہت آیا لیکن پھر خود کو کنٹرول کرتے ہوئے بولا۔۔۔۔

مائینڈ یور لینگوتج مس رحاب حسن۔۔۔ حشر بگاڑ دوں گا تمہارا اگر اپنی گندی زبان سے اس کا نام بھی لیا تو۔۔۔۔

اوپس۔۔۔۔ سوری۔۔۔۔ سوری۔۔۔ عرزم حیدر۔۔۔ لیکن میں نے تمہارے دوست کا نام لیا ہی نہیں۔۔۔ میں تو تمہارا نام لے رہی ہوں۔۔۔۔

رحاب دل جلا دینے والی مسکراہٹ کے ساتھ بولی تھی۔۔۔ جبکہ عرزم کا دل اس وقت رحاب کو تہس نہس کرنے کا کر رہا تھا۔۔۔ لیکن وہ بمشکل خود پر ضبط کر کے خاموش رہا اور وہاں سے جانے کے لئے پلٹ گیا۔۔۔۔

حیرت ہے اس کی بولتی بند ہو گئی۔۔۔۔ چل روحی کلاس کا وقت ہو رہا ہے۔۔۔۔

رحاب مسکراتے ہوئے اس کی پشت کو دیکھ کر بڑبڑائی۔۔۔ اور یونیورسٹی کے اندر داخل ہو گئی۔۔۔۔

عرزم یونیورسٹی کے اندر داخل ہوا تو اس کی نظر بے اختیار سامنے دیوار پر اٹھی جہاں بڑا سا زیام کا پوسٹر لگا تھا۔۔۔۔ عرزم کو پہلے تو اپنا وہم لگا لیکن جیسے ہی وہ دیوار کے تھوڑا نزدیک آیا اس پر لکھے الفاظ عرزم حیدر کے اشتعال کو دعوت دے گئے تھے۔۔۔ وہ ارد گرد کی پرواہ کئے بغیر اپنے ڈیپارٹمنٹ کی طرف بھاگا تھا جہاں زیام کا وجود بے حس و حرکت کوریڈور میں پڑا تھا اور کچھ سٹوڈنٹس اس کے وجود کو نفرت سے دیکھ رہے تھے۔۔۔

عرزم کے ہاتھ پائوں پھول گئے تھے زیام کو بے ہوش دیکھ کر۔۔۔ وہ بھاگ کر زیام تک پہنچا اور اس کا سر اپنی گود میں رکھ کر پریشانی سے بولا۔۔۔

زیمی۔۔۔ زیمی۔۔۔ آنکھیں کھولو۔۔۔ زیمی دیکھ یار میں یہاں ہوں۔۔۔ میں کچھ نہیں ہونے دوں گا تمہیں۔۔۔ سنا تم نے۔۔۔

عرزم نے نم آنکھوں سے اس کا چہرہ تھپتھپایا تھا۔۔۔ اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے زندگی میں پہلی بار وہ محسوس کر رہا تھا کہ جسم سے جان کیسے نکلتی ہے۔۔۔ اس نے زیام کی پلس چیک کی جو بہت سلو چل رہی تھی۔۔۔

عرزم نے ارد گرد کی پرواہ کئے بغیر اسے اٹھایا اور تقریباً بھاگتے ہوئے پارکنگ میں پہنچا۔۔۔ اسے بیک سیٹ پر لٹا کر خود ڈرائیونگ سیٹ پر آیا۔۔۔ ہاتھوں میں کپکپاہٹ تھی جس کی وجہ سے اس سے گاڑی سٹارٹ نہیں ہو رہی تھی۔۔۔

رحاب نے جب اسے زیام کو اٹھائے بھاگتے دیکھا تو اس کے پیچھے آئی لیکن عرزم کی حالت پر اسے واقعی اس واقعی ترس آ رہا تھا جو خود بھی کانپ رہا تھا۔۔۔ رحاب نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور اسے بازو سے پکڑ کر باہر نکالا۔۔۔

عرزم بغیر کسی حس و حرکت کے باہر نکلا۔۔۔ اس کی کپکپاہٹ رحاب واضح محسوس کر رہی تھی۔۔۔ رحاب نے اسے دوسری سیٹ پر بٹھایا اور خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر گاڑی سٹارٹ کر دی۔۔۔ عرزم گردن موڑے مسلسل زیام کو دیکھ رہا تھا۔۔۔ اسے خود بھی نہیں معلوم تھا کہ وہ رو رہا ہے۔۔۔ رحاب نے ایک نظر اسے دیکھا تو شدت سے اس نے زیام کی تندرستی کی دعا دل میں مانگی تھی۔۔۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ ایک ہاسپٹل کی پارکنگ میں رکے تھے۔۔۔ رحاب کے اترنے سے پہلے ہی عرزم اترا۔۔۔ اور زیام کو اٹھا کر اندر کی طرف بھاگا۔۔۔ رحاب بھی

پریشانی میں اس کے پیچھے تقریباً بھاگتے ہوئے گئی تھی۔۔۔

ڈاکٹر۔۔۔ڈاکٹر۔۔۔پلیز سیو ہم۔۔۔

عرزم چیختے ہوئے ڈاکٹر کو بلا رہا تھا۔۔۔

ڈاکٹر ناصر جو کہ حیدر حسن کے کافی پرانے دوست تھے عرزم کو ہاسپٹل میں چیختے دیکھ کر اس کی طرف بڑھے۔۔۔ اور زیام کو اس کی گود میں دیکھ کر سب سمجھ گئے۔۔وہ جانتے تھے عرزم کی زیام سے دوستی کو۔۔۔اس وقت کچھ پوچھنے کی بجائے انہوں نے زیام کی پلس چیک تو وہ بہت سلو تھی۔۔۔

انہوں نے وارڈ بوائز کو اشارہ کیا تو وہ سٹریچر کی مدد سے اسے سیدھا آئی سی یو میں لے گئے۔۔۔

ڈونٹ وری عرزم۔۔۔جسٹ پرے فار ہم۔۔۔۔

ڈاکٹر ناصر یہ بول کر آئی سی یو کی طرف چلے گئے جبکہ عرزم وہیں گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔۔۔اسے ٹوٹا ہوا دیکھ کر رحاب کو دکھ ہو رہا تھا۔۔۔اس نے تو ہمیشہ اسے رعب جھاڑتے دیکھا تھا یا غصے میں دیکھا تھا۔۔۔لیکن اس طرح اسے دیکھ کر رحاب کی آنکھیں خود بخود نم ہو گئی تھیں۔۔۔۔لیکن زیام کی کنڈیشن اتنی خراب کیوں ہوئی رحاب کو یہ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔۔۔۔

عرزم اور زیام کے ساتھ قسمت کیا کھیل کھیلنے والی تھی۔۔۔۔کیا دونوں ہمیشہ کے لئے الگ ہونے والے تھے یا وقت ایک اور امتحان لینے والا تھا۔۔۔۔

عرزم کوریڈور میں بینچ پر بیٹھا ساکت نظروں سے آئی سی یو کے دروازے کو دیکھ رہا تھا۔۔۔رحاب نے ترحم بھری نظروں سے اسے دیکھا۔۔۔۔۔۔

رحاب ڈرتے ڈرتے عرزم کے پاس بیٹھی تھی۔۔۔عرزم نے اس پر دھیان نہیں دیا یا شاید اسے اس وقت زیام کے علاوہ کچھ سوجھ ہی نہیں رہا تھا۔۔۔رحاب ہمت کر کے بولی۔۔۔

وہ ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔

عرزم نے لمحے کی تاخیر کئے بنا اسے دیکھا تھا۔۔۔عرزم کی سرخ آنکھوں سے رحاب کو خوف محسوس ہو رہا تھا

۔۔۔۔

میں نے کہا تھا زیام علوی عرزم حیدر کی دھڑکن ہے۔۔۔پھر کیوں تم نے مجھ سے میری سانسیں چھیننے کی کوشش کی؟؟؟ کیوں تم ہمارا پیچھا نہیں چھوڑ دیتی۔۔۔یہاں سے دفعہ ہو جاؤ رحاب ورنہ میں واقعی تمہارا قتل عبرتناک بنا دوں گا۔۔۔

رحاب واقعی کانپ گئی تھی اس کا زیام کے لئے جنونی انداز دیکھ کر۔۔۔لیکن نا چاہتے ہوئے بھی اس بار وہ اسے وضاحت دینے کی کوشش کرنے لگی۔۔۔۔

میں نے کچھ نہیں کیا۔۔۔اور میں نہیں جانتی کہ تم کس بارے میں بات کر رہے ہو۔۔۔۔۔

رحاب یہ بول کر وہاں سے اٹھنے لگی تھی جب عرزم نے اچانک اس کا گلہ دبوچ لیا تھا۔۔۔۔

رحاب حسن میں ہر اس انسان کی سانسیں روک دوں گا جو مجھے زیام علوی سے دور کرنے کی کوشش کرے گا۔۔۔اور میرا یقین مانو اگر پوسٹر والی حرکت کے پیچھے تمہارا ہاتھ ہوا تو تمہیں زندہ جلا دوں گا۔۔۔

عرزم دبی آواز میں غرا کر بولا جبکہ رحاب کی آنکھیں باہر آرہی تھیں۔۔وہ مسلسل اس کے ہاتھ کو گردن سے ہٹانے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔جبکہ عرزم کی گرفت سخت ہوتی جارہی تھی۔۔۔

رحاب کو سانس لینے میں مشکل ہو رہی تھی۔۔۔آہستہ سے اس کی مزاحمت کم ہو رہی تھی جب عرزم نے ایک جھٹکے سے اسے چھوڑا تھا۔۔۔۔۔رحاب جلدی سے پیچھے ہٹی تھی اور اپنی سانسیں ہموار کرنے کی کوشش کرنے لگی۔۔۔جیسے ہی اس کی سانسیں ہموار ہوئیں اس نے نم آنکھوں سے عرزم کو دیکھا۔۔۔۔

مانا کے اعتبار کے قابل نہیں ہوں۔۔۔لیکن ضروری نہیں ہے اگر ایک بار تمہارا اعتبار توڑا تو ہر بار یہی کروں گی۔۔۔جتنی محبت تمہیں زیام علوی سے ہے کیا اس محبت کی ایک فیصد کی بھی حقدار نہیں ہوں میں؟؟؟؟

رحاب نے شکوہ کناں نظروں سے عرزم کو دیکھا تھا۔۔۔عرزم نے پہلے تو نا سمجھی سے اسے دیکھا لیکن پھر نظریں چرا کر سرد آواز میں بولا۔۔۔

جسٹ لیو می آلون۔۔۔۔

محبت کرتی ہوں تم سے پرنس۔۔۔نہیں چھوڑ سکتی تمہیں ایسے۔۔۔تمہیں میری ضرورت۔۔۔۔۔

عرزم کو حقیقتا شاک لگا تھا رحاب کے منہ سے پرنس کا لفظ سن کر لیکن وہ خود کو کمزور نہیں کرنا چاہتا تھا اس لئے اس کی بات درمیان میں کاٹ کر بولا۔۔۔۔

مجھے نہیں معلوم تم کس بارے میں بات کر رہی ہو۔۔۔اور نہ ہی مجھے جاننا ہے۔۔۔اور رہی ضرورت کی بات تو عرزم کی ضرورت صرف زیام علوی ہے۔۔۔اب جاؤ یہاں سے اس سے پہلے کہ میں سارے لحاظ بھول کر تمہیں یہاں سے بھیجوں۔۔۔

عرزم یہ بول کر وہاں سے اٹھ گیا تھا۔۔ جبکہ رحاب نے آنسو بھری نظروں سے اس کی پشت کو دیکھا اور وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔۔۔ عرزم نے غصے سے اپنا دایاں ہاتھ دیوار پر مارا تھا۔۔

اس سے پہلے کہ وہ مزید اپنا غصہ دیوار پر نکالتا ڈاکٹر ناصر کی آواز پر وہ پلٹا۔۔۔

عرزم۔۔۔

عرزم نے پلٹ کر ڈاکٹر کو دیکھا اور بے چینی سے بولا۔۔۔

انکل زیمی۔۔۔ کیسا ہے۔۔؟؟؟ وہ ٹھیک ہے نا؟؟؟

چلو میرے آفس میں جا کر بات کرتے ہیں۔۔۔

ڈاکٹر ناصر یہ بول کر وہاں سے اپنے آفس کی طرف چلے گئے جبکہ عرزم بھی پریشان سا ان کے پیچھے چلنے لگا۔۔

عرزم جو نہی ان کے روم میں داخل ہوا۔۔۔ بے چینی سے بولا۔۔۔

انکل سب ٹھیک ہے نا؟؟؟

دیکھو عرزم۔۔ میں نے تمہیں بتا دیا تھا کہ زیام کے ہارٹ کا ایک والو بند ہے۔۔۔ تو اسے کسی قسم کی ٹینشن نہیں ہونی چاہیے۔۔ اور میڈیسن بھی اسے روزانہ لینی ہو گی۔۔۔ لیکن پچھلے کافی دنوں سے شاید وہ میڈیسن نہیں لے رہا اس لئے اس کی ہارٹ بیٹ سلو ہو گئی تھی۔ اور دوسرا والو بھی بند ہو چکا ہے۔۔۔۔ اب وہ ٹھیک ہے لیکن میرا مشورہ مانو تو جلد ہی اس کی ہارٹ سرجری کروالو۔۔۔ کیونکہ اس طرح وہ اپنی زندگی کو مزید رسکی بناتا جا رہا ہے۔۔۔

ڈاکٹر کی بات پر عرزم نے کرسی کی پشت کو مضبوطی سے تھاما تھا۔۔۔

لیکن پچھلی دفعہ آپ نے کہا تھا اسے سرجری کی ضرورت نہیں میڈیسن کافی ہے۔۔۔

عرزم کو اپنی آواز کھائی میں سے آتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔۔۔

ینگ مین۔۔۔ پچھلی بار وہ اس حالت میں میرے پاس نہیں آیا تھا۔۔۔ خیر اس کی کنڈیشن دیکھ کر میں کہہ رہا ہوں۔۔۔ ویسا کیا میں جان سکتا ہوں اس کی حالت اتنی بگڑ کیسے گئی؟؟؟؟؟

ڈاکٹر کی بات پر عرزم کے دماغ میں ایک دم وہ پوسٹر آیا تھا۔۔۔ اس سے پہلے وہ کچھ بولتا کمرے میں داخل ہوتے شخص کو دیکھ کر عرزم کا غصہ پھر سے تازہ ہو گیا تھا۔۔۔

بمشکل لب بھینچ کر اس نے خود کو کمپوز کیا تھا۔۔۔ جہانگیر علوی نے ایک نظر عرزم کو دیکھا اور پھر ڈاکٹر ناصر کو۔۔۔ اس سے پہلے وہ کچھ پوچھتے عرزم کی آواز کمرے میں گونجی۔۔۔

کیا لینے آئے ہیں آپ؟؟؟؟

جہانگیر علوی نے عرزم کو دیکھا جو سرخ چہرے کے ساتھ بمشکل خود کو کنٹرول کئے ہوئے تھا۔۔۔

ناصر کیا ہوا ہے زیام کو؟؟؟

جہانگیر علوی نے عرزم کو اگنور کر کے ڈاکٹر سے پوچھا۔۔۔

ان سے کیا پوچھ رہے ہیں؟؟؟ میں بتاتا ہوں آپکو؟؟؟

عرزم ان کے مقابل کھڑے ہو کر سرد آواز میں بولا تھا۔۔۔

جاننا چاہتے ہیں کہ کیا ہوا ہے زیام کو تو سنیں۔۔۔ آج سے پانچ سال پہلے اس کے ہارٹ کا ایک والو بند ہو چکا تھا۔۔۔ جو آپ سب کی کرم نوازی تھی۔۔۔ اگر وہ زندہ رہنا چاہتا ہے تو آپ لوگ اسے جینے کیوں نہیں دیتے۔؟؟؟ کیوں اس کی سانسوں کو وقت سے پہلے بند کرنا چاہتے ہیں؟؟؟

جہانگیر علوی نے شاک کی کیفیت میں عرزم کو دیکھا تھا۔۔۔ کیا وہ زیام کے بارے میں اتنا لا علم تھے۔۔۔

عرزم کی آواز ان کے حواس سلب کر رہی تھی۔۔۔

جانتے ہیں آپ جب پانچ سال پہلے مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک نارمل انسان نہیں ہے تو میں نے بھی عام لوگوں کی طرح اسے خود سے دور کر دیا تھا لیکن جانتے ہیں آپ یہ دوری صرف ایک گھنٹے کی تھی اور اس ایک گھنٹے میں مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ میرے وجود میں بستا ہے زیام علوی۔۔۔ لیکن اس ایک گھنٹے میں۔۔۔ میں نے زندگی کی سب سے بڑی غلطی کر دی۔۔۔ اس سے غافل رہ کر۔۔۔ اگر اس دن میں واپس ہاسٹل نہ جاتا تو شاید۔۔۔۔

عرزم ضبط سے لب بھینچ گیا تھا۔۔۔

وارڈن اور چوکیدار اسے ہاسپٹل لے کر گئے تو آپ جانتے ہیں ڈاکٹر نے اس کا فارم فل کرتے وقت اسے لاوارث بنا دیا تھا۔۔۔ لیکن جیسے ہی مجھے اس کے بارے میں پتہ چلا میں خود کو کوستے ہوئے ہاسپٹل پہنچا اور اس سے پہلے کہ ڈاکٹر لاوارثوں کی طرح اس کا علاج کرتے میں نے اس کے فارم پر آپ کا نام لکھا۔۔۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ موت کی تکلیف کیا ہے ؟؟؟ لیکن آج جب میں نے اس کے بے ہوش وجود کو اٹھایا تھا تو مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ جب کسی کی روح قبض ہونے والی ہوتی ہے تو یقیناً اتنی ہی اذیت ہوتی ہو گی۔۔۔ آج سے پانچ سال پہلے جب میں نے انجانے میں اسے تکلیف دی تھی تو جانتے ہیں کا کیا تھا خود کے ساتھ۔۔۔۔۔

یہ بول کر عرزم نے اپنی شرٹ کے اوپری دو بٹن کھولے جہاں عین دل کے مقام پر زیام کا نام لکھا تھا۔۔۔

جتنی تکلیف اسے ہوئی تھی اتنی محسوس کرنا چاہتا تھا۔۔۔ اگر کبھی وہ آپ کی یا آپکی فیملی کی وجہ سے ہرٹ ہوتا تھا جانتے ہیں اس کی طبیعت خراب کیوں نہیں ہوتی تھی کیونکہ عرزم حیدر اسے اپنے پاگل پن میں اتنا الجھا دیتا تھا کہ وہ آپ لوگوں کو بھول ہی جاتا تھا۔۔۔ اس کی میڈیسن میں کبھی کوئی ناغہ نہیں ہوتا تھا۔۔۔ مجھے لگتا تھا کہ میں اسے اس دنیا سے محفوظ کر لوں گا۔۔۔ اس کی معصومیت کو کبھی ختم نہیں ہونے دوں گا۔۔۔ لیکن میں تو غلط نکلا

جہاں آپ جیسے منصف ہوں وہاں زیام جیسے لوگ کہاں زندہ رہتے ہیں؟؟؟؟ خیر آپ نہیں سمجھیں گے اس کی تکلیف؟؟؟ آپ بس نام کے باپ ہیں۔۔۔ اور ایک بے حس انسان۔۔۔ لیکن اس بار زیام کو جس نے بھی تکلیف پہنچانے کی غلطی کی ہے اسے عزم حیدر انسان نہیں حیوان بن کر سزا دے گا۔۔۔

عزم اپنے آنسو صاف کرتا وہاں سے جانے لگا جب جہانگیر علوی نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا۔۔۔

میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کس حالت میں ہے؟؟ شاید کبھی جاننے کی کوشش ہی نہیں کی۔۔۔ لیکن کیا تم مجھے بتا سکتے ہو ایسا کیا ہوا ہے جس سے وہ آج اتنا دلبرداشتہ ہوا کہ اپنی سانسیں تک روکنا اسے آسان لگنے لگا۔۔۔۔

عزم نے نظریں چرائیں اور ضبط کرتے ہوئے بولا۔۔۔

آج یونی میں۔۔۔۔۔۔ اور وہ اس حال میں ہے۔۔۔

عزم نے انہیں ساری بات بتائی۔۔۔

میرا بچہ ایسا نہیں ہے۔۔۔ جس کسی نے یہ کیا ہے میں اسے نہیں چھوڑوں گا۔۔۔

جہانگیر علوی کی آنکھوں میں سرخی بڑھنے لگی تھی۔۔۔ جبکہ ڈاکٹر ناصر نے دکھ سے دونوں کو دیکھا تھا۔۔۔

میرا بیٹا ہوس کا پجاری نامرد نہیں ہے۔۔۔۔

جہانگیر بولتے ہوئے رو دیئے تھے۔۔۔ جبکہ عزم نے ایک نظر انہیں دیکھا تھا۔۔۔ وہ جانتا تھا کہ جہانگیر علوی نائلہ بیگم کی وجہ سے زیام سے دور رہتے ہیں۔۔۔ وہ سر جھٹک کر باہر نکل گیا۔۔۔ جبکہ جہانگیر علوی کو شدت سے احساس ہو رہا تھا کہ وہ زیام کے متعلق لاپرواہ ہو کر سنگین غلطی کر چکے ہیں۔۔۔

ماضی

وقت کا کام ہے گزرنا سو وہ گزر رہا تھا۔۔۔ دن ہفتوں اور ہفتے مہینوں میں گزر رہے تھے۔۔۔ آٹھ ماہ گزر چکے تھے ۔۔اس دوران رحاب اور عرزم کے تقریبا پانچ بار ہی ملاقات ہوئی تھی۔۔۔ آج انہوں نے سکول میں فیئر ویل پارٹی ارینج کی تھی اپنے سینئرز کی۔۔۔ عرزم ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا تیار ہو رہا تھا جب اسے اچانک محسوس ہوا کہ کوئی اسے دیکھ رہا ہے۔۔اس نے گردن گھما کر دیکھا تو زیام اپنی کمر پر لڑاکا عورتوں کی طرح بازو رکھے اسے گھور رہا تھا۔۔۔

کیا ہے؟؟؟؟

عرزم کو اس کے انداز پر ہنسی تو بہت آئی لیکن وہ ضبط کرتے ہوئے بولا۔۔۔

مجھے سچ سچ بتاؤ تم مجھ سے کیا چھپا رہے ہو؟؟؟ میں کافی عرصے سے تمہاری حرکتیں نوٹ کر رہا ہوں جو کہ مجھے شریفانہ بالکل نہیں لگ رہی۔۔۔۔

زیام دانت پیس کر بولا تو عرزم نے قہقہ لگایا۔۔۔

ہاہاہاہا۔۔۔۔

تمہیں واقعی لگتا ہے میں تم سے کچھ چھپا رہا ہوں؟؟؟؟

عرزم نے ہنستے ہوئے پوچھا۔۔۔

لے۔۔۔مجھے کافی عرصے سے تم مشکوک لگ رہے ہو۔۔۔اب بتانا پسند فرمائیں گے جناب کے کس خوشی میں آئینے میں اپنی ڈراونی شکل دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔۔۔۔۔۔

ہائے زیمی کیا پوچھ بیٹھے ہو؟؟؟

عرزم دل پر ہاتھ رکھ کر ایکٹنگ کرتے ہوئے اپنے سنگل بیڈ پر گرا۔۔۔

زیادہ کچھ نہیں بس۔۔۔ تمہاری حرکتوں کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔۔ اب اوور ایکٹنگ بند کر اور مجھے بتائو کہ تم کیا چھپا رہے ہو۔۔۔۔۔۔

یار زیمی پہلے وعدہ کر مذاق نہیں اڑائے گا۔۔۔۔۔

عرزم نے اس کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا جبکہ زیام کے چہرے پر مسکراہٹ آئی تھی۔۔۔۔

اچھا۔۔۔ اچھا۔۔۔ وعدہ۔۔۔

زیمی۔۔۔ وہ میں۔۔۔ کیسے بتائوں؟؟؟

عرزم شرما کر بولا جبکہ زیام کی تو مانو آنکھیں پوری کی پوری باہر آگئی تھیں عرزم کو شرماتے دیکھ کر۔۔۔۔

تم شرما رہے ہو عرزی۔؟؟؟؟

زیام بے یقینی سے بولا جبکہ عرزم نے اس کی بات پر اسے گھورا۔۔۔ زیام نے گڑبڑا کر اپنا منہ بند کیا۔۔۔

اچھا اچھا بتائو۔۔۔۔

زیمی۔۔ میں بس اس سے چھے بار ہی ملا ہوں لیکن مجھے لگتا ہے وہ ہمیشہ سے میرے ساتھ تھی۔۔۔ اسے دیکھتا ہوں تو دل کرتا ہے کچھ اور دیکھائی نہ دے۔۔۔۔

کیوں اندھے ہونے کا ارادہ ہے؟؟؟

زیام نے جل کر کہا۔۔۔

عرزم نے اسے گھورا اور دانت پیستے ہوئے بولا۔۔۔۔

اپنی چونچ بند رکھنا اب۔۔ جب تک میں پوری بات نہ کر لو۔۔۔

زیام منہ بنا کر بیڈ پر بیٹھ گیا کیونکہ اتنا تو سمجھ گیا تھا کہ معاملہ کسی لڑکی ہے۔۔۔

پہلی ملاقات ہماری اچھی نہیں تھی رہی لیکن آہستہ آہستہ مجھے اسے چھپ چھپ کر دیکھنا اس کی مسکراہٹ اس کی آواز سب اچھا لگنے لگا اور تمہیں معلوم ہے یہ سب کب سے ہو رہا ہے؟؟؟؟

عرزم نے جوش سے بتاتے ہوئے زیام کو دیکھا جو مسکراا سے دیکھ رہا تھا۔۔۔ اور اس کے دیکھنے پر اپنا سر نفی میں ہلا گیا۔۔۔

جب وہ ایک کتے سے ڈر کر میرے پاس آئی تھی۔۔۔ وہ بہت پیاری ہے یار۔۔۔ ہاں تھوڑی سی موٹی ہے لیکن دل کی بہت اچھی ہے۔۔۔ اور معصوم بھی۔۔۔ بالکل تمہاری طرح۔۔۔ تمہیں معلوم ہے اسے میں نے اپنا نام پرنس بتایا تو اس نے یقین کر لیا۔۔۔

کیا نام ہے اس لڑکی کا؟؟؟؟

زیام کی آواز بہت ہلکی تھی جس پر عرزم نے ایکدم اسے دیکھا جو اس کے دیکھنے پر چہرہ جھکا گیا تھا۔۔۔

زیمی۔۔۔

عرزم نے اسے پکارا تو زیام کا جھکا سر مزید جھک گیا۔۔۔ شاید نہیں یقیناً وہ بے آواز رو رہا تھا۔۔۔

عرزم اس کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھا۔۔۔ اور دونوں ہاتھوں سے اس کا چہرہ پکڑ کر اپنی طرف کیا۔۔۔ اس کی آنکھوں میں نمی دیکھ کر وہ سمجھ گیا تھا کہ ماجرہ کیا ہے۔۔۔

میری زندگی میں چاہے جتنے بھی لوگ آئیں۔۔۔ وہ کبھی بھی تمہاری جگہ نہیں لے سکتے۔۔۔ تم جانتے ہو میں نے تم سے دوستی کیوں کی تھی؟؟؟

عرزم کے پوچھنے پر اس نے معصومیت سے اپنا سر نفی میں ہلا ہلا یا۔۔۔

تاکہ زندگی میں کبھی تمہاری آنکھوں میں آنسو نہ دیکھوں۔۔۔ تمہاری مسکراہٹ بہت پیاری ہے اور اپنی فضول سوچوں میں کی وجہ سے اسے ختم مت کرو۔۔۔ اور اس سے زیادہ اب میں گھٹنوں کے بل بیٹھ نہیں سکتا۔۔ اس لئے اب جلدی سے اٹھو اور کپڑے چینج کر کے آئو تاکہ پارٹی میں جم کر کھانا کھا کر آئیں۔۔۔

عرزم نے آخری بات اس کا دھیان بٹانے کے لئے کی جس میں وہ کامیاب بھی ہو گیا تھا۔۔۔

بھکڑ۔۔۔

زیام یہ بول کر کمرے میں موجود الماری کی طرف بڑھ گیا جبکہ عرزم کے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔۔۔

کبھی کبھی تم واقعی لڑکیوں کی طرح بیہیو کرتے ہو زیمی۔۔۔

عرزم کے الفاظ پر زیام کے الماری سے کپڑے نکالتے ہاتھ کانپے تھے۔۔۔

عرزم نے مذاق میں کہا تھا لیکن زیام کو لگ رہا تھا جیسے اس کا مذاق اڑایا گیا ہو۔۔۔۔

ت۔۔ تت تم نے نام نہیں بتایا اس لڑکی کا؟؟؟

میری زندگی کی روشنی۔۔۔ میری رے۔۔۔ تم تیار ہو جائو آج ملوائوں گا اس سے۔۔۔

عرزم کے چہرے کی خوشی دیدنی تھی جبکہ زیام سپاٹ چہرے کے ساتھ کپڑے لے کر واش روم کی طرف چلا گیا۔۔۔

آج میری زندگی کا سب سے یادگار دن ہو گا۔۔ رے۔۔۔ کیونکہ آج میں تمہیں اپنی فیلنگز کے بارے میں بتائوں گا۔۔۔۔

عرزم نے مسکراتے ہوئے دل میں سوچا۔۔۔

لیکن کہتے ہیں نہ کبھی کبھی جو سوچا جائے ویسا بالکل نہیں ہوتا کیونکہ جو ذات اوپر بیٹھی ہے وہ سوچ چکی ہوتی ہے کہ انسان کو کس چیز کی ضرورت ہے اور کس نے کیا بات کب کرنی ہے۔۔۔ اللہ سب جاننے والا ہے۔۔۔ وہ دے کر بھی آزماتا ہے اور لے کر بھی۔۔۔۔ انسان نہیں جانتا کہ اس نے کب کیا کرنا ہے کیونکہ دن، تاریخ اور وقت خدا مقرر کرتا ہے۔۔۔ اس لئے اس کے فیصلے پر سر جھکا دو اور اسی پر یقین کرو کیونکہ وہ ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرتا ہے۔۔۔ وہ کبھی آپ کو آپکی برداشت سے زیادہ نہیں آزمائے گا۔۔۔ تم جو چاہو وہ دیتا ہے بس یقین اور صبر شرط ہے۔۔۔

پارٹی رات آٹھ بجے شروع ہوئی تھی۔۔۔ عرزم جب سے آیا تھا تب سے اس کی متلاشی نگاہیں رحاب کو ڈھونڈ رہی تھیں۔۔۔ زیام اس کی بے چینی نوٹ کر کے مسکرا رہا تھا۔۔۔ عرزم کی جیسے ہی نگاہ دائیں طرف اٹھی وہ رحاب کو دیکھتا ہی رہ گیا تھا۔۔۔۔

بلیک کلر کا گاؤن پہنے، دو انچ کی ہیل، کالے بالوں کو جوڑے میں قید کئے، آنکھوں میں گہرا کاجل لگائے، لبوں پر ڈارک ریڈ لپ اسٹک لگائے وہ مسکراتے ہوئے اپنی کسی دوست سے بات کر رہی تھی۔۔۔

عرزی۔۔۔۔

عرزی۔۔۔

عرزم نے زیام کے آواز پر چونک کر اسے دیکھا۔۔۔

ہاں۔۔۔

میں واش روم سے ہو کر آتا ہوں۔۔۔

زیام یہ بول کر وہاں سے چلا گیا جبکہ عزم نے گردن موڑ کر رحاب خو دیکھا لیکن جیسے ہی اس کی نظر رحاب سے تھوڑے دور کھڑے لڑکوں پر پڑی اسے بے تحاشہ غصہ آیا۔۔۔کیونکہ رحاب ڈوپٹے سے بے نیاز اور ارد گرد سے بے خبر تھی۔۔۔

عزم نے بمشکل اپنے غصے کو کنٹرول کیا اور رحاب کی طرف چل دیا۔۔۔وہ رحاب کے پاس پہنچ کر رحاب کو مکمل اگنور کرتے ہوئے اس کی دوست سے بولا۔۔۔

مجھے آپکی فرینڈ سے دو منٹ بات کرنی ہے۔۔اکیلے میں۔۔۔

رحاب عزم کو دیکھ کر خوشی سے پھولے نہیں سمارہی تھی۔۔۔

یس۔۔۔وائے ناٹ۔۔۔

وہ لڑکی عزم کو دیکھ کر مسکرائی اور رحاب کو بعد میں آنے کا اشارہ کرتی وہاں سے چلی گئی۔۔۔

چلو میرے ساتھ۔۔۔

عزم نے یہ بول کر اسے بائیں بازو سے پکڑا اور پارٹی حال سے باہر اس کی بیک سائیڈ پر لے گیا۔۔۔۔

رحاب نے حیرت سے اس کا رویہ دیکھا تھا۔۔۔

تم۔۔۔

ڈوپٹہ کہاں ہے تمہارا؟؟؟

اس سے پہلے رحاب کچھ بولتی عزم نے اس کی طرف پشت کر کے پوچھا۔۔۔رحاب نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔۔۔

نظر نہیں آرہا کہ میں نے گائون پہنا ہے اور اس کے ساتھ ڈوپٹہ نہیں ہوتا۔۔۔

رحاب کے جواب پر عرزم نے پلٹ کر اسے سرد نگاہوں سے دیکھا تھا۔۔۔رحاب نے ایک نظر اس کی گرین میں بڑھتی سرخی دیکھی تو اس کی زبان گویا تالو سے چپک گئی تھی۔۔۔

مجھے یہ نہیں سننا کہ اس کے ساتھ ڈوپٹہ تھا یا نہیں۔۔۔مجھے بس آئندہ تم اس حلیے میں کسی کے سامنے نظر نہیں آئو۔۔۔

عرزم نے سخت لہجے میں رحاب کو کہا۔۔۔رحاب پہلے تو شاک ہوئی لیکن جب کچھ سمجھی تو مصنوعی سنجیدگی خود پر طاری کرتے ہوئے بولی۔۔۔

دیکھو پرنس ہم اچھے دوست ہیں۔۔۔لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم مجھ پر پابندیاں لگائو گے۔۔۔مجھے جیسے اچھا لگے گا میں ویسی ہی ڈریسنگ کروں گی۔۔۔

رحاب کے جواب پر عرزم نے اسے گھورا اور دانت پیستے ہوئے بولا۔۔۔

مجھے فالتو بکواس نہیں سننی۔۔۔میں نے جو کہہ دیا ہے اس پر تم لازمی عمل کرو گی۔۔۔سمجھی۔۔۔

میں کیوں عمل کروں گی؟؟؟اور تم ہوتے کون ہو مجھے اپنے حکم کے پابند کرنے والے۔۔۔ہم دوست ہیں اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم۔۔۔۔۔

آئی لو یو۔۔۔ڈیم اٹ۔۔۔

رحاب پر تو مانو سکتہ طاری ہو گیا تھا۔۔۔دس منٹ خاموشی کے بعد جب رحاب کچھ نہ بولی تو عرزم نے اسے دیکھا جس کے چہرے سے اندازہ لگانا مشکل تھا کہ وہ خوش ہو رہی ہے یا نہیں۔۔۔

رحاب کو ایک دم شرارت سوجھی اور بولی۔۔۔

بٹ آئی ڈونٹ لو یو۔۔۔اور ہم صرف دوست ہیں پرنس۔۔۔ویسے بھی ہم ابھی چھوٹے ہیں۔۔۔

مجھے فرق نہیں پڑتا کہ تمہارا جواب کیا ہے۔۔۔ مجھے بس تم سے محبت ہے اور میں کسی کی نظریں تم پر برداشت نہیں کر سکتا۔۔۔ خود کی حفاظت کرنا شروع کر دو رے۔۔۔ کیونکہ تم پر اب صرف میرا حق ہے۔۔ اب تم مانو یا نہ مانو۔۔۔ اور رہی بات عمر کی تو میں شادی کا نہیں بول رہا۔۔۔ شادی سیٹل ہونے کے بعد ہی کروں گا۔۔۔ ابھی اسی لئے تمہیں بتا دیا تاکہ تمہارا دھیان کسی دوسری طرف نہ جائے۔۔۔ اب تم پر ہو گا کہ تم زبردستی میری زندگی کا حصہ بنتی ہو یا اپنی مرضی سے لیکن دونوں صورتوں میں تمہیں میری زندگی میں آنا ہے۔۔۔

رحاب اس کی بات پر مسکراتے ہوئے سر جھکا گئی۔۔۔

وہ تو اسی دن سے اسے سوچ رہی تھی جب اس نے اسے کتے سے بچایا تھا۔۔۔ اور اس کے ساتھ نرمی سے بات کی تھی۔۔۔

میں جائوں۔۔۔

رحاب شرمیلی آواز میں بولی تو عرزم نے ایک نظر اسے دیکھا جو شرماتے ہوئے بہت پیاری لگ رہی تھی۔۔۔۔

نہیں ابھی تم سیدھے ہاسٹل جائو گی۔۔۔ کیونکہ تمہارے لئے پارٹی ختم ہو گئی ہے۔۔۔

عرزم کی بات پر رحاب پورا منہ کھولے اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔۔۔

لیکن۔۔۔

گو بیک رے۔۔۔ ادر وائز میں خود تمہیں چھوڑ کر آئوں گا۔۔۔ ہاں یہ ٹھیک ہے۔۔ چلو میں تمہیں ہاسٹل تک چھوڑ دیتا ہوں۔۔۔ ویسے بھی واک کئے کافی دن ہو گئے ہیں۔۔۔

عرزم نے یہ بول کر اس کا ہاتھ پکڑا اور وہاں سے بیرونی دروازے کی طرف چل دیا جبکہ رحاب مسکراتے ہوئے اس سے باتیں کرنا شروع ہو گئی تھی۔۔۔

حال

جیسے ہی وہ روم میں داخل ہوا سامنے زیام کو دیکھا جو ہاسپٹل کے بیڈ پر سو رہا تھا۔۔۔ عرزم آگے بڑھا اور اس کے پاس بیڈ پر بیٹھ گیا۔۔۔ کتنی ہی دیر وہ اس معصوم چہرے کو دیکھتا رہا۔۔۔

کاش کہ میں تمہاری زندگی میں موجود ہر خلا کو پر کر سکتا۔۔۔ لیکن یہ کاش ہی تو کبھی پورا نہیں ہو سکتا ہے۔۔۔۔

عرزم نے دل میں سوچا۔۔۔ زیام جو سو رہا تھا بیڈ ہلنے کی وجہ سے اٹھ گیا وہ جانتا تھا کہ عرزم ہی ہو گا لیکن شاید وہ اس کا سامنا کرنے کی ہمت بھی اپنے اندر مفقود پا رہا تھا۔۔۔

زیمی۔۔۔

عرزم نے اس کی پلکوں کی لرزش سے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ اٹھ گیا ہے۔۔۔ زیام ہنوز ویسے ہی رہا تو عرزم نے حیرت سے اس کا اگنور کرنا دیکھا۔۔۔۔

زیام علوی تم اٹھ رہے ہو یا میں اپنے طریقے سے اٹھائوں۔۔۔۔

زیام نے پھر بھی کوئی جواب نہیں دیا۔۔۔

ٹھیک ہے بیٹا اب جو ہو گا اس کا ذمہ دار تو خود ہو گا۔۔۔

یہ بول کر عرزم نے اسے گدگدی سٹارٹ کر دی۔۔۔ زیام جلدی سے اٹھ کر بیٹھا تھا۔۔۔

ہاہاہاہا۔۔۔۔ پلیز۔۔۔ عرزی۔۔۔ ہاہاہاہا۔۔۔

بس کر۔۔۔۔

زیام ہنستے ہوئے بولا۔۔ عرزم مسکراتے ہوئے پیچھے ہوا کیونکہ ابھی اس کی کنڈیشن زیادہ سٹیبل نہیں تھی۔۔۔

عرزم اس کے پائوں کی طرف بیٹھ گیا لیکن اس کا دھیان زمین پر تھا جبکہ زیام نے اسے ایک نظر دیکھا اور مسکراتے ہوئے بولا۔۔۔۔

ناراض ہو؟؟؟

نہیں۔۔۔

عرزم نے ایک لفظی جواب دیا۔۔۔

پھر خاموش کیوں ہو؟؟؟

کیونکہ میرے الفاظ ختم ہو گئے ہیں۔۔۔

زیام نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر اپنے ہاتھوں کو۔۔۔۔ کمرے میں خاموشی چھا گئی تھی۔۔ کافی دیر خاموشی کے بعد کمرے میں عرزم کی بھرائی ہوئی آواز گونجی تھی۔۔۔

میں دوبارہ تمہیں اس حالت میں نہیں دیکھنا چاہتا۔۔۔ میرے لئے یہ احساس ہی جان لیوا ہے کہ اگر میں ذرا سی بھی دیر کر دیتا تو کیا ہوتا۔۔۔۔

کیا ہوتا؟؟؟ کچھ بھی تو نہیں۔۔۔ انفیکٹ اس دنیا سے بوجھ کم ہو جاتا۔۔۔

زیام نے جواب اپنے ہاتھوں کی طرف دیکھ کر دیا۔۔۔

عرزم نے بے ساختہ نم آنکھوں سے اسے دیکھا تھا۔۔۔

کیا تم چاہتے ہو کہ میں اپنی سانسیں اپنے ہاتھوں سے ختم کر لوں؟؟؟

عرزم کی خفگی بھری آواز پر زیام نے ایک نظر اسے دیکھا جو رو رہا تھا۔۔۔ زیام نے زندگی میں تیسری بار اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھے تھے اور تینوں دفعہ وہ اس کے لئے رویا تھا۔۔۔

مجھ جیسے حقیر شخص کے لئے اپنے قیمتی آنسو ضائع مت کرو۔۔۔

میں ڈر گیا تھا۔۔۔ تم میری کمزوری ہو زیمی۔۔۔ ایسی کمزوری جس پر اگر کوئی وار کرتا ہے تو عرزم حیدر کی روح کی چیخیں نکل آتی ہیں۔۔۔ تم میرے بھائی نہیں ہو بلکہ بھائیوں سے بڑھ کر ہو۔۔۔ اگر مجھے کوئی دوستی کا مطلب پوچھتا ہے تو میرے منہ سے صرف تمہارا نام نکلتا ہے۔۔۔ میری بے بسی دیکھ لو کہ میں چاہ کر تمہیں اس اذیت سے نہ بچا پایا جس کا میں نے تم سے وعدہ کیا تھا۔۔۔

عرزم اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام کر رو دیا تھا جبکہ زیام نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا تھا۔۔۔

تم کیوں مجھ جیسے شخص پر اپنا وقت ضائع کر رہے ہو؟؟؟ تم چلے جائو یہاں سے کیونکہ میں نہیں چاہتا تمہاری زندگی پر میری وجہ سے کوئی اثر پڑے۔۔۔

زیام روتے ہوئے بول رہا تھا جب عرزم نے جھٹکے سے اپنا سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔۔۔ گرین آنکھوں میں سرخی ایک دم تیز ہوئی تھی۔۔۔ آنسوئوں کی جگہ غصے نے لے لی تھی۔۔۔

تمہاری فالتو بکواس سننے کا وقت نہیں میرے پاس۔۔۔ جا رہا ہوں اور تب واپس آئوں گا جب تک تمہارے مجرم کو سزا نہ دے لوں۔۔۔ اور ہاں اس بار سزا پھانسی سے کم کسی صورت نہیں ہو گی۔۔۔

عرزم یہ بول کر اٹھا تھا جب زیام نے اس کا بازو پکڑ کر اپنا سر نفی میں ہلایا۔۔۔

تم ایسا کچھ نہیں کرو گے۔۔۔ پلیز۔۔۔

میں ایسا کر کے رہوں گا۔۔۔ پورے پانچ گھنٹے، نو منٹ، اور اڑ تیس سیکنڈ میں نے جس اذیت میں گزارے ہیں اس کا حساب الگ سے ہو گا۔۔۔ اور زیمی اس بار تم اپنی قسم کو میرے قدموں کی زنجیر بنانے کا سوچنا بھی مت کیونکہ جس نے بھی یہ کام کیا ہے اس نے میرے اندر کے حیوان کو ان زنجیروں سے آزاد کر دیا ہے۔۔۔۔

زیام کو پہلی بار عرزم کی آنکھوں سے خوف محسوس ہو رہا تھا۔۔۔

عرز۔۔۔۔

شٹ اپ زیمی۔۔۔ کوئی بھی تمہارے لئے کچھ بھی بولے گا اور میں برداشت کر لوں گا۔؟؟؟ اس شخص کو اب معلوم ہو گا کہ عرزم حیدر کی جہاں برداشت ختم ہوتی ہے وہیں سے اس کی حیوانیت شروع ہوتی ہے۔۔۔۔ اب تم اتنا مت سوچو اور آرام کرو۔۔۔ کل صبح ملتے ہیں کیونکہ انکل ناصر بول رہے ہیں کل تک تمہیں ڈسچارج کر دیں گے۔۔۔۔

عرزم اسے لٹاتے ہوئے بولا۔۔۔ جبکہ زیام نے بے بسی سے اسے دیکھا۔۔۔

میں جانتا ہوں تمہیں میری آنکھوں کا رنگ پسند نہیں لیکن وہ کیا ہے نہ تھوڑی دیر پہلے منہ دھو رہا تھا تو غلطی سے ایک انگلی آنکھ میں لینز پر۔لگ گئی۔۔۔ اور وہ نکل کر گر گیا۔۔۔ اب ایسے مت گھورو۔۔۔ جاتے ہوئے میڈیکل سٹور سے لے لیتا ہوں۔۔۔

عرزم زیام کو دیکھتے ہوئے مسکرا کر بولا جبکہ زیام نے اسے گھورا تھا کیونکہ اس کا اندازہ بالکل ٹھیک تھا زیام کو اس کی گرین آنکھوں سے خوف آتا تھا۔۔۔ اس نے کبھی عرزم سے کہا نہیں لیکن عرزم جانتا تھا اس لئے وہ براؤن کلر کے لینز استعمال کرتا تھا۔۔۔ جیسے ہی وہ زیام کو لٹا کر مڑا۔۔۔

زیام کی آواز کمرے میں گونجی۔۔۔

میں تم سے ناراض ہوں اب دوبارہ یہاں مت آنا۔۔۔

اوکے آکر منالوں گا۔۔۔

عرزم یہ بول کر دروازے کو کھول کر باہر چلا گیا جبکہ زیام دل ہی دل میں اس کی خریت کی دعا کرنے لگا۔۔۔اس سے پہلے وہ دوبارہ سوتا اسے کمرے کا دروازہ کھولنے کی آواز آئی۔۔۔آنکھیں کھول کر دیکھا تو سامنے ہی جہانگیر علوی کھڑے تھے۔۔۔۔زیام نے ایک نظر انہیں دیکھ کر چہرہ دوری طرف کر لیا۔۔۔اس کی معصومیت پر جہانگیر علوی کو ٹوٹ کر پیار آیا۔۔۔

کیسے ہو؟؟؟

زیام نے کوئی جواب نہیں دیا۔۔۔

ناراض ہو؟؟؟

جہانگیر علوی نے اس کا چہرہ اپنی طرف کر کے پوچھا۔۔۔

کیا مجھے ناراض ہونے کا حق ہے؟؟؟

زیام نے سنجیدگی سے پوچھا۔۔۔

ہاں بالکل حق ہے۔۔۔تم میری اولاد ہو۔۔باپ ہوں تمہارا۔۔۔

جہانگیر علوی نے مسکرا کر کہا۔۔۔

شاید صرف نام کے۔۔۔

زیام زخمی سا مسکرا کر بولا۔۔۔

جہانگیر اس کے جواب پر لب بھینچ گئے تھے۔۔۔

معاف کردو اپنے باپ کو۔۔۔ مجھے تم سے غافل نہیں ہونا چاہیے تھا۔۔۔ مجھے یہی لگا کہ۔۔۔

جہانگیر بول رہے تھے جب زیام نے ان کی بات درمیان میں کاٹ دی۔۔۔۔

غافل۔۔۔ کیوں ڈیڈ۔۔۔ کیوں غافل تھے آپ مجھ سے۔۔۔ کیا میں بیمار نہیں ہوتا تھا؟؟؟ کیا مجھے تکلیف نہیں ہوتی تھی؟؟؟ کیا مجھے آپ کی توجہ کہ ضرورت نہیں تھی۔۔۔؟؟؟ کیا صرف پیسا ہی انسان کی ضرورت ہوتی ہے۔۔۔

زیام کے الفاظ جہانگیر علوی کو مزید شرمندہ کر گئے تھے۔۔۔

میں جانتا تھا کہ اگر آپ نے ایک بار مجھے خود سے دور کر دیا تو بھول جائیں گے کہ زیام علوی نام کا کوئی رشتہ بھی آپ سے جڑا ہے۔۔۔ اور آپ نے وہی کیا ڈیڈ۔۔۔ کیوں کیا آپ نے ایسا؟؟؟ کیا آپ کی اور ممی کی محبت پر میرا کوئی حق نہیں تھا۔۔۔ آپ سب لوگ اپنی زندگی میں اتنے مگن تھے کہ مجھے بھول گئے۔۔۔ خیر مجھے اس بات کا کوئی افسوس نہیں ہے کیونکہ میری زندگی کی ساری محرومیاں عرزم حیدر نے پوری کر دی ہیں۔۔۔ ہر بچے کے لئے اس کے والدین بہت اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔۔۔ لیکن میں نے تو ان کے ہوتے ہوئے بھی یتیمی کی زندگی گزاری ہے۔۔۔ خیر مجھے آپ سے کوئی شکوہ نہیں کیونکہ میری جیسی اولاد کو زندہ رکھنا ہی آپ لوگوں کا احسان عظیم ہے۔۔۔ آپ جانتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کے بعد اگر زیام علوی کے لئے اس دنیا میں کوئی عزت اور احترام کے قابل ہے تو وہ عرزم حیدر ہے۔۔۔ میں مر تو سکتا ہوں لیکن اس پر کوئی حرف نہیں آنے دے سکتا۔۔۔

آپ جانتے ہیں ڈیڈ اس پوسٹر پر کیا لکھا تھا؟؟؟

اس پر لکھا تھا آپکا نامرد بیٹا ہوس کا رہے۔۔۔ وہ ریپ کرتا ہے لوگوں کے۔۔۔ اور تو اور عرزم حیدر کے ساتھ بھی۔۔۔۔۔

شدت ضبط سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔۔۔

ششش۔۔۔ بالکل چپ۔۔۔ اپنے باپ پر ایک آخری دفعہ بھروسہ کرلو۔۔۔ میں ان سب لوگوں کا سزا دینے کا اختیار رکھتا ہوں جنہوں نے میرے بیٹے کو بدنام کرنے کی کوشش کی ہے۔۔۔

جہانگیر علوی نے اسے اپنے سینے سے لگایا اور زیام بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔۔۔

ڈیڈ وعدہ کریں عرزم پر کوئی حرف نہیں آئے گا۔۔۔

زیام روتے ہوئے ان کے سامنے ہاتھ پھیلا کر بولا تو جہانگیر عمومی نے اپنا سر اثبات میں ہلا دیا۔۔۔

وعدہ۔۔۔

اگر جہانگیر علوی کو معلوم ہو جاتا کہ یہ وعدہ ان کو کتنا مہنگا پڑنے والا ہے تو وہ شاید کبھی بھی حامی نہیں بھرتے۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

عرزم جب سے ہاسپٹل سے آیا تھا کمرے میں بند تھا۔۔۔ فائزہ بیگم کو پریشانی نے جکڑ لیا تھا کیونکہ وہ کبھی بھی اس طرح ان کے گھر پر ہوتے ہوئے کمرہ نشین نہیں ہوتا تھا۔۔۔

عرزی۔۔۔۔ عرزی۔۔۔۔

فائزہ بیگم کی آواز پر عرزم جو کمرے میں بیڈ پر بیٹھا لیپٹاپ کو گود میں رکھے ماتھے پر شکن لائے، گرین آنکھوں میں غصہ لائے کچھ سرچ کام کر رہا تھا۔۔۔ فائزہ بیگم کی آواز پر ایکدم نارمل موڈ میں واپس آیا تھا اور لیپ ٹاپ آف کر کے دروازے کو کھولا تھا۔۔۔۔ سامنے ہی فائزہ بیگم مشکوک نظروں سے عرزم کو دیکھ رہی تھیں۔۔۔

کیا کر رہے تھے؟؟؟

انداز میں پریشانی اور سختی ایک ساتھ آئی تھی۔۔۔

ماما سو رہا تھا۔۔۔ آپ نے اٹھا دیا۔۔۔

عرزم مصنوعی خفگی سے بولا۔۔ جبکہ فائزہ بیگم اس کی آنکھوں کی سرخی دیکھ کر شرمندہ ہو گئیں کیونکہ انہیں یہ لگ رہا تھا کہ انہوں نے اپنے بیٹے کی نیند پوری نہیں ہونے دی۔۔۔

عرزم نے ان کے شرمندہ چہرے کو دیکھا تھا۔۔۔

اووو۔۔۔ پلیز۔۔۔ ماما۔۔۔ اب یوں سیڈ مت ہوں۔۔ میں ویسے بھی اٹھنے والا تھا کیونکہ کچھ کام سے باہر جانا تھا۔۔۔

عرزم انکی پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے مسکرا کر بولا۔۔۔

رات کے نو بجے تمہیں کونسا کام پڑ گیا ہے؟؟؟

فائزہ بیگم نے اسے مصنوعی گھورا تھا۔۔۔

ماما۔۔ ایک کلاس فیلو سے کچھ نوٹس چاہیے تھے کیونکہ صبح ٹیسٹ ہے اور میرے شاید گم ہو گئے ہیں۔۔۔۔

عرزی۔۔۔ تم بہت لاپرواہ ہوتے جا رہے ہو۔۔۔ پڑھائی کے معاملے میں اتنی غیر سنجیدگی کون دکھاتا ہے۔۔۔ کل ٹیسٹ ہے اور رات کے نو بجے جناب کو خیال آ رہا ہے کہ نوٹس بھی لینے ہیں۔۔۔ میں کرتی ہوں تمہارے پاپا سے بات۔۔۔ وہی تمہیں سدھار سکتے ہیں۔۔۔۔

فائزہ بیگم کی بات پر عرزم نے مسکراتے ہوئے انہیں گلے لگایا۔۔۔

اچھا اب پاپا کو درمیان میں مت لائیں اور اگر وہ میرا پوچھیں تو انہیں بتا دیجیے گا کہ گیارہ بجے تک واپس آ جائوں گا۔۔۔

یہ بول کر اس نے فائزہ بیگم کو خود سے الگ کیا اور جلدی سے اپنا موبائل اٹھا کر باہر کی جانب چل دیا۔۔۔

اچانک وہ رکا اور پلٹ کر واپس آیا فائزہ بیگم جو اسے ہی دیکھ رہی تھیں نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگیں۔۔۔

اس نے فائزہ بیگم کو دونوں شانوں سے تھاما اور مسکراتے ہوئے بولا۔۔۔

دعا کیجیے گا کہ آپکا بیٹا زندگی کے ہر امتحان میں کامیاب ہو۔۔۔۔۔

یہ بول کر وہ جلدی سے پلٹ گیا اور لمبے لمبے ڈاگ بھرتا لائونج کا دروازہ عبور کر گیا۔۔۔۔

آمین۔۔۔

فائزہ بیگم نے دل میں کہا اور پھر حیدر حسن کی آواز پر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔۔۔۔۔۔

گاڑی میں بیٹھتے ہی اس نے بلیو توتھ ڈیوائس کان سے لگائی اور ایک نمبر پر کال کر کے موبائل ڈیش بورڈ پر رکھ کر گاڑی سٹارٹ کر دی۔۔۔۔

ہاں بولو۔۔ ٹھیک ہے۔۔ نظر رکھو اس پر آرہا ہوں میں۔۔۔۔

عرزم نے یہ بول کر کال ڈراپ کر دی اور گاڑی کی سپیڈ بڑھا دی۔۔۔

آج تم دیکھو گے مسٹر کہ زیام علوی پر انگلی اٹھا کر تم نے کس طوفان کو دعوت دی ہے۔۔۔۔۔

عرزم نے دل میں سوچا اور گاڑی ایک کلب کے سامنے روکی۔۔۔۔ ایک پر اسرار سی مسکراہٹ نے اس کے لبوں کو چھوا تھا۔۔۔

عرزم کلب کے اندر گیا تو وہاں کا نظارہ اس کے ماتھے پر لاتعداد شکنوں کو جال بنا گیا تھا۔۔ لڑکے اور لڑکیاں آپس میں اس طرح سے بیٹھے تھے کہ عرزم کو نظریں اٹھانا مشکل ہو رہا تھا وہ وہاں نہیں آنا چاہتا تھا لیکن زیام کے لئے وہ دنیا کے کسی کونے بھی جا سکتا تھا۔۔۔۔ تقریبا دس منٹ کے ارد گرد نظریں دوڑانے کے بعد اسے مطلوبہ شخص مل چکا تھا۔۔ گرین آنکھوں میں ایک چمک آئی تھی۔۔۔ وہ مطلوبہ شخص کی جانب دیکھ کر مسکرایا اور ایک لڑکے کو

اشارہ کیا جو شاید وہاں پر شراب سرو کر رہا تھا۔۔وہ لڑکا عرزم کی طرف آیا تو عرزم نے ایک پیکٹ اس کے ہاتھ میں دیا اور اس کے کان میں کچھ بولا۔۔۔اس لڑکے نے اپنا سر اثبات میں ہلایا اور اسے لیفٹ سائیڈ کی طرف ایک اشارہ کیا۔۔۔جواب میں عرزم سپاٹ چہرے کے ساتھ وہاں سے اس روم میں چلا گیا تھا۔۔۔

عرزم روم میں موجود صوفے پر بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا جب ایک شخص لڑکھڑاتے ہوئے روم میں داخل ہوا۔۔۔جیسے ہی وہ کمرے کے اندر آیا عرزم نے ایک ذور دار پنچ اس کے منہ پر مارا جس کے باعث وہ گر گیا۔۔۔عرزم نے جلدی سے دروازے کو لاک کیا اور پھر اس شخص کی طرف بڑھا جو شاید شراب اور عرزم کے ایک پنچ سے ہی نڈھال ہو گیا تھا۔۔۔۔وہ شخص آنکھیں کھولنے کی کوشش کر رہا تھا جبکہ سامنے کا منظر دھندلا رہا تھا۔۔۔

کامران رائو۔۔۔۔تم یاد رکھو گے اپنے انجام کو۔۔۔۔

عرزم اس کے کان میں غرایا تھا جب وہی ویٹر کلب کے بیک ڈرو سے اندر آیا جسے عرزم نے پیسے دیئے تھے۔۔۔۔

سی سی ٹی وی فوٹیج ڈیلیٹ ہو چکی ہے سر اور میں آپکو جانتا ہی نہیں ہوں اور نہ میں نے آپکو دیکھا ہے۔۔۔۔

وہ ویٹر سر جھکا کر بول رہا تھا جب عرزم نے کامران کو ایک نظر دیکھا اور پھر ویٹر کو دیکھ کر بولا۔۔۔

راستہ صاف ہے نہ ؟؟؟

جج۔جی۔۔۔سر۔۔۔

وہ ویٹر بولا اور جلدی سے سائیڈ پر ہو گیا کیونکہ عرزم کامران کو گردن سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے باہر لے کر جا رہا تھا۔۔۔۔

عرزم نے اسے گاڑی کی ڈکی میں ڈالا اور خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر گاڑی سٹارٹ کر دی۔۔۔۔تقریبا آدھے گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد وہ ایک سنسان سڑک پر آگیا۔۔اور گاڑی روک کر اس نے کامران کو باہر نکالا جو بمشکل ہی اپنے

قدموں پر کھڑا ہو پا رہا تھا۔۔۔ عرزم نے گاڑی میں سے پانی کی بوتل نکالی اور اس میں موجود پانی کامران کے منہ پر گرایا۔۔ جس سے وہ تھوڑا سا حواس میں آیا تھا۔۔ لیکن جیسے ہی اس نے سامنے عرزم کو دیکھا اس کا سارا نشہ اڑ گیا تھا۔۔

کیسے بھول سکتا تھا وہ اسے۔۔۔ ابھی کل ہی تو یونیورسٹی کی پارکنگ میں ان دونوں کی لڑائی ہوئی تھی۔۔۔

تت۔۔ تم۔۔۔ مجھے کیوں یہاں لائے ہو؟؟؟

کامران نے ارد گرد نظریں دوڑانے کے بعد اس سے پوچھا۔۔۔۔۔

چلو اچھا ہے تم نے پہچان تو لیا۔۔ ورنہ مجھے لگا تھا کہ میرا سارا وقت تمہیں یاد دلانے میں لگ جائے گا۔۔

عرزم پراسرار سا مسکرایا تھا جبکہ آنکھیں ابھی سرخ تھیں۔۔۔ گرین آنکھوں سے مقابل پر خوف طاری ہو رہا تھا۔۔۔

دیکھو کل بھی تم نے مجھے مارا تھا اور میں نے کچھ نہیں کہا تھا۔۔ کل کا معاملہ رفع دفعہ ہو گیا تھا تو آج تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟؟؟؟

کامران رائو۔۔۔ نہ تم انجان ہو کہ میں یہاں تمہیں کیوں لایا اور نہ ہی تمہیں انجان بننے کا ناٹک کرنا چاہیے کیونکہ یہ تمہارے لئے اچھا نہیں ہو گا۔۔۔

عرزم کی بات ابھی منہ میں تھی جب کامران نے ایک پنچ اس کے منہ پر مارا۔۔۔ اور وہاں سے بھاگنے لگا جب عرزم نے اپنی پوری طاقت سے اسے ایک تھپڑ دائیں گال پر رسید کیا تھا۔۔۔

تمہاری اتنی ہمت نہیں ہونی چاہیے رائو۔۔۔ اب جو پوچھوں گا اس کا جواب صاف صاف دینا۔۔۔ ورنہ ابھی صرف منہ سے خون نکلا ہے تب خون سے تم نکلو گے۔۔۔

کامران جو اس کے تھپڑ سے زمین پر گرا تھا نے ڈرتے ہوئے عرزم کو دیکھا۔۔۔اور اپنا سر اثبات میں ہلایا۔۔

پوسٹر کیوں لگائے تھے یونی میں ؟؟؟کیا تم نہیں جانتے تھے کہ عرزم حیدر اگر تم پر تمہارے دوستوں کے ہوتے ہوئے ہاتھ اٹھا سکتا ہے تو اس حرکت پر کیا حال کرے گا؟؟؟؟؟

میں۔۔ن۔۔۔نے۔۔ک۔کچھ۔۔نن۔۔۔نہیں۔۔۔کک۔۔کیا؟؟؟؟؟

عرزم نے ایک اور تھپڑ اسے مارا تھا۔۔

جھوٹ بالکل نہیں۔۔۔

عرزم نے انگلی کے اشارے سے اسے وارن کیا تھا۔۔

میں سچ بول رہا۔۔۔

ابھی اس کے الفاظ منہ میں تھے جب عرزم نے اپنا بیلٹ نکالا اور اسے مارنا شروع کیا۔۔اس سنسان سڑک پر اس کی چیخیں تھیں اور عرزم کی سفاکیت۔۔۔

تمہیں۔۔۔تمہارے۔۔۔دوست۔۔۔کا۔۔واسطہ۔۔ہے۔۔۔ایک۔۔۔بار۔۔۔میری۔۔۔بات۔۔۔سن ۔۔۔لو۔۔۔پلیز۔۔۔

تقریباً بیس منٹ بعد اس نے اٹک اٹک کر کہا تھا۔۔ عرزم نا چاہتے ہوئے بھی اس بار اس کی بات سننے کے لئے پیچھے ہٹا تھا۔۔۔

میں نے یہ سب نہیں کیا بلکہ میں نے صرف پوسٹر لگوائے تھے۔۔۔مجھے نہیں معلوم تھا کہ اس پوسٹر میں کیا تھا ۔۔۔وہ تو آج یونیورسٹی جا کر معلوم ہوا تھا۔۔۔پلیز مجھے چھوڑ دو میری کوئی غلطی نہیں ہے۔۔۔۔۔۔

آخری بات وہ ہاتھ جوڑ کر بول رہا تھا جبکہ عرزم اس کے سامنے نیچے بیٹھا اور سرد آواز میں بولا۔۔۔

کون تھا؟؟؟؟

میں نہیں جانتا۔۔۔ایک عورت تھی جو تقریباً چالیس کی لگ رہی تھی۔۔۔کافی ماڈرن تھی۔۔۔۔اور۔۔۔۔

نام کیا تھا اس کا؟؟؟؟

عزم اپنے خیالات کو جھٹک رہا تھا۔۔۔۔کیونکہ جو خاکہ اس کے دماغ میں بن رہا تھا وہ ناقابل یقین تھا۔۔۔۔

نام نہیں بتایا تھا۔۔۔جب ہماری پارکنگ میں لڑائی ہوئی تب ہی وہ تھوڑی دیر بعد مجھے وہاں ملی تھی۔۔۔مجھے پیسے دیئے اور پوسٹر دیئے۔۔۔۔

کیا یہ تھی وہ؟؟؟؟

عزم نے موبائل پر ایک پک اسے دکھائی تھی اور دل ہی دل میں اللہ سے دعا کر رہا تھا کہ یا اللہ ایسا کچھ نہ ہو۔۔۔۔

کامران رائو نے اثبات میں سر ہلایا تو عزم حیدر کو زندگی کا سب سے بڑا جھٹکا لگا تھا۔۔۔

تم جھوٹ بول رہے ہو نا؟؟؟وہ ایسا نہیں کر سکتیں۔۔۔۔

عزم نے اپنا سر نفی میں ہلایا۔۔۔۔

میں سچ بول رہا ہوں۔۔۔ان کی گاڑی کا نمبر بھی مجھے یاد ہے۔۔۔5767 ایکس۔۔۔۔

عزم نے اپنے ہاتھوں میں سر تھام لیا تھا جبکہ کامران رائو نے آہستہ سے اس سے دور ہونے کی کوشش کی تھی۔۔۔

Naila Alwi you will have to pay----

عزم چیختے ہوئے خود سے بولا تھا۔۔۔جبکہ اس کی دھاڑ پر کامران جو تین چار قدم ہی اس سے دور ہوا تھا کانپ گیا تھا۔۔۔عزم نے ایک نظر اسے دیکھا اور گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔۔۔کامران تو بے یقین تھا کہ وہ اسے زندہ

چھوڑ گیا تھا لیکن جلد ہی اس کی خوش فہمی ختم ہو گئی کیونکہ عرزم واپس آ رہا تھا اور اس کے ہاتھ میں پیٹرول تھا۔۔۔

عرزم نے پیٹرول اس پر چھڑکا۔۔۔

نہیں۔۔۔ پلیز مجھے جانے دو۔۔۔ میں وعدہ کرتا ہوں کسی سے کچھ نہیں کہوں گا۔۔۔ پلیز۔۔۔ تمہیں تمہارے دوست۔۔۔۔۔

ششش۔۔۔ بالکل چپ۔۔۔ مجھے شور پسند نہیں ہے رائو۔۔۔

اس کی گرین آنکھوں اس وقت صرف حیوانیت تھی۔۔۔

چلو ایک کام کرتے ہیں۔۔۔ زندگی چاہتے ہو نا؟؟؟ تو یہ لو بلیڈ اور اپنے ہاتھوں سے اپنی زبان کاٹ دو۔۔۔ کیونکہ اسی زبان سے تم نے اسے ہرٹ کیا تھا۔۔۔ ورنہ میں زندہ جلا دو گا۔۔۔

رائو نے ایک نظر اسے دیکھا اور بولنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ عرزم نے اسے زمین پر لیٹا کر اس کا منہ کھولا اور دوسرے ہاتھ سے اس کی زبان کاٹ دی تھی بنا اس کی چیخیوں کو پرواہ کئے۔۔۔

جب میری اتنی جرت نہیں کہ اسے ہرٹ کر سکوں تو پھر تمہارا تو وجود ہی بے معنی ہے۔۔۔

عرزم اسے دیکھ کر بولا جو غنودگی میں جا رہا تھا۔۔۔ درد شاید نا قابل برداشت تھا۔۔۔ جو وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔۔۔ عرزم اسے گھسیٹتے ہوئے گاڑی تک لایا اور اب اس کی منزل ہاسپٹل تھی کیونکہ وہ چاہتا تھا کہ زندگی بھر وہ تڑپے اور زیام علوی کو پکارنے والے انداز کو یاد کر روئے۔۔۔ وہ اسے زندگی بھر کی سزا دے گیا تھا۔۔۔ اس کا جنون سر چڑھ کر بول رہا تھا۔۔۔ اور اب نجانے اس کا جنون کتنے لوگوں کی زندگی تباہ کرنے والا تھا۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ماضی

عزم خوش تھا کہ محبت کی راستے میں وہ اکیلا نہیں چل رہا تھا۔۔۔ مسکراہٹ تو اس کے لبوں سے چپک کر رہ گئی تھی۔۔۔ رحاب کو ہاسٹل چھوڑ کر وہ واپس آ رہا تھا جب اسے بوائز ہاسٹل کے گیٹ سے تھوڑے فاصلے پر زیام نظر آیا۔۔۔ زیام کی جیسے ہی نظر عزم پر پڑی اس کا رنگ متغیر ہو گیا تھا۔۔۔ پاس کھڑا لڑکا ہنستے ہوئے اس سے کچھ بول رہا تھا۔۔۔ عزم کو دور سے ہی احساس ہو گیا تھا کہ زیام ٹھیک نہیں ہے۔۔۔۔۔ دوسرے لڑکے کی عزم کی طرف پشت تھی اس لئے وہ عزم کا نہ دیکھ سکا۔۔۔ ابھی عزم زیام سے دس قدم دور تھا جب زیام نے اس کی طرف آنا چاہا تو اس لڑکے نے زیام کے آگے پائوں کر دیا۔۔۔ زیام اچانک منہ کے بل گرا تھا۔۔۔ عزم بھاگتے ہوئے اس کے پاس پہنچا تھا۔۔۔

زیمی۔۔۔ تم ٹھیک ہو؟؟؟

عزم نے اسے اٹھاتے ہوئے پوچھا۔۔۔

زیام نے اپنا سر اثبات میں ہلایا اور اس سے پہلے وہ کچھ بولتا اس لڑکے کے الفاظ زیام اور عزم کو اس کو دیکھنے پر مجبور کر گئے تھے۔۔۔

اوئے۔۔۔ زیام۔ یہ دوست ہے تمہارا؟؟؟۔۔

زیام کے بولنے سے پہلے ہی عزم بول پڑا۔۔۔۔

ہم دوست ہیں یا نہیں یہ تو میں تمہیں بعد میں بتائوں گا۔۔۔ سالے تمہارے ہمت کیسے ہوئی اسے نیچے گرانے کی؟؟؟

عزم یہ بول کر اسے مارنے کے لئے آگے بڑھا جب زیام نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔۔۔

عرزی۔۔۔ چل یار۔۔ چھوڑ۔۔۔ویسے بھی میری ہی غلطی تھی۔۔۔ چل چلتے ہیں۔۔۔

ہاں ہاں لے جائو اسے۔۔۔ یہ بھی تمہاری طرح نامرد ہی ہو گا۔۔۔

کیونکہ تمہاری جیسی مخلوق سے نارمل انسان تو دوستی کرنے سے رہا۔۔۔

اس لڑکے نے جیسے تمسخر اڑایا تھا۔۔۔اور عرزم نے ایک نظر زیام کو دیکھا جس کی گرفت خودبخود اس کے بازو پر ڈھیلی ہو گئی تھی۔۔۔اس کی گرین آنکھیں لمحے میں سرخ ہوئی تھیں۔۔۔

عرزم نے آگے بڑھ کر اس لڑکے کو کالر سے دبوچا اور غراتے ہوئے بولا۔۔۔

تمہاری ہمت کیسے ہوئی گھٹیا الفاظ استعمال کرنے کی؟؟؟مردانگی تو تجھے میں دکھاتا ہوں؟۔۔۔۔

یہ بول کر عرزم نے باقاعدہ اس کی پٹائی شروع کر دی تھی جبکہ وہ لڑکا بھی عرزم کو مار رہا تھا۔۔۔دونوں لڑ رہے تھے جبکہ زیام مسلسل عرزم کو روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔چار پانچ لڑکے جو وہاں سے گزر رہے تھے انہوں نے آکر اس لڑکے کو اور عرزم کو پکڑ کر الگ کیا تھا۔۔۔

چھوڑو مجھے میں اس کا منہ توڑ دوں گا۔۔۔اس کی ہمت کیسے ہوئی زیمی کو گالی دینے کی؟؟؟؟

عرزم مسلسل تین لڑکوں کی گرفت میں اسے مارنے کے لئے آگے بڑھ رہا تھا۔۔۔

مجھے مارنے سے پہلے پوچھ لو اپنے نام نہاد دوست سے کہ میں نے اسے گالی دی ہے یا اس کی سچائی بیان کی ہے۔۔۔

اس لڑکے الفاظ عرزم کو مزید طیش دلا رہے تھے۔۔۔

میں بول رہا ہوں چھوڑو مجھے میں اس کی جان لے لوں گا۔۔۔

تھوڑی دیر بعد ان لڑکوں نے عرزم کو ہاسٹل بھیج دیا جبکہ وہ لڑکا روڈ سے تھوڑی دور کھڑی گاڑی پر بیٹھ کر چلا گیا۔۔۔زیام بھی عرزم کے ساتھ ہی ہاسٹل چلا گیا تھا۔۔۔

عرزم کمرے کے مسلسل چکر کاٹ رہا تھا جبکہ زیام اپنے بیڈ پر ٹانگیں لٹکائے بیٹھا تھا۔۔۔ عرزم جب تھک گیا تو زیام کو گھورنے لگا۔۔۔

مجھے یہ سمجھ نہیں آرہی جب لوگ تمہیں کچلنا چاہتے ہیں تو تم ان کے آگے کھڑے کیوں ہو جاتے ہو؟؟؟ میں منہ توڑ دیتا اس کا۔۔۔ مجھے تو رہ رہ کر غصہ آرہا ہے کہ اس لڑکے کا منہ توڑنے کی بجائے تم مجھے یہاں لے آئے۔۔۔ تم نے۔۔۔۔

عرزم ابھی بول رہا تھا جب زیام کے الفاظ اس پر سکتہ طاری کر گئے تھے۔۔۔

وہ جھوٹ نہیں بول رہا تھا۔۔۔ میں نارمل انسان نہیں ہوں۔۔۔ کچھ لوگوں کی نظر میں خواجہ سرا۔۔۔ کچھ کی نظر میں ہیجڑا اور تم جیسے لوگوں کی نظر میں نامرد۔۔۔

یہ سچ ہے کہ میں نارمل نہیں ہوں۔۔۔ لیکن کیا مجھے زندہ رہنے کا بھی حق نہیں ہے۔۔۔

زیام نے نم سرخ آنکھیں اوپر اٹھائی تھیں اور عرزم کو دیکھا تھا جو بے یقینی اور شاک سے زیام کو دیکھ رہا تھا۔۔۔۔ حقارت کا تاثر ڈھونڈنے سے بھی نہیں مل رہا تھا۔۔۔

تم نے مجھ سے جھوٹ بولا؟؟؟؟

عرزم بے یقینی سے بولا۔۔۔

عرزی۔۔۔۔

شٹ اپ۔۔۔۔

عرزی۔۔۔ پلیز۔۔۔ میری بات سنو۔۔۔

زیام روتے ہوئے اس کی طرف بڑھا تھا۔۔۔

سٹاپ اٹ۔۔۔ڈونٹ موو۔۔۔میرے پاس آنے کی ہمت بھی مت کرنا۔۔۔تم چیٹر ہو۔۔۔تم جھوٹے ہو۔۔۔تم نے میرا اعتبار توڑا ہے۔۔۔۔

عرزم چیخا تھا اور ہاتھ کے اشارے سے اسے خود کے نزدیک آنے سے منع کیا تھا۔۔۔

زیام کے آنسو فرش پر گر رہے تھے جبکہ عرزم مسلسل نفی میں سر ہلا کر وہاں سے جانے لگا جب زیام کے الفاظ پر اس قدم رکے تھے۔۔۔۔

مجھے چھوڑ کر مت جائو عرزم۔۔۔میں اس دنیا کی بھیڑ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔۔۔مجھے تمہاری ضرورت ہے۔۔۔خدا کے لئے عرزم اپنے زیمی کو معاف کر دو۔۔۔میں مر جائوں گا۔۔۔میری دنیا تم تک محدود ہے پلیز اس دنیا کو مجھ سے دور مت کرنا۔۔۔۔۔

زیام روتے ہوئے زمین پر بیٹھ گیا تھا اور اس کا سانس اکھڑنا شروع ہو گیا تھا عرزم کی چونکہ پشت تھی اس لئے وہ زیام کی حالت نہیں دیکھ سکا تھا۔۔۔چند لمحے وہ رکا تھا پھر لمبے لمبے ڈاگ بھرتا کمرے سے نکل گیا تھا۔۔۔۔جبکہ زیام کو سانس لینے میں مزید دشواری پیش آرہی تھی۔۔۔

میری سانسیں واقعی تم سے جڑی ہیں عرزم حیدر۔۔۔۔۔

زیام نے دل میں سوچا اور وہیں فرش پر بے ہوش ہو گیا۔۔۔۔

\---------------

عرزم ہاسٹل کے گارڈن میں تنہا ایک بینچ پر بیٹھا تھا۔۔۔آنسو لگاتار اس کے رخساروں پر بہہ رہے تھے جبکہ دماغ درد سے پھٹا جارہا تھا اسے یہاں بیٹھے ہوئے کافی وقت ہو گیا تھا۔۔۔ٹھنڈ بھی کافی بڑھ گئی تھی۔۔۔

تمہیں مجھ سے جھوٹ نہیں بولنا چاہیے تھا؟؟؟ تم جانتے تھے کہ مجھے دھوکہ دینے والے لوگوں سے نفرت ہے ۔۔۔ کیوں کیا تم نے ایسا؟؟؟ زیمی کیوں؟؟؟؟

عرزم کو دکھ اس بات کا نہیں تھا کہ وہ نارمل انسان نہیں ہے اسے دکھ تھا تو اس بات کا زیام نے اسے اپنی زندگی کی سب سے بڑی سچائی نہیں بتائی۔۔۔ کیا وہ اعتبار کے قابل نہیں تھا۔۔۔

زیمی۔۔۔ میں نہیں جانتا کہ مجھے اتنا درد کس بات پر ہو رہا ہے؟؟؟ لیکن تم سے الگ ہونے کا خیال ہی میرے دماغ کو مفلوج کر رہا ہے۔۔۔ میں تم سے الگ نہیں رہ سکتا کیونکہ میں تم سے الگ رہنا ہی نہیں چاہتا۔۔۔

عرزم خود سے باتیں کر رہا تھا۔۔۔

مجھے نہیں معلوم کہ تم نے مجھے کیوں سب نہیں بتایا لیکن میرا دل تم سے الگ ہونے کو تیار نہیں ہے۔۔۔

لیکن یہ معاشرہ ہماری دوستی کو ایکسیپٹ نہیں کرے گا۔۔۔ عجیب دوراہے پر لا کھڑا کیا ہے زندگی نے۔۔۔ راستے چاہے کیسے ہی ہوں منزل موت ہی ہے۔۔۔

یا اللہ مجھے راستہ دکھا۔۔۔

عرزم کا تقریبا ایک گھنٹہ ہو گیا تھا وہاں بیٹھے اور اس دوران اس نے شاید سوچ لیا تھا کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے۔۔۔

کافی سوچنے کے بعد وہ واپس اپنے روم کی طرف چل دیا۔۔۔

وہ اپنا معاملہ خدا کے سپرد کر گیا تھا۔۔۔

جیسے ہی اس نے روم کا دروازہ کھولا روم میں کوئی نہیں تھا۔۔۔ عرزم کو پریشانی ہوئی کیونکہ وہ اکیلا کبھی بھی رات کو کمرے سے باہر نہیں جاتا تھا۔۔۔ عرزم نے اسے دو تین آوازیں دیں لیکن کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔۔۔

عرزم نے ساتھ والے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا۔۔۔ایک لڑکا باہر نکلا جو آنکھوں کو ملتے ہوئے عرزم کو دیکھ رہا تھا۔۔۔

شہروز بھائی۔۔۔ آپ نے زیمی کو کہیں دیکھا ہے؟؟؟

عرزم نے پریشانی سے پوچھا۔۔۔

ہاں ابھی آدھے گھنٹے پہلے ہی وارڈن انکل چوکیدار انکل کی مدد سے اسے ہاسپٹل لے کر گئے ہیں۔۔۔شاید بے ہوش ہو گیا تھا۔۔۔

شہروز ان کا سینئیر تھا اور ویسے بھی عرزم کے ساتھ اس کی جان پہچان تھی۔۔۔ عرزم تو ہاسپٹل کا نام سنتے ہی گھبرا گیا تھا۔۔۔

شہروز بھائی کونسے ہاسپٹل لے کر گئے ہیں؟؟؟

یہ تو مجھے نہیں معلوم لیکن یہاں سے نزدیک تو سول ہاسپٹل ہی ہے۔۔۔شاید وہاں لے کر گئے ہوں۔۔۔

شہروز کندھے اچکاتے ہوئے بولا۔۔۔ جبکہ عرزم الٹے قدموں واپس بھاگا تھا۔۔۔ابھی وہ ہاسٹل گیٹ کے پاس ہی تھا جب دوسرے چوکیدار نے اسے روک لیا۔۔۔

عرزم بیٹا کہاں جا رہے ہو؟؟؟

چوکیدار چونکہ حیدر حسن کو جانتا تھا اس لئے عرزم کو دیکھ کر پہچان گیا تھا۔۔۔

انکل پلیز ابھی میں کسی کو کچھ بتانے کی پوزیشن میں نہیں ہوں میرا جانا بہت ضروری ہے۔۔۔۔۔

یہ بول کر عرزم گیٹ سے باہر نکلنے لگا جب چوکیدار نے اسے دوبارہ روک لیا۔۔۔

دیکھو بیٹا یہاں پر جتنے بھی لڑکے رہتے ہیں وہ ہمارے ذمے ہیں اگر ان کو کچھ ہو گیا تو ان کے والدین ہم سے سوال جواب کریں گے۔۔۔ اس لئے تم ابھی واپس چلے جائو۔۔۔ جہاں جانا ہوا صبح چلے جانا۔۔۔

انکل آپ چاہتے ہیں کہ صبح تک میں اپنی زندگی کو ختم ہوتے دیکھوں۔۔۔ میں جا رہا ہوں کیونکہ زیمی کو میری ضرورت ہے۔۔۔

عرزم سنجیدگی سے بول کر بنا چوکیدار کی سنے بغیر وہاں سے نکل گیا۔۔۔ جبکہ چوکیدار پیچھے اسے آوازیں ہی دیتا رہ گیا۔۔۔

عرزم ایک ٹیکسی کی مدد سے اس ہاسپٹل پہنچا تھا اور ریسیپشن پر پہنچ کر زیام کے متعلق پوچھنے لگا۔۔۔

آپی یہاں پر تھوڑی دیر پہلے ایک لڑکے کو لایا گیا ہے جو بے ہوش تھا آپ بتا سکتی ہیں اس وقت وہ کہاں ہے؟؟؟

ریسیپشن پر ایک چھبیس سالہ لڑکی بیٹھی تھی اس نے ایک نظر عرزم کو دیکھا اور نرمی سے بولی۔۔۔

آپ کس پیشنٹ کی بات کر رہے ہیں؟؟؟

اس نے بلیو کلر کی شرٹ پہنی تھی اور بلیک کلر کی جینز۔۔۔ اور۔۔۔

اچھا اچھا۔۔ وہ آئی سی یو میں ہیں؟؟؟ یہاں سے سیدھے جائیں اور پھر لیفٹ سائیڈ پر ٹرن لے لیں۔۔۔

نرس یاد آنے پر بولی۔۔۔ عرزم نے اس کا شکریہ ادا کیا اور وہاں سے جانے لگا جب اس کے سامنے لڑکی نے ایک فارم رکھا۔۔۔

یہ کیا ہے آپی؟؟؟؟

اس فارم میں آپ نے پیشنٹ کے متعلق ساری معلومات لکھنی ہیں۔۔۔

پیشنٹ کے ساتھ جو آدمی تھا اس نے ہاف فارم فل کیا ہے۔۔۔ باقی کا آپ کر دیں۔۔۔

وہ لڑکی نرمی سے بول رہی تھی جبکہ عزم نے اپنا سر اثبات میں ہلایا اور پینسل پکڑ کر فارم فل۔ کرنے لگا۔۔ جیسے ہی وہ سرپرست کا نام لکھنے لگا اسے جھٹکا لگا تھا کیونکہ وہاں شاید وارڈن یا چوکیدار نے سلیش ڈال دی تھی۔۔۔ عزم نے سلیش کے آگے جہانگیر علوی کا نام لکھا تھا اور سارا فارم فل کر کے اس لڑکی کو دیا اور وہاں سے سیدھا آئی سی یو کی جانب گیا۔۔۔ آئی سی یو کے سامنے ہی چوکیدار اسے مل گیا۔۔۔

انکل زیمی کیسا ہے؟؟؟

عزم نے پریشانی سے چوکیدار سے پوچھا۔۔۔ ہاسٹل میں تقریبا ہر کوئی ان دونوں کی دوستی سے واقف تھا۔۔

وہ بالکل ٹھیک ہے۔۔۔ تھوڑی دیر تک اسے وارڈ میں شفٹ کر دیں گے۔۔۔

ویسے اتنی رات کو تمہیں یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔۔۔

انکل آپ جانتے ہیں اگر ہاسٹل رکتا تو ساری رات بے سکون رہتا اب اس کے پاس آگیا ہوں تو خود کو پر سکون محسوس کر رہا ہوں۔۔۔

عزم کے چہرے پر سکون واضع طور پر نظر آ رہا تھا۔۔۔

اور اسی سکون کے لئے تم نے ہاسٹل کے رولز توڑ دیئے ہیں بیٹا جی۔۔۔

چوکیدار مصنوعی روب سے بولا۔۔۔ تو عزم مسکرا دیا۔۔۔

رولز بنتے ہی ٹوٹنے کے لئے ہیں۔۔۔ اور ویسے بھی زیام کے سامنے مجھے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔۔۔ ویسے ڈاکٹر نے کچھ بتایا ہے کہ وہ بے ہوش کیوں ہوا تھا؟؟؟

عزم بیٹا ڈاکٹر نے اسے چیک کیا اور کچھ ٹیسٹ لکھ کر دیئے تھے۔۔۔ ابھی تو اس کے ٹیسٹ ہوئے ہیں ایک گھنٹے تک رپورٹ آئے گی۔۔۔ پھر معلوم ہو گا کہ وہ بے ہوش کیوں ہوا تھا۔؟؟؟

چوکیدار نے سنجیدگی سے جواب دیا تو عرزم نے اپنا سر اثبات میں ہلایا۔۔

یااللہ۔۔۔ پلیز زیمی کو بالکل ٹھیک کر دے آمین۔۔۔۔

عرزم نے دل میں دعا مانگی تھی اور وہیں بینچ پر بیٹھ کر زیام سے ملنے کا انتظار کرنے لگا تھا۔۔۔۔

حال

اگلی صبح جب عرزم تیار ہو کر ناشتے کی ٹیبل پر آیا تو وہاں حیدر اور فائزہ پہلے سے ہی موجود تھے۔۔

گڈ مارننگ ماما۔۔ پاپا۔۔۔

مارننگ۔۔۔

حیدر نے اتنا ہی جواب دیا اور ناشتے کی طرف متوجہ ہو گئے جبکہ عرزم بھی اپنی جگہ پر بیٹھ کر ناشتہ کرنے لگا۔۔۔

کل رات کہاں تھے تم؟؟؟؟

حیدر حسن نے کافی دیر بعد سنجیدگی سے عرزم کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔۔۔

بتایا تو تھا ماما کو نوٹس لینے گیا تھا کلاس فیلو سے۔۔۔

عرزم نے اعتماد سے جھوٹ بولا۔۔۔ جبکہ فائزہ بیگم نے دونوں کو ایک نظر دیکھا اور پھر چائے بنانے کی غرض سے کیچن میں چلی گئیں۔۔۔

تم نے جھوٹ کب سے بولنا شروع کر دیا ہے عرزم؟؟؟

حیدر کی بات پر عرزم نے نظریں چرائی تھیں۔۔۔

آپ کہنا کیا چاہتے ہیں صاف صاف کہیں؟؟؟؟ کونسا جھوٹ بول رہا ہوں آپ سے؟؟؟

زیام علوی وہاں ہاسپٹل میں ہے اور تم بول رہے ہو کہ تم کسی سے نوٹس لینے گئے تھے کیونکہ تمہیں ٹیسٹ تیار کرنا تھا۔۔۔ اپنے باپ کو الو کا پٹھا سمجھ رکھا ہے۔۔۔ کیا مجھے نہیں معلوم تم کل رات کیا گل کھلا کر آئے ہو؟؟؟

حیدر حسن نے عرزم کو گھورتے ہوئے ایک ایک لفظ چبا کر کہا۔۔۔ جبکہ عرزم کی سہی معنوں میں سیٹی گم ہوئی تھی۔۔۔۔

پاپا۔۔۔ مجھے واقعی سمجھ نہیں آ رہی کہ آپ کس بارے میں بات کر رہے ہیں؟؟؟

کامران رائو کو جانتے ہو؟؟؟

حیدر حسن کے سوال پر عرزم نے بمشکل تھوک نگلا تھا۔۔۔

نن۔۔ نہیں۔۔۔۔ میں نہیں جانتا۔۔۔

اچھا تم نہیں جانتے۔۔۔ تو پھر وہ کون تھا جسے تم کل ناصر کے پاس ہاسپٹل لے کر گئے تھے۔۔۔

حیدر حسن اب مشکوک نظروں سے عرزم کو دیکھ رہے تھے۔۔۔ جبکہ عرزم کو دل کر رہا تھا کہ یہاں سے غائب ہو جائے۔۔۔

اووو۔۔۔ اچھا اس کا نام کامران رائو تھا۔۔۔ مجھے تو نہیں معلوم۔۔۔ بیچارے کو کسی نے بری طرح تشدد کا نشانہ بنایا تھا۔۔۔ مجھے تو بے ہوش ملا تھا روڈ پر۔۔۔ تو میں اسے انکل ناصر کے پاس لے گیا۔۔۔ اب کیسا ہے وہ؟؟؟

عرزم نے جلدی سے خود کمپوز کرتے ہوئے کہانی گھڑی تھی۔۔۔ جبکہ حیدر حسن ایک نظر اپنے بیٹے کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔۔۔

وہ عالم رائو کا اکلوتا بیٹا ہے۔۔۔ اور عالم رائو اس ملک کا نامور بزنس مین۔۔۔ میرے اس سے اچھے تعلقات ہیں۔۔۔ اور اس وقت وہ بھی اپنے بیٹے کی وجہ سے کافی غصے اور پریشانی میں ہے۔۔۔ خیر اس کا بیٹا بالکل ٹھیک نہیں ہے کسی

نے اس کی زبان کاٹ دی ہے۔۔۔ جس کسی نے بھی یہ کیا ہے رائو اسے زندہ نہیں چھوڑنے والا۔۔ اور ہاں عرزم اگر مجھے ذرا سی بھی بھنک پڑی کہ اس سب میں کہیں بھی تمہارا ہاتھ ہے تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔۔

حیدر حسن اس کا گال تھپتھپا کر سنجیدگی سے بولے اور وہاں سے چلے گئے جبکہ عرزم ان کی پشت کو دیکھ کر رہ گیا تھا۔۔۔

عرزم کا ارادہ سیدھا ہاسپٹل جانے کا تھا۔۔ لیکن سی آر کے میسج کی وجہ سے اسے یونی آنا پڑا تھا بقول سی آر کے سر شاویز نے خاص طور پر عرزم کو حاضر ہونے کا کہا تھا۔۔۔

عرزم یونیورسٹی میں جونہی داخل ہوا کل والا سارا منظر اس کے سامنے آ گیا۔۔ بمشکل اپنا غصہ ضبط کر کے وہ گراؤنڈ سے اپنے ڈیپارٹمنٹ کی طرف جا رہا تھا جب اس کی نظر گراؤنڈ میں دائیں سائیڈ پر کھڑی رحاب پر پڑی۔۔۔ عرزم تو اسے دیکھ کر مبہوت ہی رہ گیا تھا۔۔۔

رائل بلیو کلر کی شلوار قمیض پہنے، شانوں پر ڈوپٹہ اوڑھے، آنکھوں میں کاجل لگائے اور لبوں پر لائٹ پنک کلر کی لپ اسٹک لگائے، بالوں کو کھولے ہوئے وہ عرزم کا دل کافی سالوں بعد بھی دھڑکا گئی تھی۔۔۔۔ رحاب جو مسکراتے ہوئے نتاشا سے بات کر رہی تھی کسی کی نظروں کی تپش خود پر محسوس کر کے جیسے ہی اپنے دائیں جانب مڑی سامنے ہی عرزم کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔ جو رحاب کے دیکھنے پر نظروں کا زاویہ بدل گیا تھا اور وہاں سے شاویز کے آفس کی طرف چلا گیا تھا۔۔۔ رحاب جلدی سے نتاشا کو ایکسکیوز کرتے ہوئے اس کے پیچھے بھاگی تھی۔۔۔ شاویز کا آفس چونکہ سیکنڈ فلور پر تھا اس لئے وہ اس کے پیچھے ہی سڑھیاں چڑھتے ہوئے آ رہی تھی۔۔۔

عرزم نے ایک نظر اسے دیکھا جو اس کے دیکھنے پر سڑھیوں سے نیچے دیکھنا شروع کر چکی تھی۔۔۔

عرزم شاویز کے آفس جانے کی بجائے یونیورسٹی کے چوتھے فلور پر چلا گیا جو کہ زیادہ تر سنسان ہی رہتا تھا۔۔ رحاب بھی اس کے پیچھے پیچھے وہاں آئی تھی۔۔ لیکن وہاں اسے نہ پا کر حیران ہوئی۔۔ کیونکہ اس فلور کے تقریبا سارے کمرے لاک تھے شاید ایک دو کھلا تھا جہاں کاٹھ کباڑ پڑا تھا۔۔۔ رحاب سر جھٹک کر واپس جانے کے لئے مڑی تو اپنے پیچھے کھڑے عرزم سے ٹکرا گئی اس سے پہلے وہ گرتی عرزم نے اسے تھام لیا۔۔ جب اسے محسوس ہوا کہ وہ گرنے سے بچ گئی ہے تو آنکھیں کھول کر عرزم کو دیکھا جو سپاٹ چہرہ لئے اسے دیکھ رہا تھا۔۔ عرزم نے جلدی سے اسے کھڑا کیا لیکن اسے اپنی گرفت سے آزاد نہیں کیا۔۔۔

میرا پیچھا کیوں کر رہی تھی؟؟؟

عرزم نے سرد آواز میں پوچھا۔۔

رحاب نے ایک نظر اسے دیکھا جس کی بھوری آنکھیں بھی ویرانی کا منظر پیش کر رہی تھیں۔۔۔

مجھے کوئی ضرورت نہیں تمہارا پیچھا کرنے کی۔۔۔ اب چھوڑو مجھے۔۔۔

رحاب کے جواب پر عرزم نے ایک لمحے کی تاخیر کئے بنا اس کے دونوں بازو اس کی کمر کے ساتھ لگائے اور اسے خود سے قریب کر لیا۔۔ اتنا قریب کے دونوں میں فاصلہ چند انچ کا بچا تھا۔۔۔ رحاب اس کی سانسوں کی تپش اپنے چہرے پر محسوس کر رہی تھی۔۔۔ اسے لگ رہا تھا کہ اس کی سانسیں اس کے چہرے کو جھلسا دیں گی۔۔۔ مجھ سے جھوٹ بولنے کی کوشش بھی مت کرنا مس رحاب ورنہ انجام کی ذمے دار تم خود ہو گی۔۔۔ اب بتاؤ کیا لینے آئی تھی میرے پیچھے؟؟؟؟

عرزم کے الفاظ کے ساتھ ساتھ رحاب کے بازؤں پر بھی سختی بڑھ گئی تھی۔۔۔ یہاں تک کہ رحاب کے سفید بازؤں میں اس کی انگلیاں دھنستی جا رہی تھی۔۔۔ تکلیف کی وجہ سے رحاب کی آنکھوں سے آنسو نکلا جو اس کے

گال پر بہہ گیا۔۔ جبکہ عرزم کا دل اس کے آنسوئوں کو شدت سے اپنی پوروں سے چننے کا کر رہا تھا۔۔ دل کی اس انوکھی خواہش پر ایک سیکنڈ سے پہلے اس نے لعنت بھیجی تھی۔۔۔

میں تمہارا نہیں پرنس کا پیچھا کر رہی تھی۔۔۔ اور میرا نام مس رحاب نہیں مسز رحاب عرزم ہے۔۔۔

رحاب نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اعتماد سے جواب دیا۔۔۔

عرزم کی گرفت خود بخود ڈھیلی ہو گئی تھی۔۔۔ مطلب وہ جانتی تھی کہ عرزم ہی اسکا پرنس ہے۔۔۔

جائو یہاں سے۔۔۔

عرزم نے اسے اپنی گرفت سے آزاد کیا اور اس کی طرف پشت کر لی۔۔۔

کیوں جائوں یہاں سے ؟؟؟ تم کیا سمجھتے ہو میں بیوقوف ہوں جو تمہیں پہچان نہیں سکوں گی۔۔۔۔

رحاب اس کے مقابل آتے ہوئے نم لہجے میں بولی تھی جبکہ عرزم نے اس بار اسے دیکھنے کی غلطی نہیں کی تھی

۔۔۔۔

یہ آنکھوں میں لینز لگائو گے تو تمہیں لگتا تھا کہ تمہاری رے تمہیں ڈھونڈ نہیں پائے گی۔۔۔ جس شخص کو میں نے دل میں بسایا تھا اس کی خوشبو تک کو پہچانتی ہوں میں۔۔۔ خدا کے لئے پرنس ناراضگی ہے تو اظہار کر دو لیکن یوں بے اعتنائی کا مظاہرہ مت کرو۔۔۔

رحاب نے نم لہجے میں بولتے ہوئے دونوں ہاتھ اس کے سامنے جوڑ دیئے تھے جبکہ عرزم نے سپاٹ چہرے کے ساتھ اسے دیکھا تھا۔۔۔

اس کے باوجود پتہ ہے تم نے کیا؟؟ تم نے میری روح کو زخم دیئے ہیں۔۔ اگر اتنی ہی محبت تھی تو یہ بھی جان لیتی کہ زیام علوی میری زندگی میں کیا اہمیت رکھتا ہے۔۔۔ جو الزام تم نے اس پر لگایا تھا نا؟؟ اسی الزام کی وجہ سے آج

وہ ہاسپٹل میں پڑا ہے۔۔۔ محبت کا دعویدار تو ابلیس بھی تھا لیکن جب اسی محبت نے اسے جھکنے کے لئے کہا تو وہ منکر ہو گیا تھا۔۔۔ تمہارا حال بھی بالکل ویسا ہی ہے رحاب حسن کہ تم دعویدار میں سے ہو عمل کرنے والوں میں سے نہیں۔۔۔ پانچ سال پہلے بھی تم نے یہی کیا تھا لفظوں کے جال میں مجھے الجھا کر میرا اعتبار توڑا تھا اور آج بھی تم یہی کر رہی ہو۔۔۔

عرزم سرد لہجے میں بولا تھا۔۔۔ جبکہ رحاب کا سر نفی میں ہلا تھا۔۔۔

مجھے معاف کر دو پرنس۔۔۔ جو محبت تم مجھ سے کرتے ہو تمہیں اسی کا واسطہ ہے مجھے اپنی زندگی میں شامل کر لو۔۔۔۔ میں نے وہ الزام۔۔۔۔۔

ششش۔۔۔۔ بالکل چپ۔۔۔ اس بارے میں بالکل بات مت کرنا۔۔ کیونکہ اسی الزام کی بدولت آج تمہاری یہ حالت ہے۔۔ بدنامی کا شوق تھا نہ تمہیں تو پورا کر رہا ہوں۔۔ بس فرق یہ ہو گا کہ تم نے الزام لگایا تھا میں نے عمل کر دیا۔۔ اور ہاں رہی محبت کی بات تو اتنا جان لو کہ میری زندگی میں، میرے دل میں صرف ایک انسان رہتا تھا رہتا ہے اور ہمیشہ رہے گا۔۔ اور وہ انسان زیام علوی ہے۔۔۔

عرزم نے اسے سخت نظروں سے دیکھ کر کہا۔۔۔

تمہاری زندگی میں جب میری جگہ ہی نہیں تھی تو کیوں واپس آئے تھے تم۔۔۔ میں تو پہلے بھی اذیت میں تھی اب بھی ہوں لیکن اگر تمہاری زندگی میں زیام علوی کے علاوہ کسی کی جگہ نہیں تھی کیوں مجھے مجبور کیا خود سے محبت کے لئے ؟؟؟

تا کہ جو تازیانے تم نے اس کی ذات پر لگائے ہیں ان کی اذیت کم کر سکوں۔۔۔

عرزم دھاڑتے ہوئے بولا تھا۔۔ رحاب نے سہم کر عرزم کو دیکھا تھا۔۔

تم میں اور ایک طوائف میں فرق تب ہی ختم ہو گیا تھا رحاب جب تم نے خود کو میرے آگے پیش کر دیا تھا۔۔ تم جیسی گھٹیا لڑکی کی عرزم کی زندگی میں کوئی جگہ نہیں۔۔۔

رحاب لڑکھڑائی تھی۔۔ وہ تو سمجھی تھی کہ عرزم اس سے ناراض ہو گا لیکن وہ تو اسے بد کردار کہہ رہا تھا۔۔۔

تم اپنی محبت کو ایک گالی دے رہے ہو؟؟؟؟

نہیں میری محبت تو اسی وقت ختم ہو گئی تھی جب تم نے زیام کو اپنے لفظوں سے زخمی کیا تھا۔۔ اور اب میں جس سے مخاطب ہوں وہ میرے لئے ایک اجنبی سے زیادہ کچھ نہیں۔۔۔

ایسے الفاظ مت نکالو منہ سے پرنس جس کا مداوا ساری زندگی نہ ہو سکے۔۔۔ مجھے طوائف کی گالی پر تماچہ وقت تمہارے منہ پر مارے گا۔۔ آج سے بلکہ ابھی سے میرے جذبوں سے میری زندگی اور دل سے تم نکل چکے ہو۔۔۔

رحاب یہ بول کر وہاں سے روتے ہوئے بھاگی تھی جبکہ عرزم نے زور سے اپنا ہاتھ دیوار پر مارا تھا۔۔۔

کاش تم نے زیمی کو کبھی ہرٹ نہ کیا ہوتا۔۔۔ کاش کہ زیام علوی تمہاری وجہ سے رویا نہ ہوتا۔۔ تو آج عرزم حیدر سب بھول کر تمہیں معاف کر دیتا۔۔ لیکن جب میں خود کو اس کے معاملے میں معاف نہیں کر سکتا تو دل کی کیا سنتا۔۔

عرزم خود سے بولا اور خود کو کمپوز کرتے ہوئے شاویز کے آفس جانے کے لئے نیچے کی طرف چل دیا۔۔۔۔۔

❤ □ ________________

عرزم نے شاویز کے آفس کا دروازہ ناک کیا۔۔ اور اندر سے اجازت ملنے پر آفس میں داخل ہو گیا۔۔ شاویز جو لیپ ٹاپ پر شاید کچھ کام رہا تھا نے چونک کر عرزم کو دیکھا۔۔

یہاں کیوں آئے ہو؟؟؟

شاویز نے سنجیدگی سے عرزم کے چہرے کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔۔

غالبا آج آپ ٹیسٹ لینے والے ہیں شاویز سر۔۔۔اور مجھے سی آر کا میسج آیا تھا کہ آپ نے خصوصی پیغام میرے لئے بھیجوایا ہے۔۔۔اس لئے میں نے سوچا خصوصی طور پر آپکو ملاقات کا شرف بخشا جائے۔۔۔

عرزم مسکراتے ہوئے بولا اور بنا شاویز کی اجازت کے اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔۔۔

مجھے کوئی شوق نہیں ہے تم سے ملنے کا۔۔۔ایز آ ٹیچر میں نے بس میسج کروایا تھا۔۔۔

شاویز کے جواب پر عرزم کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی۔۔۔

آپ میں اور زیمی میں ایک چیز کامن ہے اور وہ ہے بری ایکٹنگ۔

شاویز نے نا سمجھی سے اسے دیکھا تھا۔۔۔

زیمی بالکل ٹھیک ہے اور آج دوپہر تک ڈسچارج ہو جائے گا۔۔۔

عرزم نے شاویز کی طرف دیکھ کر جواب دیا تو شاویز نظریں چرا گیا کیونکہ اس نے واقعی اسے اسی لیے بلایا تھا تاکہ زیام کے بارے میں معلوم کر سکے۔۔۔

مجھے کوئی غرض نہیں ہے کہ زیام کیسا ہے یا نہیں۔۔۔ سمجھے تم۔۔۔اب جاؤ کلاس میں میرا وقت برباد مت کرو۔۔۔۔

شاویز چاہتے ہوئے بھی اپنا لہجہ سخت نہیں کر سکا۔۔۔

عرزم نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر آہستہ سے اٹھ کر اس کے بالکل مقابل آیا۔۔۔

مجھے معلوم ہے شاویز بھائی کی آپ اوپر سے جتنے بھی سخت ہوں لیکن زیام سے بہت محبت کرتے ہیں۔۔۔ اس لئے تو آج یہاں بیٹھے ہیں۔۔۔ ورنہ آپ اچھے سے جانتے تھے کہ میں زیمی کو ہرٹ کرنے والے کو معمولی سی سزا ہرگز نہیں دیتا۔۔۔

خیر چلتا ہوں۔۔۔۔ مجھے ہاسپٹل جانا ہے زیمی کے پاس۔۔۔ اور آپ اپنا ٹیسٹ کا ڈرامہ ختم کر سکتے ہیں۔۔۔

عرزم یہ بول کر ابھی دروازے کے پاس پہنچا تھا جب شاویز نے اسے آواز دی۔۔۔۔

عرزم۔۔۔۔

عرزم نے مڑ کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔۔۔۔

کیوں کرتے ہو اس سے بے غرض محبت۔۔۔ حالانکہ کل اس کی وجہ سے تمہاری ریپوٹیشن بھی خراب ہوئی تھی۔۔۔۔

شاویز کے سوال پر عرزم نے ایک نظر اسے دیکھا۔۔۔ اور سنجیدگی سے بولا۔۔۔۔

محبت میں بھی اگر غرض ہو تو وہ محبت تو نہیں ہوتی شاویز بھائی بس مطلب پرستی ہوتی ہے اور رہی اس کی وجہ سے میری عزت خراب ہونے کی بات تو مجھے فرق نہیں پڑتا دنیا کیا سوچتی ہے یا کیا کہتی ہے۔۔۔ لیکن میرا یقین مانیے میں زیام کو عزت اور محبت دونوں دلائوں گا۔۔ آپ کی طرح خاموش نہیں رہوں گا۔۔۔۔ پر اس سے پہلے اس کے مجرموں کو سب کے سامنے سزا دوں گا۔۔۔ آپ کو آپکے سوال کا جواب اگر مل گیا ہو تو کیا میں جا سکتا ہوں؟؟؟

عرزم کے جواب پر شاویز خاموش ہو گیا تھا اور اپنا سر اثبات میں ہلا کر اسے اجازت دی تھی۔۔۔ عرزم لمحے کی تاخیر کئے بنا وہاں سے چلا گیا تھا جبکہ شاویز کرسی پر بیٹھ کر اپنے رویے پر غور کرنے لگا جو بچپن سے لے کر اب تک اس نے زیام کے ساتھ اپنایا تھا۔۔۔

ماضی

زیام کی رپورٹس آگئی تھیں۔۔ڈاکٹر نے چوکیدار کو اپنے کیبن میں بلایا تو عرزم بھی اس کے ساتھ اندر چلا گیا۔۔۔

دونوں ڈاکٹر کے سامنے بیٹھے تھے جب ڈاکٹر نے بات کا آغاز کیا۔۔۔

آپ کو بچے کے بارے میں ان کے والدین کو بتا دینا چاہیے۔۔۔ کیونکہ اسے نا صرف محبت بلکہ بہت زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔۔۔

ہوا کیا ہے ڈاکٹر؟؟؟

عرزم نے ڈاکٹر کی بات درمیان میں کاٹ کر کہا تو ڈاکٹر نے ایک نظر چوکیدار کو دیکھا جس کے ریکویسٹ کرنے پر عرزم کو اندر آنے کی اجازت دی تھی۔۔۔۔

ڈاکٹر نے ایک لمبی سانس خارج کی اور عرزم کی طرف دیکھ کر بولا۔۔۔۔

اس کے ہرٹ کا ایک والو بند ہو چکا ہے۔۔۔ فلحال تو میڈیسن اس کے لئے کافی ہو گی لیکن اس کنڈیشن میں ٹینشن ان کے لئے بالکل بھی اچھی نہیں ہے۔۔۔ اس لئے آپ انہیں ان کے پیرنٹس۔۔۔۔

وہ مجھے چھوڑ کر کہیں نہیں جائے گا ڈاکٹر۔۔۔اور اپنے پیرنٹس کے پاس تو بالکل نہیں۔۔۔جن لوگوں نے اسے سکول داخل کروانے کے بعد اس کی خبر نہ لی ہو میں ایسے لوگوں کو زیام کی زندگی کیسے سونپ دوں؟؟؟وہ یہاں سے کہیں نہیں جائے گا۔۔۔۔

عرزم ان کی بات دوبارہ کاٹ کر سنجیدگی سے بولا۔۔۔ڈاکٹر اور چوکیدار تو اسے ایک نظر دیکھ کر رہ گئے تھے۔۔۔۔

لیکن بیٹا اسے توجہ کی کافی ضرورت ہے۔۔۔

ڈاکٹر نے عرزم کو سمجھانے کی کوشش کی۔۔۔

اس کے لئے میری توجہ کافی ہوگی۔۔۔آپ پلیز میڈیسن لکھ دیں اور اس کی ڈائیٹ کا بھی بتا دیں۔۔۔۔

عرزم ڈاکٹر سے بات کرتے ہوئے کوئی بچہ نہیں بلکہ ایک میچور انسان لگ رہا تھا۔۔۔

ڈاکٹر اور چوکیدار کے کافی سمجھانے پر بھی جب وہ نہ مانا تو ڈاکٹر نے اسے میڈیسن لکھ کر دی اور کچھ ہدایات بھی کیں۔۔۔

عرزم ڈاکٹر کے کیبن سے نکل کر سیدھے زیام کے پاس وارڈ میں گیا۔۔۔

زیمی۔۔۔

زیام جو سو رہا تھا عرزم کی پکار پر آنکھیں کھول کر اسے دیکھنے لگا۔۔

تم مجھے چھوڑ کر نہیں جاؤ گے نہ عرزی۔۔۔۔۔

ششش۔۔۔ بالکل چپ۔۔۔ میں کیوں تمہیں چھوڑ کر جاؤں گا۔۔۔ ہاں تب غصہ آ گیا تھا تھوڑا اس لئے باہر چلا گیا اور تم نے اتنی سی بات کو دل پر لے لیا۔۔۔ اور بے ہوش ہو کر سیدھے ہسپتال پہنچ گئے۔۔۔ ذرا جو میرا خیال ہو تمہیں۔۔۔۔

عزم اس کا دھیان بٹانے کے لئے نان سٹاپ بول رہا تھا اور جس میں کامیاب بھی رہا۔۔۔ زیام نے مسکراتے ہوئے عزم کو دیکھا۔۔۔

تم بہت اچھے ہو عزم۔۔۔

میں اچھا نہیں ہوں زیمی بس تمہیں اچھا نظر آتا ہوں۔۔۔۔ خیر یہ باتیں چھوڑو اور یہ بتاؤ کہ وہ لڑکا کون تھا؟؟؟

وہ پاپا کے ایک دوست کا بیٹا تھا ایک دفعہ ہمارے گھر آیا تھا تب ہی ممی نے اسے میرے بارے میں سب بتایا تھا۔۔۔ اور اس نے مجھے کافی مارا تھا اور میرے ساتھ بد تمیزی سے بھی بات کی تھی۔۔۔۔ پتہ نہیں کیوں ممی ہر کسی کے سامنے میری سچائی کو کھولنا شروع کر دیتی ہیں۔۔۔

زیام بولتے بولتے اداس ہو گیا تو عزم نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔۔۔

نام کیا ہے اس لڑکے کا؟؟؟

باقر علی۔۔۔ ہمارا سینئیر ہے۔۔۔

زیام کے بتانے پر عزم نے صرف سر ہلانے پر اکتفا کیا اور زیام سے باتوں میں مشغول ہو گیا۔۔۔

اگلے دن جب زیام ڈسچارج ہو کر ہاسٹل واپس آیا تو ہاسٹل کے حال میں بہت سے لڑکوں کو کھڑے دیکھا۔۔۔ پوچھنے پر پتہ چلا کہ باقر کا آج صبح اس کی گاڑی کے بریک فیل ہونے کی وجہ سے اس کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے جس کے باعث وہ معذور ہو گیا ہے۔۔۔

زیام کو پہلے تو جھٹکا لگا تھا لیکن جب اس نے عرزم کی نارمل شکل دیکھی تھی زیام کی چھٹی حس نے کچھ غلط ہونے کا احساس دلایا۔۔۔ زیام وہاں سے سیدھے اپنے روم میں آیا۔۔ عرزم بھی پیچھے پیچھے روم میں آیا۔۔۔

زیمی۔۔۔ یہ تمہاری میڈیسن ہے جو تم نے لنچ کے بعد کھانی ہے۔۔۔ اور یہ والی۔۔۔

تم صبح سے کہاں تھے عرزی؟؟؟

زیام کے لہجے کا خوف عرزم کو واضح محسوس ہوا تھا۔۔۔

کام تھا ایک۔۔۔

عرزم نظریں چراتے ہوئے بولا۔۔۔

کیسا کام؟؟؟

زیام نے سنجیدگی سے پوچھا۔۔۔

جواب میں عرزم لب بھینچ گیا۔۔۔

عرزم تم باقر سے ملنے گئے تھے کیا؟؟؟ اور اس کے ساتھ جو ہوا وہ حادثہ نہیں تھا نا؟؟؟

زیام تمہیں آرام کرنا چاہیے۔۔۔ میں باہر جا رہا ہوں کچھ دیر کے لئے پھر تمہارے لئے کچھ کھانے کو لاؤں گا۔۔۔

عرزم اس سے جھوٹ نہیں بول سکتا تھا اس لئے اس کے سامنے سے جانا ہی بہتر سمجھا۔۔۔ لیکن زیام نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اپنے سر پر رکھ کر نم آنکھوں سے بولا۔۔۔

عرزی۔۔۔ میری قسم کھائو کہ تم نے باقر کے ساتھ کچھ نہیں کیا۔۔۔

عرزم کی گرین آنکھوں میں ایک دم سرخی چھائی تھی۔۔۔ اس نے غصے سے زیام کو دیکھا تھا۔۔۔ اور پھر اپنا ہاتھ اس کے سر سے ہٹا کر بولا۔۔۔۔

جو شخص تمہاری تکلیف کا باعث بنے گا عرزم حیدر اس شخص کا نام ونشان دنیا سے ختم کر دے گا۔۔۔ قسمت اچھے تھی کہ سالا بچ گیا ورنہ اپنے ہاتھوں سے میں اسے جان سے مار دیتا۔۔۔

دوسروں کو سزا سنانے سے پہلے اپنے گریبان میں جھانک لیا کرو عرزم حیدر کیونکہ اگر غلطی اس کی تھی تو قصوروار تم بھی ہو۔۔۔ تم نے بھی تو مجھ سے دور جا کر مجھے تکلیف دی۔۔۔ تو خود کو سزا دی کیا۔۔؟؟؟ نہیں نا۔۔۔ جب خود کو سزا نہیں دی تو دوسروں کے جج بننا بھی چھوڑ دو۔۔۔

زیام جانتا تھا غصہ کرنے سے معاملہ مزید بگڑے گا اس لئے نارمل لہجے میں اس دیکھ کر بولا۔۔۔

تمہیں کس نے کہا کہ میں نے خود کو سزا نہیں دی۔۔۔۔؟؟؟

عرزم مسکراتے ہوئے اس کے سامنے بیڈ پر بیٹھا تو زیام نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔۔۔۔

عرزم نے آہستہ سے اپنی شرٹ کے اوپر والے دو بٹن کھولے جہاں عین دل کے مقام پر زیام کا نام لکھا گیا تھا اور اس نام کو دیکھ کر زیام کی آنکھوں میں خوف واضح جھلکا تھا۔۔۔ کیونکہ ٹیٹو پر بنے زخم اس بات کی گواہی دے رہے تھے کہ یہ نام کل رات ہی لکھوایا گیا ہے۔۔۔۔۔۔

کیوں بنوایا یہ ؟؟؟

خود کو سزا دی ہے۔۔۔ اگر کم ہے تو جو تم سزا دو گے مجھے منظور ہو گی۔۔۔۔

عرزم مسکراتے ہوئے بولا اور اس کے سامنے سے اٹھ گیا کیونکہ وہ اسے خوفزدہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔۔

تم سائیکو ہو۔۔۔اگر مشین اندر چلی جاتی تو جانتے ہو تمہاری جان بھی جاسکتی تھی۔۔۔

زیام معصومیت سے بولا تو عرزم نے مسکرا کر اسے دیکھا۔۔۔

نہیں مرتا میں کم از کم تب تک تو نہیں جب تک تمہاری طرف سے مطمئن نہ ہو جائوں۔۔۔ خیر میڈیسن میں ناغہ نہیں ہونا چاہیے ڈاکٹر کے ہدایات پر لازمی عمل کرنا ہے کیونکہ میں تمہاری زندگی کے معاملے میں لاپرواہی برداشت نہیں کروں گا۔۔۔

ڈاکٹر نے ہاسپٹل میں ہی زیام کو اس کی کنڈیشن کے بارے میں بتادیا تھا تاکہ وہ اپنے پیرنٹس کے پاس چلا جائے لیکن اس نے بھی عرزم کے موقف کو ترجیح دی تھی۔۔۔ڈاکٹر نے تاسف سے دونوں ڈھیٹوں کو دیکھا تھا کیونکہ دونوں ہی ڈاکٹر کی بات نہیں مان رہے تھے۔۔۔۔۔

زیام کو عرزم کی حرکت بالکل پسند نہیں آئی تھی۔۔۔ لیکن سمجھانے کے علاوہ وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔۔۔ کیونکہ وہ اتنا تو جان گیا تھا کہ وہ پاگل نہیں بلکہ بہت ہی بڑا سائیکو ہے جو اس کے معاملے میں زیرو ٹالرینس رکھتا تھا۔۔۔۔۔

یااللہ اس بے عقل کو عقل اور ہدایت دے آمین۔۔۔

زیام نے دل میں دعا مانگی اور بیڈ پر لیٹ کر آنکھیں موند گیا۔۔۔ جبکہ زیام اسے دیکھ کر مسکرایا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔۔۔۔

حال

زیمی تو مجھ سے بات کیوں نہیں کر رہا؟؟؟

عرزم جو زیام سے ہاسپٹل سے بات کرنے کی کوشش کر رہا تھا جنجھلا کر بولا۔۔۔ لیکن زیام کی سنجیدگی میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔۔ وہ ہنوز خاموشی سے ونڈ اسکرین سے باہر دیکھ رہا تھا۔۔ عرزم نے ایک دم بریک لگائی اور زیام کو دیکھا جس کی نظروں کا ارتکاز اب ہاتھوں کی لکیروں میں شفٹ ہو گیا تھا۔۔۔

زیمی۔۔۔ پلیز یار بتا تو سہی کہ ناراض کیوں ہے ؟؟؟

زیام نے ایک نظر عرزم کو دیکھا اور پھر طنزیہ انداز میں بولا۔۔

تمہیں پرواہ ہے میری ؟؟؟

ہاں بالکل ہے پرواہ۔۔۔ اب بولو ناراض کیوں ہو ؟؟؟؟

بچہ بننے کی کوشش بھی مت کرو کیونکہ اچھے سے جانتا ہوں اس لڑکے کی زبان تم نے ہی کاٹی ہے اور اسے بری طرح تشدد کا نشانہ بھی بنایا ہے۔۔۔

زیام کے لہجے میں ناراضگی نہیں بلکہ دکھ تھا جو عرزم کو بالکل اچھا نہیں لگا۔۔

تو تمہارا کیا خیال ہے کہ میں اسے معاف کر دیتا جس کی وجہ سے تم کل ہاسپٹل میں تھے۔۔۔

عرزم کا لہجہ ناچاہتے ہوئے بھی سخت ہو گیا تھا جبکہ زیام نے لب بھینچ کر اسے دیکھا تھا۔۔

ہر غلطی کی سزا نہیں ہوتی۔۔۔ معاف کرنا سیکھو عرزم حیدر۔۔۔

ٹھیک کہا تم نے غلطی کی سزا نہیں ہوتی گناہ کی ہوتی ہے تو تمہارے خیال سے یہ گناہ نہیں ہے کسی پر اتنا گھٹیا الزام لگانا۔۔۔

میں پھر بھی معاف کر دیتا۔۔۔ کیونکہ مجھے یقین ہے جب میں خاموش ہوتا ہوں تو خدا میرا معاملہ دیکھ لیتا ہے۔۔۔ اور جب وہ معاملہ دیکھتا ہے تو انسان کی پکڑ بہت سختی سے ہوتی ہے۔۔ اور مجھے تمہارے لئے ڈر لگنے لگا ہے کیونکہ

تمھیں سزا دینے کا حق نہیں ہے۔۔۔ تم خدا کے سامنے دعا کر سکتے ہو۔۔ کوئی دل دکھائے تو معاملہ اللہ کے سپرد کر دو۔۔

زیام نے سنجیدگی سے کہا جبکہ عرزم اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔۔۔

اور اگر کوئی روح کو زخم دے تو اس کے لئے کیا کرنا چاہیے زیمی؟؟؟

عرزم حیدر اگر روح سے مراد میری ذات ہے تو میرا یقین مانو مجھے تکلیف صرف تب ہوتی ہے جب تم کسی انسان کو حیوانیت دکھاتے ہو۔۔ اس لئے دوسروں کو سزا دینے کی بجائے اپنی اصلاح کر لو۔۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ پچھتانے کا وقت بھی میسر نہ ہو۔۔۔

تم جانتے ہو تم پر اتنے گندے الزامات کس نے لگائے ہیں؟؟؟

عرزم طنزیہ انداز میں بولا تو زیام نے لب بھینچ لئے۔۔۔

مجھے نہیں جاننا۔۔۔

زیام نے سنجیدگی سے کہا اور رخ موڑ کر باہر کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔۔۔

عرزم نے بمشکل اپنا غصہ کنٹرول کیا اور گاڑی سٹارٹ کر دی۔۔۔ اب گاڑی میں صرف خاموشی تھی۔۔ اور یہ خاموشی دونوں کے درمیان زندگی میں پہلی بار آئی تھی۔۔۔

اس خوفناک خاموشی کو دونوں نے شدت سے محسوس کیا تھا۔۔ اور دونوں کو یہ خاموشی آنے والے طوفان کا پیش خیمہ لگ رہی تھی۔۔۔

عرزم نے اس کے گھر کے سامنے گاڑی روکی اور کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا جب زیام نے ہاتھ کے اشارے سے اسے منع کر دیا اور چپ چاپ گاڑی سے اتر کر انیکسی کی طرف چلا گیا جبکہ عرزم نے غصے سے اسٹیئرنگ پر ہاتھ

ماراتھا۔۔ پہلی دفعہ وہ ناراض لگ رہا تھا اور عرزم حیدر کو لگ رہا تھا جیسے کوئی اس کے دل کو چھیننے کی کوشش کر رہا

ہے۔۔۔۔

کیا واقعی یہ طوفان آنے سے پہلے کی خاموشی ثابت ہونے والی تھی یا قسمت اس بار دونوں کو بڑی آزمائش میں ڈالنے

والی تھی۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ماضی

زیام کو ہاسپٹل سے آئے تقریبا ایک مہینہ ہو چکا تھا اور اس ایک مہینے میں عرزم نے ضرورت سے زیادہ اس پر توجہ دی تھی۔۔۔۔ اس ایک مہینے میں عرزم کا بمشکل ہی رحاب سے سامنا ایک دوبار ہوا تھا لیکن دونوں کے درمیان بات چیت بالکل نہیں ہوئی تھی۔۔۔۔ آج بھی وہ سکول کے گرائونڈ میں بیٹھا زیام کا انتظار کر رہا تھا جو کسی ٹیچر سے کوئی ٹاپک سمجھنے گیا تھا۔۔۔ پندرہ دن بعد اس نے سکول آنا شروع کیا تھا اور پندرہ دنوں میں جو اس کے لیکچر مس ہوئے تھے۔۔ وہ کور کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔۔ عرزم اپنی سوچ میں اتنا مگن تھا کہ پاس آکر بیٹھنے والی رحاب کو بھی دیکھ نہ سکا۔۔۔۔۔

اہمم۔۔۔۔اہمم۔۔۔۔

رحاب نے گلہ کھنکار کر اس کو متوجہ کیا تو اس نے بے ساختہ اپنے دائیں طرف بیٹھی رحاب کو دیکھا۔۔ جو مسکرا رہی تھی۔۔۔۔

عرزم سر جھٹک کر مسکرا دیا۔۔۔۔

کیسی ہو؟؟؟

میں تمہارے سامنے ہوں۔۔۔ تم بتاؤ تم کہاں غائب ہوتے ہو آج کل؟؟

رحاب کے جواب پر عرزم نے مسکرا کر اسے دیکھا اور نرمی سے بولا۔۔۔

میں تمہارے دل میں۔۔۔ اور کہاں ہونا چاہیے مجھے؟؟؟؟

عرزم کی بات پر رحاب کے چہرے پر سرخی چھائی تھی۔۔ دھڑکنوں کا شور عرزم کو واضح سنائی دیا تھا۔۔۔ پلکیں حیا کے بوجھ سے اٹھنے سے انکاری ہو گئیں تھیں۔۔۔ جبکہ زبان تو جیسے سرے سے ہی غائب ہو گئی تھی۔۔۔۔ عرزم نے مبہوت ہو کر اسے دیکھا تھا۔۔۔۔ اس کے لئے یہ نظارہ دنیا کے سب حسین نظاروں سے بڑھ کر تھا۔۔۔

عرزم حیران تھا اس کی بے ضرر سی بات پر وہ اتناری ایکٹ کیسے کر سکتی ہے؟؟؟ اچانک ہی حیرانگی کی جگہ شرارت نے لے اور وہ مصنوعی سنجیدگی کا لبادہ اوڑھے شرارت سے چمکتی آنکھوں سے گویا ہوا۔۔۔۔

ہیں یہ میری آنکھیں کیا دیکھ رہی ہیں؟؟ رحاب حسن مجھ سے شرما رہی ہے؟؟؟

رحاب کا تو مانو پارہ ہائی ہو گیا تھا عرزم کی بے تکی بات پر۔۔۔۔ اس لئے دانت پیس کر بولی۔۔۔۔

مجھے بخار ہے اسی وجہ سے میرا چہرہ کبھی کبھی سرخ ہو رہا ہے۔۔۔

عرزم کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔۔۔۔ رحاب نے خفگی سے عرزم کو دیکھا اور وہاں سے اٹھنے لگی جب عرزم نے بمشکل اپنے قہقہے کا گلہ گھونٹا اور اسے ہاتھ پکڑ کر جانے سے روکا۔۔۔۔

کیا ہے؟؟؟ کیوں روکا ہے اب؟؟؟

رحاب اسے گھورتے ہوئے بولی۔۔۔

وہ یہ پوچھنا تھا کہ بخار میں ہی ڈھول کا رنگ بدلتا ہے یا۔۔۔۔

عرزم نے رحاب کی طرف دیکھ کر مسکراہٹ دبائی تو رحاب نے غصے سے عرزم کو گھورا۔۔۔

اب تم بچ کر دکھائو مجھ سے۔۔۔ پرنس سے نوکر نہ بنا دیا تو میرا نام بھی رحاب نہیں۔۔۔

رحاب یہ بول کر اس کے پیچھے بھاگی تھی کیونکہ وہ اس کے تیور بھانپ کر پہلے ہی بھاگ چکا تھا۔۔۔ وہ دونوں آگے پیچھے بھاگ رہے تھے اور بھاگتے ہوئے سکول کی بیک سائیڈ پر آ گئے تھے۔۔۔

تم رک رہے ہو یا نہیں۔۔۔

رحاب اسے دیکھ کر ہانپتے ہوئے بولی۔۔۔

عزم نے اسے دیکھا اور مسکراتے ہوئے اس کے پاس آیا۔۔۔۔

اتنے میں ہی تھک گئی ہو۔۔۔ اگر کبھی زیادہ بھاگنا پڑا پھر کیا کرو گی۔۔۔؟؟؟

ایسی نوبت ہی نہیں آئے گی کیونکہ میں تمہاری ٹانگیں ہی توڑ دوں گی۔۔۔ نہ تم بھاگو گے نہ مجھے بھاگنا پڑے گا۔۔۔

رحاب کے جواب پر عزم نے اسے مصنوعی گھورا۔۔۔

ذرا جو کسی کو خوش کر دو موٹی۔۔۔

عزم کی بات پر رحاب نے آنکھیں گھماتے ہوئے اسے دیکھا۔۔۔

تم نے پھر مجھے موٹی کہا۔۔۔

نہیں ڈھول کہا ہے۔۔۔

عزم یہ بول کر وہاں سے بھاگنے کے لئے مڑا جب پیچھے سے رحاب کی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔۔۔

آہ۔۔۔

عرزم نے مڑ کر اسے دیکھا تو وہ اپنی بائیں آنکھ پر ہاتھ رکھے کراہی تھی۔۔۔ عرزم جلدی سے اس کے پاس آیا اور پریشانی سے بولا۔۔۔

رے۔۔۔ تم ٹھیک ہو؟؟؟ کیا ہوا ہے آنکھ کو؟؟؟

پتہ نہیں کچھ چلا گیا ہے اندر اور بہت چبھن ہو رہی ہے۔۔۔۔

رحاب رو دینے کو تھی۔۔۔

اچھا۔۔۔ تم ہاتھ ہٹاؤ میں دیکھتا ہوں۔۔۔

عرزم اسے بول کر اس کے کافی قریب آگیا تھا جبکہ رحاب تو اس کے قریب آنے پر ہی حواس باختہ ہو گئی تھی۔۔۔ لیکن عرزم کے چہرے پر پریشانی صاف جھلک رہی تھی۔۔۔ رحاب نے اپنے ہاتھ ہٹائے تو عرزم نے دونوں ہاتھوں کا استعمال کرتے ہوئے اس کی آنکھ کھولنے کی کوشش کی۔۔۔ وہ اس کے اتنے قریب تھا کہ اگر کوئی تیسرا وجود انہیں دیکھتا تو یقیناً کچھ غلط سمجھ بیٹھتا۔۔۔ اور وہ تیسرا وجود شاید انہیں دیکھ چکا تھا۔۔۔

اجالا بیگم جو آج رحاب کو سرپرائز دینے کی غرض سے اس کے سکول آئی تھیں۔۔۔ پرنسپل آفس میں بیٹھے اس کا انتظار کر رہی تھیں جب ان کی نظر آفس میں موجود کھلی ہوئی ونڈو پر پڑی۔۔۔ ایک لمحے میں وہ رحاب کو پہچان چکی تھیں۔۔۔ لیکن وہاں موجود نظارہ ان کے ضبط کو آزما گیا تھا۔۔۔ رحاب کا چہرہ جبکہ عرزم کی پشت تھی ان کی طرف اور تقریباً دس بارہ قدموں کی دوری پر دونوں کھڑے تھے۔۔۔

اجالا بیگم نے غصے سے رخ موڑا تھا۔۔۔

رے۔۔۔ اب ٹھیک ہے۔۔۔۔

عزم جو اس کی آنکھ میں پھونک مار رہا تھا نے پوچھا تو رحاب نے جلدی سے اپنا سر اثبات میں ہلایا کیونکہ عزم کی قربت اس کے حواسوں پر چھا رہی تھی۔۔۔

عزم مسکراتے ہوئے پیچھے ہٹا اور نرمی سے بولا۔۔۔

خیال رکھا کرو اپنا کیونکہ ابھی میں تمہارے پاس موجود نہیں ہوں۔۔۔ لیکن انشاء اللہ سٹڈی مکمل ہوتے ہی تمہیں اپنے پاس لے آئوں گا۔۔

رحاب نے سر جھکا کر آگے بڑھ گئی جبکہ لبوں پر مسکراہٹ جم کر رہ گئی تھی۔۔۔ عزم نے بالوں میں ہاتھ پھیرا اور اپنا سر نفی میں ہلاتے ہوئے وہاں سے اس کے پیچھے گیا تھا۔۔۔

رحاب کلاس کی طرف ہی جا رہی تھی جب کسی نے اسے پرنسپل کا پیغام دیا تو وہ وہاں سے سیدھے پرنسپل آفس میں چلی گئی۔۔۔ وہاں موجود اجالا بیگم کو دیکھ کر اس کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں رہا تھا جبکہ اجالا بیگم نے اسے مکمل اگنور کیا اور پرنسپل سے رحاب کی چھٹیوں کی بات کرنے لگیں۔۔۔ رحاب اس دوران خاموش تھی۔۔۔ اسے اجالا بیگم کی اگنورینس سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔۔۔ وہ اپنی سوچوں میں اس قدر مگن تھی کہ اجالا بیگم نے باقاعدہ اس کا بازو ہلا کر اسے متوجہ کیا اور اسے ایک ہفتے کا سامان پیک کرنے کو کہا۔۔۔ رحاب اپنا سر اثبات میں ہلا کر وہاں سے اپنی کلاس روم کی طرف چلی گئی اور تھوڑی دیر بعد وہ دونوں پرنسپل سے اجازت لے کر گھر کے لئے روانہ ہو گئیں۔۔۔

رحاب نے راستے میں بھی اجالا بیگم سے بات کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اجالا بیگم نے اسے سختی سے خاموش رہنے کو کہا تھا۔۔۔ اسی خاموشی میں وہ گھر پہنچ گئیں تھی۔۔۔ اجالا بیگم سیدھا اپنے کمرے میں جبکہ رحاب اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔۔۔

حال

عزم زیام کو گھر چھوڑ کر واپس جا رہا تھا جب روڈ پر سگنل بند ہونے کی وجہ سے اسے رکنا پڑا۔۔۔

وہ کوفت سے ارد گرد دیکھ رہا تھا جب اس کی نظر نائلہ پر پڑی۔۔۔۔ جو وہیں روڈ کی دوسری طرف بوتیک سے نکل رہی تھی۔۔۔ عزم کو نئے سرے سے غصہ آیا تھا۔۔۔ نائلہ وہاں سے اپنی گاڑی کی طرف بڑھ رہی تھی جب سگنل کھلا۔۔۔ عزم نے ٹرن لے کر اس کی گاڑی کا پیچھا کیا۔۔۔ جب نائلہ کی گاڑی ایک سنسان روڈ پر آئی تو عزم نے اپنی گاڑی اس کی گاڑی کے آگے کھڑی کر دی۔۔۔ نائلہ کے ڈرائیور نے بروقت بریک لگائی تھی ورنہ عین ممکن تھا کہ عزم کی گاڑی سے ٹکرا کر بڑا نقصان ہو جاتا۔۔۔۔

واٹ دا ہیل۔۔۔ منظور۔۔۔ پاگل ہو ایسے کون بریک لگاتا ہے؟؟؟

نائلہ کا سر اگلی سیٹ سے ٹکرایا تھا۔۔ اور وہ غصے سے ڈرائیور پر چیخی تھیں۔۔۔۔

میڈم وہ سامنے کسی نے گاڑی کھڑی دی ہے جس کی وجہ سے اچانک بریک لگانی پڑی۔۔۔۔

نائلہ کا اتنا سننا تھا کہ وہ گاڑی سے باہر نکلی۔۔۔ لیکن سامنے عزم کو دیکھ کر اس کا غصہ ختم ہو گیا تھا اور چہرے پر ایک مسکراہٹ آئی تھی اور اس مسکراہٹ میں صرف تمسخر تھا۔۔۔ جبکہ عزم جیسے جیسے نائلہ بیگم کی طرف بڑھ رہا تھا اس کی پیشانی پر شکنوں کا جال گہرا ہوتا جا رہا تھا۔۔۔۔

عزم حیدر۔۔۔ وجہ جان سکتی ہوں اس طرح مجھے یہاں روکنے کی؟؟؟

جیسے ہی عزم ان کے مقابل آکر رکا نائلہ نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔۔۔۔

اپنی اوچھی حرکتوں سے بعض آجائیں مسز علوی۔۔۔ ورنہ میں سارے لحاظ بھول جاؤں گا۔۔۔۔

عزم دانت پیس کر بولا۔۔۔۔

ہاہاہاہاہا۔۔۔سچ میں تمہیں لگتا ہے تم میرا کچھ بگاڑ سکتے ہو عرزم حیدر۔۔۔؟؟

مسز علوی۔۔۔آپ جانتی ہیں آپکا مسئلہ کیا ہے؟؟؟آپ کا مسئلہ یہ نہیں ہے کہ زیمی مکمل انسان نہیں بالکل آپکا مسئلہ یہ ہے کہ وہ آپ جیسا انسان نہیں۔۔۔آپ تو وہ ناگن ہیں جو اپنے ہی بچوں کو نگلنے کو تیار رہتی ہیں۔۔۔اگر آپکو لگتا ہے کہ مجھے معلوم نہیں کہ آپ کیا کر رہی ہیں تو یہ آپ کی بہت بڑی غلط فہمی ہے کیونکہ زیمی کے معاملے میں میں ضرورت سے زیادہ چوکنا رہتا ہوں۔۔۔

آئندہ احتیاط کیجئیے گا۔۔۔۔

عرزم سرد لہجے میں بول کر وہاں سے جانے لگا جب نائلہ بیگم غصے سے بولی تھیں۔۔۔۔

کل تو صرف پوسٹر لگوا کر اسے ہاسپٹل پہنچایا تھا نا۔۔۔اب دیکھنا اسے جان سے مار دوں گی۔۔۔۔

نائلہ کو خود نہیں معلوم تھا کہ وہ غصے میں کیا بول گئی ہے جبکہ عرزم الٹے قدموں واپس آیا اور ایک ہاتھ سے نائلہ کی گردن دبوچی تھی۔۔۔

یہ سانسیں روکنے میں مجھے ایک لمحہ نہیں لگے گا۔۔۔۔اگر ایسا کچھ سوچا بھی تو میرا یقین مانیے میں آپکو قتل کرنے سے پہلے لمحہ نہیں لگائوں گا۔۔۔۔

نائلہ جو مسلسل اس کے ہاتھوں سے اپنی گردن چھڑوانے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔ان کی آنکھوں سے پانی نکل آیا تھا۔۔۔زیام نے ایک جھٹکے سے انہیں چھوڑا تھا۔۔۔۔

ہوپ سو آپ سمجھ گئی ہیں۔۔۔۔

عرزم یہ بول کر وہاں سے اپنی گاڑی کی طرف چلا گیا۔۔۔

جبکہ نائلہ بیگم نے غصے سے عرزم کی پشت کو دیکھا تھا۔۔۔اور پھر کچھ سوچ کر مسکراتے ہوئے گاڑی میں بیٹھ گئیں تھیں۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔

ماضی

دو دن ہو گئے تھے اسے گھر آئے ہوئے اور ان دو دنوں میں رحاب کافی بور ہو گئی تھی۔۔کیونکہ اجالا بیگم پچھلے دو دن سے اپنے کسی رشتے دار کے ہاں گئی ہوئی تھیں۔۔۔

آئی جسٹ مسڈ یو پرنس۔۔۔۔

رحاب خود سے بڑبڑائی۔۔

اتنے میں اسے پورچ میں گاڑی رکنے کی آواز آئی۔۔وہ بھاگ کر کھڑکی کی طرف پہنچی تو سامنے ہی اجالا بیگم اپنی گاڑی سے نکل کر گھر کے اندر کی طرف آرہی تھیں۔۔۔رحاب خوشی سے اپنے کمرے کے دروازے سے لائونج کی طرف بھاگی۔۔۔

ویلکم بیک ماما۔۔۔میں نے آپکو بہت مس کیا۔۔۔۔

رحاب نے مسکراتے ہوئے اجالا بیگم کو گلے لگایا جبکہ اجالا بیگم جواب میں مسکرا بھی نہ سکیں۔۔۔

ماما۔۔۔مجھے آپکو کچھ بتانا ہے لیکن پہلے آپ فریش ہو جائیں۔۔۔

رحاب نے یہ بول کر اجالا بیگم کی پیشانی پر بوسہ دیا جبکہ اجالا بیگم اپنا سر اثبات میں ہلا کر وہاں سے اپنے کمرے کی طرف چلی گئیں۔۔۔۔

تقریبا ایک گھنٹے بعد اجالا بیگم رحاب کے کمرے میں آئیں جہاں وہ اپنی بکس کھولے سٹڈی ٹیبل پر بیٹھی پڑھنے میں مصروف تھی۔۔۔

ارے ماما۔۔۔ آپ۔۔۔ کچھ چاہیے تھا۔۔۔

رحاب نے اجالا کو دیکھا اور اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولی۔۔۔

نہیں۔۔۔ کچھ نہیں چاہیے۔۔۔ تم بتاؤ کیسی جارہی ہے سٹڈی؟؟؟ ہاسٹل یا سکول میں کوئی پریشانی تو نہیں ہے۔۔۔۔

نہیں ماما۔۔۔ سب ٹھیک ہے۔۔ اور ویسے بھی اگر کوئی پریشانی ہوئی تو آپکی روحی سب سنبھال لے گی۔۔۔۔

رحاب چٹکی بجاکر بولی۔۔۔

ہاں وہ تو میں جانتی ہوں کہ میری روحی اب بڑی ہوگئی ہے۔۔۔۔۔

رحاب نے جواب میں مسکرا کر انہیں دیکھا۔۔۔

روحی کیا بات کرنی تھی تم نے مجھ سے؟؟؟

اجالا بیگم نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔۔۔

ماما۔۔۔ پہلے پرامس کریں کہ کسی سے بات نہیں کریں گی۔۔۔ بابا سے تو بالکل بھی نہیں۔۔۔۔

رحاب ان کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہوئے بولی۔۔۔۔ اجالا بیگم کی چھٹی حس ایک دم سے بیدار ہوئی تھی۔۔۔ اور بمشکل مسکرا کر بولیں۔۔۔

او کے۔۔۔۔

ماما۔۔ میرا ایک کلاس فیلو ہے۔۔۔ مطلب کلاس سیم ہے لیکن سیکشن الگ ہے۔۔۔ وہ مجھے لائک کرتا ہے اور میں بھی اسے لائک کرتی ہوں۔۔۔ مطلب ہم دوست ہیں لیکن دونوں دوستوں سے بڑھ کر ایک دوسرے کے لئے فیل کرتے ہیں وہ بہت اچھا ہے۔۔۔ سب سے الگ ہے۔۔۔ سب سے مختلف۔۔۔۔

رحاب بول رہی تھی جبکہ اجالا بیگم نے بمشکل اپنے اندر کے غصے کو قابو کیا تھا کیونکہ وہ جانتی تھیں رحاب عمر کے جس حصے میں ہے کسی بھی قسم کی سختی اسے باغی کر سکتی ہے۔۔ اس لئے انہوں نے نرمی سے رحاب سے بات کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔۔۔

روحی ادھر آئو میرے پاس۔۔۔

اجالا بیگم نے اپنے بازو پھیلائے تو وہ ان کے پاس آکر ان سے لپٹ گئی۔۔۔

روحی میرا بچہ دنیا ویسی نہیں ہوتی جیسے ہم دیکھتے ہیں۔۔ تمہاری عمر اتنی نہیں ہے کہ تم دنیا پرکھ سکو۔۔۔ رہی بات پسند ناپسند کی تو ابھی تم صرف اپنی پڑھائی پر توجہ دو۔۔۔ کیونکہ ابھی تمہیں اپنا کریئر بنانا ہے۔۔۔ اور ابھی تمہیں اس سب سے دور رہنا ہے۔۔۔ میں نہیں چاہتی کہ کوئی میری بچی پر انگی اٹھائے۔۔۔ اس لئے تم اس لڑکے سے بھی اب دور رہو گی۔۔۔ سمجھ گئی نا۔۔۔۔

لیکن ماما وہ بہت اچھا ہے۔۔۔ سریسلی اگر ایک بار آپ اس سے ملیں گی تو آپکو پتہ چل جائے گا۔۔۔

رحاب نے سر اٹھا کر اجالا بیگم کو التجائیہ نظروں سے دیکھا۔۔۔

میری بیٹی کی پسند ہے اچھا تو ہو گا ہی لیکن فلحال آپکو اس سے دور رہنا ہے۔۔۔

اچھا ٹھیک ہے لیکن میری ایک شرط ہے۔۔۔۔

رحاب کچھ سوچتے ہوئے بولی۔۔۔

میں شادی صرف اسی سے کروں گی اور آپکو ایک دفعہ اس سے مل کر اسے سمجھانا ہو گا کہ اب وہ مجھ سے نہیں مل سکتا۔۔۔

اجالا بیگم نے مسکرا کر اسے دیکھا اور اپنا سر اثبات میں ہلایا۔۔۔
تھینکس ماما۔۔۔یو آر دا ورلڈ بیسٹ مام۔۔۔۔

رحاب خوشی سے اجالا کے گلے لگی تو اجالا بیگم اسے دیکھ کر رہ گئیں۔۔۔

ایک ہفتے بعد اجالا بیگم رحاب کو ہاسٹل چھوڑنے آئیں تھیں۔۔۔ آج روحی کی ضد کی وجہ سے وہ اس کے ساتھ تو آ گئی تھیں لیکن انہوں نے سوچ لیا تھا کہ رحاب کے دماغ سے سارا فتور نکال کر رہیں گی۔۔۔

عزم جو ایک ہفتے بعد رحاب کو دیکھ رہا تھا مسکراتے ہوئے رحاب کی طرف بڑھا جو پارکنگ میں اجالا بیگم کے ساتھ کھڑی تھی۔۔۔ اچانک اس کی نظر عزم پر پڑی تو اس نے عزم کو ہاتھ کے اشارے سے اپنے پاس آنے کو کہا۔۔۔

رحاب میں اس کا ایک چھوٹا سا ٹیسٹ لینا چاہتی ہوں۔۔۔ تم بس چپ رہنا اس دوران۔۔۔

اجالا بیگم رحاب سے مسکرا کر بولیں تو رحاب نے نا سمجھی سے انہیں دیکھا۔۔۔

تب تک عزم قریب آ چکا تھا۔۔۔

اسلام وعلیکم۔۔۔

عزم نے جھجکتے ہوئے سلام کیا۔۔۔۔

اجالا بیگم نے بس مسکرانے پر اکتفا کیا۔۔۔۔

تم پرنس ہو۔۔؟؟؟

جی لیکن آپ۔۔۔؟؟؟

میں روحی کی ماما ہوں۔۔۔

اجالا بیگم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔۔۔

اوو۔۔۔ میم کیسی ہیں آپ؟؟؟

میں بالکل ٹھیک ہوں۔۔۔ ایکچویئلی مجھے تمہیں انوائیٹ کرنا تھا ہم نے روحی کا رشتہ فکس کر دیا ہے اس کے کزن کے ساتھ۔۔۔ اس سنڈے کو پارٹی دے ہیں۔۔ اسی پارٹی میں روحی کے بابا اناؤنس کریں گے۔۔۔

رحاب نے چونک کر اجالا بیگم کو دیکھا تھا جبکہ عرزم کا دل ایک لمحے میں ٹکڑے ٹکڑے ہوا تھا۔۔۔ بے یقینی سے اس نے رحاب کو دیکھا تھا۔۔۔ رحاب نے سر جھکا لیا تھا۔۔۔ وہ اپنی ماں کے کہے کے مطابق خاموش تھی۔۔۔۔۔

مبارک ہو روحی۔۔۔

عرزم بمشکل مسکرا کر بولا جبکہ رحاب نے اپنا سر اثبات میں ہلا کر مبارکباد وصول کی تھی۔۔۔

مبارک ہو میم آپکو۔۔۔ میں چلتا ہوں میری کلاس کا وقت ہو رہا ہے۔۔۔

عرزم کی آنکھوں میں موجود نمی رحاب نے واضح محسوس کی تھی۔۔۔ وہ اسے روکنا چاہتی تھی لیکن اجالا بیگم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔۔۔

ماماوہ۔۔۔

روحی اچھا ہے وہ۔۔۔ تمہیں خوش رکھے گا۔۔۔ میں نے اس کی آنکھوں میں واقعی تمہارے لئے پسندیدگی دیکھی ہے۔۔۔ اب تم جائو اور میں ایک ویک تک تمہارے بابا سے بات کرتی ہوں تاکہ جلد از جلد تم لوگوں کی بات پکی کر سکوں تب تک اسے کچھ مت بتانا۔۔۔

اجالا بیگم مسکرا کر بولیں تو رحاب مسکراتے ہوئے ان کے گلے لگ گئی۔۔۔

تھینکس ماما۔۔۔

یہ بول کر وہ وہاں سے چلی گئی تھی جبکہ اجالا بیگم نے مسکرا کر اس کی پشت کو دیکھا تھا۔۔۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھیں ان کی کوشش ان کے لئے زندگی کی سب سے بڑی غلطی بننے والی ہے۔۔۔

عرزم چھٹی کے بعد واپس آیا تو زیام نے اسے بجھا بجھا سا دیکھا۔۔۔

عرزی کیا ہوا ہے ؟؟؟

زیام کے پوچھنے کی دیر تھی کہ اس کے آنسو بہنے شروع ہو گئے تھے۔۔۔ وہ رونا نہیں چاہتا تھا۔۔۔ لیکن دل کی تکلیف اس کی حد سے بڑھ گئی تھی۔۔۔ زیام تو ہکا بکا رہ گیا تھا اس کے ری ایکشن پر۔۔۔ وہ جانتا تھا بات معمولی نہیں ہے اس لئے عرزم رو رہا ہے کیونکہ عرزم کی برداشت بہت زیادہ تھی۔۔۔

عرزی۔۔۔

زیمی۔۔۔ وہ چھوڑ کر چلی گئی مجھے۔۔۔ کیوں بے وفائی کی اس نے ؟؟ کیوں اس نے مجھے اس نے اس راستے کا مسافر بنایا جس پر خود اس کے قدم ڈگمگا رہے تھے۔۔۔ زیمی مجھے لگتا ہے میں مر جائوں گا۔۔۔۔

عرزم ہوا کیا ہے ؟؟؟ بتائو مجھے۔۔۔

زیام نے اسے خود سے الگ کر کے پوچھا۔۔۔

جواب میں عرزم نے ہچکیوں سے روتے ہوئے اسے ساری بات بتادی۔۔۔

عرزم تم اس سے بات تو کرتے یار۔۔ ہو سکتا ہے جیسا تم سمجھ رہے ہو ویسا کچھ نہ ہو۔۔۔

زیام نے اس سمجھانا چاہا۔۔

مجھے اس پر یقین نہیں رہا۔۔ اپنی ماں کے سامنے اس نے سر جھکا دیا تھا۔۔ مجھے اسے مجبور نہیں کرنا۔۔

لیکن ایک سکول میں رہتے ہوئے میں کیسے اس کا سامنا کروں گا۔۔۔ میں پل پل نہیں مرنا چاہتا۔۔

عرزم چھوٹے بچوں کی طرح رو رہا تھا جبکہ زیام کی آنکھیں بھی نم ہو چکی تھیں۔۔

اگر تم کہو تو میں بات کرتا ہوں اس سے ؟؟؟

زیام نے اس کی تکلیف کو دیکھ کر کہا۔۔

نہیں وہ بالکل اچھی نہیں ہے اس نے تمہارے لئے بھی غلط الفاظ استعمال کئے ہیں۔۔۔

زیام جھوٹ بول رہا تھا کیونکہ وہ نہیں چاہتا زیام کسی کے آگے اس کی وجہ سے جھکے۔۔۔ زیام نے لب بھینچ لئے تھے۔۔۔

مجھے اس سکول میں نہیں رہنا۔۔ ہم یہاں سے جا رہے ہیں۔۔ میں ماما کو کال کرتا ہوں وہ آ کر ہمیں لے جائیں گی تب تک تم سارا سامان پیک کرو۔۔ تمہارے پاپا کے نمبر پر بھی میں کال کرتا ہوں۔۔

عرزم یار جذباتی فیصلہ نہ کر۔۔ ٹھنڈے دماغ سے سوچ۔۔ پیپر سر پر ہیں اور تم اپنی سال کی محنت ضائع کرو گے کیا؟؟؟ ہم پیپرز کے بعد چلے جائیں گے۔۔۔

زیام نے سنجیدگی سے اسے دیکھ کر کہا۔۔

ہم جا رہے ہیں زیمی۔۔ اینڈ ڈیٹس فائنل۔۔

لیکن عرزم۔۔۔۔

کیا تم چاہتے ہو میں مر جائوں؟؟؟

عرزم چیختے ہوئے بولا تھا جبکہ زیام نے لب بھینچ کر اسے دیکھا تھا۔۔۔

سامان پیک کرو تب تک میں نیچے سے کال کر کے آتا ہوں۔۔۔

عرزم کی گرین آنکھوں کی سرخی کم ہونے کی بجائے مزید بڑھ رہی تھی جس سے زیام اس کی حالت کا اندازہ لگا رہا تھا کہ وہ ضبط کے کن مراحل میں ہے۔۔۔ عرزم زیام کو مزید پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا اس لئے جلدی سے وہاں سے نیچے کی جانب گیا تھا کیونکہ اس کے آنسوئوں پر اس کا اختیار ختم ہو گیا تھا۔۔۔

بعض دفعہ آنکھوں دیکھا اور کانوں سنا سچ نہیں ہوتا۔۔۔ انسان جلد بازی میں غلط فیصلے کر لیتا ہے۔۔ عرزم بھی یہی کر رہا تھا۔۔۔ اور ایک غلط فیصلہ عرزم کو زندگی بھر کا پچھتاوا دینے والا تھا۔۔۔

دل کی ہزاروں دلیلوں کو رد کر گئے۔۔۔

اے دل۔۔۔۔

وہ میرے ہیں اس گمان میں پھر بھی حد کر گئے۔۔۔۔۔

اگلے دن فائزہ بیگم کے ساتھ وہ دونوں وہاں سے چلے گئے تھے۔۔۔ رحاب نے کافی اسے ڈھونڈا لیکن وہ تھا کہ ایسا نظروں سے اوجھل ہوا دوبارہ ملا ہی نہیں۔۔۔ رحاب نے اس سب کا قصوروار اجالا بیگم کو ٹھہرایا تھا اس لئے وہ ان سے بدظن ہو گئی تھی کیونکہ اس کے مطابق اگر وہ اس کے سامنے جھوٹ نہ بولتیں تو پرنس اس کے پاس ہوتا ۔۔۔۔ لیکن شاید وہ یہ نہیں جانتی تھی انسان صرف وسیلہ ہوتا ہے۔۔۔ آزمائش تو وقت لیتا ہے۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

حال

اگلے دن عرزم ناشتہ کر کے زیام کے گھر کے لئے نکل گیا۔۔۔ ابھی وہ زیام کے گھر پہنچا ہی تھا جب لائونج سے اسے نائلہ بیگم کے رونے کی آواز آئی۔۔ جسے وہ مکمل طور پر اگنور کرتے ہوئے انیکسی کی طرف چلا گیا۔۔۔ انیکسی میں نہ تو زیام تھا نہ ہی دائی ماں۔۔۔ اسے حیرانگی ہوئی تھی۔۔۔ وہ انیکسی سے باہر آیا۔۔۔

شاویز بھائی سے پوچھتا ہوں۔۔۔۔

عرزم خود سے بول کر گھر کے اندر کی طرف بڑھا جب اسے زیام نظر آیا جو نائلہ بیگم کے پاس سر جھکائے کھڑا تھا ۔۔۔ جبکہ نائلہ بیگم صوفے پر بیٹھیں اپنے آنسو صاف کر رہی تھیں۔۔۔ پاس ہی جہانگیر علوی بیٹھے تھے۔۔۔ جبکہ انکی لیفٹ سائیڈ پر صوفے پر شائل اور شاویز بیٹھے تھے۔۔۔ جبکہ دائی ماں ان سے تھوڑی دور کھڑی غصے سے نائلہ بیگم کو گھور رہی تھیں۔۔۔۔

زیمی۔۔۔۔

عرزم نے آگے بڑھ کر اسے آواز دی۔۔۔

سب نے لائونج کے داخلی دروازے کی طرف دیکھا۔۔۔ جہاں عرزم کھڑا تھا۔۔۔ زیام آگے بڑھا اور اس کے مقابل آیا۔۔۔۔

زیم۔۔۔۔۔۔

چٹاخ۔۔۔۔۔

اس سے پہلے وہ کچھ بولتا زیام نے اس کے بائیں گال پر تھپڑ رسید کیا۔۔۔ سب اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے تھے کیونکہ سب کے لئے ہی زیام کا ردعمل شاکنگ تھا جبکہ نائلہ بیگم کے چہرے پر مسکراہٹ آئی تھی۔۔۔ جسے وہ کمال مہارت سے چھپا گئی تھیں۔۔۔۔۔

عرزم نے گال پر ہاتھ رکھ کر زیام کو دیکھا جس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔۔۔

تمہاری ہمت کیسے ہوئی ممی کو بیچ سڑک پر دھمکی دینے کی؟؟؟

زیام غراتے ہوئے بولا تھا جبکہ عرزم نے بے ساختہ نائلہ بیگم کو دیکھا تھا جو مسکرا رہی تھیں۔۔۔۔ عرزم ایک لمحے میں سارا معاملہ سمجھ گیا تھا۔۔۔۔

زیمی۔۔۔ جو اس عورت نے کیا ہے اس کے آگے یہ دھمکی تو کچھ بھی نہیں۔۔۔ میں جان سے مار۔۔۔۔

چٹاخ۔۔۔۔

زیام نے ایک اور تھپڑ اسے مارا تھا۔۔۔۔

مت بھولو عرزم حیدر کے تم زیام علوی کی ماں کے بارے میں بات کر رہے ہو۔۔۔ وہ جو بھی ہیں جیسی بھی ہیں ۔۔۔ ماں ہیں میری۔۔۔ تمہیں کوئی حق نہیں پہنچتا انہیں سرعام بے عزت کرنے کا۔۔۔۔

زیام کے بولتے ہوئے گردن سے نسیں نمایاں ہو رہی تھیں جبکہ عرزم بے یقینی سے زیام کو دیکھ رہا تھا۔۔۔ یہ اس کا دوست نہیں تھا یہ نائلہ علوی کا بیٹا تھا۔۔۔۔ جو اپنی ماں کے لئے لڑ رہا تھا۔۔۔

مجھ پر ہاتھ اٹھانے سے پہلے اپنی اس سو کالڈ ماں سے پوچھو کہ اس کی ہمت کیسے ہوئی وہ پوسٹر لگوانے کی؟؟؟

عرزم بھی غصے سے بولا تھا۔۔اب وہ مزید نائلہ بیگم کے کارنامے کو چھپا نہیں سکتا تھا۔۔اس کی بات پر جہاں باقی گھر والے شاک میں تھے وہیں زیام کا چہرہ سپاٹ ہوا۔۔جہانگیر علوی نے بے یقینی سے نائلہ کو دیکھا جو کسی بھی طرف دیکھے بغیر زیام کے پاس پہنچ گئی تھیں۔۔۔

زیام یہ جھوٹ بول رہا ہے۔۔۔میں نے کچھ نہیں کیا۔۔اسے پتہ نہیں کیا غلط فہمی ہو گئی ہے جو اس نے روڈ پر بھی میری گردن دبائی تھی۔۔اور بار بار یہی الزام لگا رہا تھا۔۔

بس کریں مسز علوی۔۔اور کتنا گریں گی آپ۔۔۔

عرزم نے غصے سے نائلہ کو دیکھا تھا۔۔

تم بس کرو عرزم حیدر۔۔اور مجھے یہ بتائو کیا ثبوت ہے تمہارے پاس کہ ممی نے یہ سب کیا ہے؟؟ بالفرض اگر کیا بھی ہے تو کیا مفاد ہے انکا اس کے پیچھے؟؟ وہ اپنی اولاد کو کیوں بدنام کریں گی؟؟؟

زیام نے عرزم کو دیکھ کر سنجیدگی سے پوچھا۔۔عرزم نے اس کی آنکھوں میں دیکھا جہاں صرف اجنبیت تھی۔۔۔

کیا تمہیں مجھ پر یقین کرنے کے لئے ثبوتوں کی ضرورت ہے۔؟؟؟

عرزم نے بے یقینی سے پوچھا۔۔جبکہ زیام نے لب بھینچ لئے تھے عرزم کی بات پر۔۔۔

واہ واہ۔۔مسز علوی واہ۔۔کیا گیم کھیلی ہے آپ نے۔۔۔ماننا پڑے گا آپکو۔۔۔پہلے اپنے بیٹے کو ساری دنیا کے سامنے حوس کار ثابت کرنے کی کوشش کرتی ہیں پھر اسی بیٹے کے سامنے مظلومیت کا لبادہ اوڑھ لیتی ہیں۔۔۔

بس کرو۔۔عرزم میری ماں کے خلاف ایک لفظ نہیں سنو گا میں۔۔۔سمجھے تم۔۔اور ابھی اسی وقت ممی سے معافی مانگو۔۔۔

میں معافی مانگو وہ بھی اس عورت سے کبھی نہیں۔۔۔

عرزم نے انکار کیا۔۔۔

عرزم میں نے کہا ممی سے معافی مانگو۔۔۔

اس بار زیام نے عرزم کا گریبان پکڑ کر کہا تھا۔۔۔ عرزم مسکرایا تھا۔۔۔اس کی مسکراہٹ میں موجود دکھ تکلیف زیام نے واضع محسوس کی تھی۔۔۔

عرزم نے اپنے دونوں ہاتھ اس کے ہاتھوں پر رکھے جن سے اس نے عرزم کا گریبان پکڑا ہوا تھا۔۔۔

تم جانتے ہو زیمی۔۔۔ تم واحد انسان ہو اس دنیا میں جس کا ہاتھ میرے گریبان تک پہنچ سکتا ہے۔۔۔ دوست نہیں ہو میرے تم دنیا ہو میری۔۔۔ اگر کوئی میری دنیا تباہ کرنے کی کوشش کرے تو تم ہی بتاؤ کیا کرنا چاہیے مجھے اس کے ساتھ۔۔۔

عرزم نے آخری بات اس کے ہاتھ جھٹک کر کہی تھی۔۔۔

تو تم میری بات نہیں مانو گے؟؟؟

زیام کا لہجہ وہاں موجود ہر شخص کو چونکنے پر مجبور کر گیا تھا۔۔۔

مجھ سے ایسی کوئی امید باندھنا بھی مت کہ میں اس گھٹیا عورت سے معافی مانگوں گا۔۔۔

عرزم نے غصے سے گھورتے ہوئے نائلہ بیگم کو دیکھا تھا۔۔۔

عرزم حیدر اگر تم نے ابھی اسی وقت ممی سے معافی نہ مانگی تو تم بھول جانا کہ تمہارا کوئی زیام نامی دوست بھی تھا۔۔۔

اب فیصلہ تمہیں کرنا ہے میری دوستی یا تمہاری انا۔۔۔

زیام نے آخری بات عرزم کو دیکھے بغیر کہی تھی۔۔۔ جبکہ عرزم لڑکھڑا کر پیچھے ہٹا تھا۔۔۔

تم جانتے ہو تم کیا بول رہے ہو؟؟

عزم کو اپنی آواز کسی کھائی میں سے آتی ہوئی سنائی دی۔۔۔

میں مکمل ہوش وحواس میں ہوں عزم حیدر۔۔۔

میں معافی کسی صورت نہیں مانگوں گا۔۔۔ آج اگر تمہارے لئے مجھے تمہیں بھی چھوڑنا پڑے تو میں یہ کر گزروں گا۔۔۔ لیکن ایک بات یاد رکھنا اس عورت کا چہرہ تمہارے سامنے جلد لا کر رہوں گا۔۔۔ میرا وعدہ ہے تم سے۔۔۔

جاتے جاتے میری بات سنتے جائو عزم حیدر۔۔۔ آئندہ اگر تم نے مجھ سے رابطہ کرنے کی کوشش کی یا میری زندگی میں دخل اندازی کرنے کی کوشش کی تو میں خود کو ختم کر لوں گا۔۔۔

زیام کے الفاظ عزم حیدر کے سینے میں تیر کی طرح لگے تھے لیکن وہ کچھ بھی کہے بغیر وہاں سے چلا گیا جبکہ زیام نے آنکھیں بند کر کے اپنے آنسوئوں کو روکا تھا۔۔۔ اور پھر بھاگتے ہوئے انیکسی کی طرف چلا گیا تھا۔۔۔ کیونکہ آج اس نے عزم کو نہیں بلکہ اپنے ماں باپ بہن بھائی کو کھویا تھا۔۔۔

سب گھر والے ان دونوں کو اس طرح دیکھ کر افسردہ ہوئے تھے سوائے نائلہ کے جس کا مقصد پورا ہو گیا تھا۔۔۔ اس نے آج صبح ہی زیام کو انیکسی سے بلوا کر ایموشنلی ٹریپ کیا تھا۔۔ جس میں وہ کامیاب بھی رہی تھی۔۔۔۔۔

عزم کو زیام کے رویے سے کافی تکلیف پہنچی تھی لیکن وہ چاہ کر بھی اسے اپنا یقین نہیں دلا سکا تھا۔۔۔ اسے نائلہ بیگم سے زیادہ خود پر غصہ آرہا تھا کہ کیوں وہ انہیں پرکھنے میں غلطی کر گیا۔۔۔ گاڑی ڈرائیو کرتے مسلسل اس کے ذہن میں ایک ہی بات آرہی تھی کہ زیام اس پر یقین نہیں کرتا۔۔۔ اس کا مائنڈ کافی ڈسٹرب ہو چکا تھا۔۔۔ وہ اپنی سوچوں میں اتنا مگن تھا کہ دو دفعہ اس کا ایکسیڈنٹ ہوتے ہوتے بچا تھا۔۔۔ گاڑی کا قدرے سنسان راستے پر سڑک

کی دائیں جانب کھڑا کیا اور گاڑی سے باہر نکل آیا۔۔اسے گھٹن سی محسوس ہو رہی تھی۔۔وہ گاڑی سے نکل کر تھوڑی دور جا کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔۔وہ رونا نہیں چاہتا تھا لیکن زیام کے رویے نے اسے توڑ کر رکھ دیا تھا۔۔وہ تو زیام کے لئے جو کچھ کرتا تھا فرض سمجھ کر کرتا تھا لیکن زیام کیوں اسے سمجھ نہیں سکا۔۔۔۔۔

کاش زیمی۔۔میں تمہارے معاملے میں اتنا جذباتی نہ ہوتا تو شاید آج اتنا بے بس بھی نہ ہوتا۔۔یار جان مانگ لیتے لیکن خود سے دور نہیں کرتے۔۔۔۔۔۔

عرزم اپنی سوچوں میں اتنا مگن تھا کہ پاس سے گزرنے والی گاڑی کو نہ دیکھ سکا۔گاڑی تھوڑا دور جا کر پھر واپس آئی تھی اور اندر سے رحاب نکلی جو عرزم کو اس حالت میں دیکھ کر تڑپ گئی تھی۔۔رحاب جو یونیورسٹی کے لئے لیٹ ہوگئی تھی۔۔اس راستے پر آگئی کیونکہ یہ راستہ سنسان تو تھا لیکن وہ دوسرے روڈ کی بجائے اس روڈ سے جلدی یونی پہنچ جاتی۔۔وہ عرزم کے پاس پہنچی تو عرزم نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔۔اور پھر جلدی سے وہاں سے اٹھا اور اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گیا۔۔اس سے پہلے کہ وہ گاڑی تک پہنچتا رحاب تیز تیز چل کر اس کے مقابل آئی اور اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔۔۔

کیا ہوا ہے پرنس ؟؟؟

پلیز رحاب جائو یہاں سے۔۔مجھے کسی سے کوئی بات نہیں کرنی۔۔

عرزم نے اپنا ہاتھ چھڑوانے کی کوشش کی تو رحاب نے دونوں ہاتھوں سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔۔۔

میں کسی نہیں ہوں پرنس۔۔اور تم بھلے ہی مجھ سے نفرت کرتے ہو۔۔میری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتے لیکن میں پھر بھی تم سے جانے بغیر یہاں سے نہیں جائوں گی۔۔۔

عرزم نے ایک نظر اسے دیکھا اور رخ موڑ گیا۔۔۔ کیونکہ وہ اپنے آنسو کم از کم رحاب کے سامنے نہیں بہانا چاہتا تھا۔۔۔

رحاب نے اس کا ہاتھ پکڑا اور روڈ کی بائیں جانب پڑے پتھروں پر لے کر اسے بیٹھ گئی۔۔۔ عرزم بھی بنا کسی مزاحمت کے اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔۔۔۔

دونوں کے درمیان خاموشی تھی جسے عرزم کی آواز نے توڑا۔۔۔۔

اسے مجھ پر یقین نہیں ہے رے۔۔۔ وہ مجھ سے دور جانا چاہتا ہے۔۔۔ میں کیسے اسے خود سے دور کر دوں۔۔۔ میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی ہے وہ۔۔۔ تم جانتی ہو جب ہاسٹل میں وہ ڈر کر روتا تھا تو میرا دل کرتا تھا میں اس کے ڈرنے کی وجہ کو ختم کر دوں۔۔۔ اور جب وہ ہنستا تھا تو دعا کرتا تھا کہ زندگی بھر وہ ایسے ہی ہنستا رہے۔۔۔

رحاب خاموشی سے اسے سن رہی تھی کیونکہ وہ چاہتی تھی وہ اپنا غبار ایک بار نکال دے۔۔۔۔ شاید اسے ایک مہربان کندھے کی ضرورت تھی جو رحاب دے رہی تھی۔۔۔۔

تم جانتی ہو اس کی چوٹ پر۔۔۔ اس کے آنسوؤں پر میں ایسے تڑپتا تھا جیسے ماں باپ اپنی اولاد کے تکلیف پر تڑپتے ہیں۔۔۔ اس کے سامنے بے حس تھا، حیوان تھا، سائیکو تھا، سب کچھ تھا لیکن کبھی بے اعتبار نہیں رہا۔۔۔۔ جب تم نے اس پر جھوٹا الزام لگایا تھا نہ رے۔۔۔ جانتی ہو میں نے اسے تھپڑ کیوں مارا تھا؟؟؟

رحاب نے اس بات پر لب بھینچ لئے تھے اور آنکھیں کرب سے بند کر لیں تھیں۔۔۔

کیوں؟؟؟

کیونکہ اسے نے مجھ سے چھپایا تھا وہ تم سے رابطے میں ہے۔۔۔ میں اس کی ذرا سی تکلیف برداشت نہیں کر سکتا۔۔۔ لیکن وہ مجھے سمجھ ہی نہیں سکا۔۔۔ آج اس کے لئے اس کی وہ ماں زیادہ اہم ہے جو اسے بچپن سے لے کر اب تک

جان سے مار دینا چاہتی ہیں۔۔۔ اسے تکلیف دینے کا وہ عورت کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتی۔۔۔ کبھی بیلٹ سے اسے مارنا، کبھی گھر آئے مہمانوں کے سامنے اسے ذلیل کرنا۔۔ اور کبھی دنیا بھر میں اسے حوس کار ثابت کرنا۔۔۔ آج اسے اسی ماں کے جھوٹے آنسو تو نظر آرہے ہیں لیکن میری نہ نظر آنے والی تکلیف پر وہ اندھا ہو گیا ہے۔۔۔ میں جانتا تھا اگر میں نے اسے ابنارمل ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا تو وہ ٹوٹ جائے گا۔۔۔ اس کا انسانیت سے اعتبار اٹھ جائے گا۔۔۔ میں تو بس اسے ایک نارمل زندگی دینے کی خواہش رکھتا تھا لیکن وہ آج مجھ سے میری زندگی، میرا اعتبار، میرا خلوص سب لے گیا۔۔۔ میں خالی ہاتھ رہ گیا ہوں رے۔۔۔ میں خالی ہاتھ

آخری بات عزم بولتے ہوئے رو دیا تھا جبکہ رحاب نے اس کے لبوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش کروایا تھا۔۔۔۔

ششش۔۔۔۔

تم خالی ہاتھ نہیں ہو۔۔۔ تمہارے پاس دنیا کی سب سے خوبصورت چیز ہے اور وہ ہے احساس۔۔۔ میں یہ تو نہیں جانتی کہ زیام اور تمہارے درمیان کیا ہوا لیکن اتنا جانتی ہوں رشتوں میں بے اعتباری انسان کو ہر احساس سے عاری کر دیتی ہے۔۔۔

اب مجھے ہی دیکھ لو تمہاری بے اعتباری نے مجھے اتنا بے حس بنا دیا کہ میں اپنی ماں کے آنسو دیکھ کر نہیں پگھلتی۔۔۔ ویسے یہ رشتے کبھی کبھی بہت بڑی آزمائش میں ڈال دیتے ہیں۔۔۔ انسان وہ کچھ کر گزرتا جو اس نے سوچا ہی نہیں ہوتا۔۔۔ خیر میں چلتی ہوں مجھے یونیورسٹی کے لئے دیر ہو رہی ہے۔۔۔۔

رحاب یہ بول کر اٹھی تو عزم نے بے ساختہ اس کا ہاتھ تھام لیا۔۔۔ آنکھوں میں رکنے کی التجا تھی لیکن زبان ساتھ دینے سے انکاری۔۔۔

شکریہ۔۔۔

اس کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔

رحاب نے نرمی سے مسکرا کر کہا اور اپنا ہاتھ چھڑوا کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گئی۔۔۔ جبکہ اس کا اجنبی رویہ دیکھ کر رہ گیا تھا۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اگلے دن عرزم نے سب بھلا کر زیام کو کال کی لیکن اس نے کال ریسیو نہیں کی۔۔۔

عرزم دلبرداشتہ سا یونیورسٹی کے لئے تیار ہوا۔۔۔ اسے زیام کے بغیر یونی جانا عجیب لگ رہا تھا۔۔۔ اس لئے اس نے گاڑی زیام کے گھر کی طرف موڑی لیکن جب وہاں جا کر زیام کا پوچھا تو چوکیدار نے بتایا کہ وہ یونیورسٹی کے لئے نکل چکا ہے۔۔۔ عرزم ٹوٹے دل کے ساتھ یونیورسٹی پہنچا۔۔۔

ابھی وہ اپنے ڈیپارٹمنٹ کی طرف جا رہا تھا جب اس کا سامنا تھوڑی دور کھڑے زیام سے ہوا جو عرزم کو دیکھ کر نظروں کا زاویہ بدل گیا تھا۔۔۔ عرزم زخمی مسکراہٹ کے ساتھ اس کی طرف بڑھا لیکن وہ اسے مکمل اگنور کرتے ہوئے وہاں سے چلا گیا۔۔۔ عرزم کے بڑھتے قدم ایک لمحے میں ساکت ہوئے تھے۔۔۔ اتنی بدگمانی، اتنی ناراضگی، وہ تو سوچ چکا تھا کہ زیام کو منا لے گا لیکن شاید زیام اس کا چہرہ دیکھنے کا بھی روادار نہیں تھا۔۔۔ بہت ضبط کرنے کے باوجود ایک آنسو عرزم کے گال پر گرا تھا۔۔۔ رحاب جو دور سے دونوں کو دیکھ رہی تھی تڑپ گئی تھی عرزم کو یوں ٹوٹتے دیکھ کر۔۔۔ لیکن وہ چاہ کر بھی اس کے لئے کچھ نہیں کر سکتی تھی۔۔۔

عرزم سر جھکا کر وہاں سے چلا گیا تھا۔۔۔ اس میں مزید برداشت کرنے کی سکت نہیں تھی۔۔۔ وہ یونیورسٹی پارکنگ میں آگیا اور آ کر اپنی گاڑی میں بیٹھ گیا۔۔۔ رحاب جو اسے واپس جاتے دیکھ رہی تھی جلدی سے اس کے پیچھے

بھاگی تھی۔۔اس سے پہلے وہ گاڑی سٹارٹ کرتا رحاب جلدی سے گاڑی کا دروازہ کھول کر فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی۔۔۔

عزم نے اسے گھورا تو وہ مسکرا دی۔۔۔

اترو۔۔۔

عزم چاہنے کے باوجود اپنا لہجہ سخت نہیں کر سکا تھا۔۔۔

کیوں اتروں؟؟ بھئی میرے شوہر کی گاڑی ہے۔۔۔ حق رکھتی ہوں یہاں بیٹھنے کا۔۔۔

رحاب آنکھیں گھما کر بولی تو عزم اسے گھور کر رہ گیا۔۔۔

تم سیدھے طریقے سے اتر رہی ہو یا میں خود اتاروں؟؟

ہائے ظالم۔۔۔ایسے دھمکی نہ دو۔۔۔بچی ڈر ور جائے گی۔۔۔

رحاب ایکٹنگ کرتے ہوئے بولی جبکہ عزم بچی کے لفظ پر لبوں پہ آتی مسکراہٹ کا گلا گھونٹ گیا۔۔۔۔

تم بچی نہیں ہو۔۔۔آئی نو ویری ویل۔۔۔۔

عزم مسکراتے ہوئے بولا تھا جبکہ رحاب نے دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کیا تھا کہ اس کی مسکراہٹ تو واپس آئی۔۔۔

پرنس ایک بات پوچھوں؟؟؟

رحاب نے نرمی سے اس کی طرف دیکھا اور اجازت طلب کی۔۔۔ عزم نے اپنا سر اثبات میں ہلایا اور اپنا سر سیٹ کے ساتھ ٹکا دیا۔۔۔

تم ہمیشہ اتنی جلد بازی کیوں کرتے ہو؟؟؟اس دن بھی تم نے نہ مجھ سے کوئی شکوہ کیا نہ شکایت کی اور بنا بتائے مجھے چھوڑ کر چلے آئے۔۔۔کیا میں اعتبار کے قابل بھی نہیں تھی۔۔۔۔

عرزم نے بے ساختہ رحاب کی طرف دیکھا تھا جو نم آنکھیں لئے پوچھ رہی تھی۔۔۔

شاید میں اعتبار کرنے کے قابل نہیں ہوں اس لئے تو سب مجھے آزماتے ہیں اور میری قسمت دیکھو میں اس آزمائش میں پورا بھی نہیں اترتا۔۔۔اور ویسے بھی کیا پوچھتا میں تم سے کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ تمہاری ماما جھوٹ بول رہی ہیں انکا مقصد تمہیں مجھ سے دور کرنا تھا جس میں تم نے انکا ساتھ دیا۔۔۔میرے لئے یہ چیز تکلیف کا باعث تھی کہ تم بھی مجھے آزمانا چاہتی تھی۔۔۔اور آزمایا تو تب جاتا ہے نا رے۔۔۔جب محبت میں اعتبار نہ ہو۔۔۔اس لئے تمہیں چھوڑ دیا۔۔۔

عرزم سنجیدگی سے بولا جبکہ رحاب نے ایک خفگی بھری نظر اس پر ڈالی۔۔۔۔

میں نے تمہیں اتنا ڈھونڈا لیکن تم مجھے نہیں ملے۔۔۔میں کتنا تڑپی تھی تمہارے لئے۔۔۔اللہ سے رو رو کر دعائیں مانگی تھیں۔۔۔اور اللہ کو شاید مجھ پر ترس آگیا جو اس نے یونیورسٹی میں مجھے تم سے ملا دیا۔۔۔تم جانتے ہو مجھے کب معلوم ہوا تھا تم میرے پرنس ہو جب تم نے شاپنگ مال میں مجھے زیام سے دور رہنے کے لئے بول رہے تھے۔۔۔تمہاری آنکھوں کی سرخی، تمہارا لہجہ ، اور سب سے بڑھ کر تمہاری قربت میں وہی احساس جو مجھے پانچ سال پہلے محسوس ہوتا تھا وہی محسوس ہوا میرا دل پانچ سال بعد دھڑکا تھا۔۔۔پھر تمہیں غصہ دلانے کے لئے جان بوجھ کر فضول ڈریسنگ کرتی تھی۔۔۔زیام سے بات کرتی تھی۔۔۔تاکہ تم میری طرف متوجہ ہو۔۔۔اور۔۔۔

اور میری توجہ حاصل کرنے کے لئے تم نے زیمی پر اتنا گندا الزام لگایا۔۔۔

عرزم نے اس کی بات کاٹ کر تمسخرانہ انداز میں کہا۔۔۔

رحاب زخمی سا مسکرائی تھی۔۔۔وہ سب میں نے اپنے بھائی کے لئے کیا تھا۔۔۔

رحاب سر جھکا کر بولی تو عرزم ایک دم سیدھا ہوا تھا۔۔۔

کیا مطلب ؟؟؟

جب ہم حاشر بھائی کا رشتہ لے کر جہانگیر انکل کے گھر گئے تھے۔۔تو نائلہ آنٹی نے باتوں باتوں میں مجھ سے پوچھا کہ میں کیا کرتی ہوں؟ کہاں پڑھتی ہوں؟ کلاس کونسی ہے؟ جب میں نے انہیں بتایا تو وہ مجھے گھر دکھانے کے بہانے اپنے کمرے میں لے گئیں اور انہوں نے مجھے بتایا کہ انکا بیٹا بھی وہاں پڑھتا ہے اس کا نام زیام ہے جو میرا کلاس فیلو ہے۔۔۔لیکن وہ نارمل انسان نہیں ہے۔۔پہلے تو میں خوش ہوئی پھر انہوں نے جب کہا کہ زیام کو تم سے دور کر دوں تا کہ وہ زیام کو وہاں بھیج سکیں جہاں اس طرح کے سارے لوگ ہوتے ہیں تو میں حیران رہ گئی تھی ۔۔۔میں نے انہیں منع کر دیا تھا لیکن انہوں نے شرط رکھی تھی کہ وہ میرے بھائی کی شادی اپنی بیٹی سے نہیں ہونے دیں گی۔۔۔میں مجبور تھی پرنس۔۔مجھے بھائی کی خوشیوں کے لئے سب کرنا پڑا کیونکہ بھائی کی آنکھوں میں، میں نے سچی محبت دیکھی تھی شمائل آپی کے لئے۔۔۔میں نہیں چاہتی تھی جس اذیت سے میں گزر رہی ہوں وہ بھی گزریں۔۔۔میں جانتی تھی تمہارا ری ایکشن سخت ہو گا۔۔۔مجھے اپنی اور بھائی کی خوشیوں میں سے کسی ایک کو چننا تھا میں نے بھائی کی خوشیوں کو چن لیا۔۔۔پرنس۔۔۔ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا۔۔۔

رحاب یہ بول کر گاڑی سے اتر گئی تھی جبکہ عرزم کتنی دیر سکتے کی حالت میں اس جگہ کو دیکھتا رہ گیا جہاں وہ بیٹھی تھی۔۔۔

کس قدر وہ تکلیف سے گزری تھی۔۔کس قدر وہ چاہتی تھی اپنے سے جڑے رشتوں کو۔۔۔وہ کیوں جلد بازی میں اسے دکھ دے گیا تھا کیوں اس سے اسکا وقار اس کی نسوانیت کو چھین گیا تھا۔۔۔

وہ گاڑی سے نکل کر رحاب کے پیچھے گیا تھا جو اسے کہیں نظر نہیں آ رہی تھی۔۔۔ اس نے تقریباً ساری یونیورسٹی میں اسے ڈھونڈا تھا لیکن وہ پتہ نہیں کس کونے میں جا کر چھپ گئی تھی جو عزم کو دوبارہ نظر نہیں آئی تھی۔۔۔۔

پلیز رے۔۔۔ کم بیک۔۔۔ آئی نیڈ یو۔۔۔

عزم رحاب کے تصور سے مخاطب ہوا اور پھر یونیورسٹی سے باہر کی جانب چلا گیا۔۔۔ پڑھائی میں تو ویسے بھی دل نہیں لگنا تھا اس لئے وہ یونیورسٹی سے سیدھے گھر چلا گیا۔۔۔

تقریباً دو ہفتے ہو گئے تھے زیام کی ناراضگی کو۔۔۔ عزم جب بھی اس کے پاس جانے کی کوشش کرتا وہ اسے مکمل طور پر اگنور کر دیتا۔۔۔ عزم بے بسی سے لب بھینچ کر رہ جاتا۔۔۔ ان دو ہفتوں میں اس کی رحاب سے بھی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔۔۔ کیونکہ حاشر کی شادی تھی اور وہ یونیورسٹی سے چھٹی لے کر بیٹھی تھی۔۔۔ آج مہندی تھی رحاب فنکشن کے کئے تیار ہو رہی تھی۔۔۔ مسکراہٹ تو جیسے اس کے چہرے سے غائب ہو چکی تھی۔۔۔ بے دلی سے وہ تیار ہو رہی تھی کیونکہ انہیں جہانگیر علوی کے گھر جانا تھا جہاں دونوں کی اکھٹے مہندی ہونا طے پائی تھی۔۔۔ وہ تیار ہو رہی تھی جب اس کا دروازہ ناک ہوا۔۔۔

کمنگ۔۔۔

رحاب کے بولنے کی دیر تھی کہ عزم ملازم کے حلیے میں تھا جلدی سے اندر آیا اور دروازہ لاک کر لیا۔۔۔

کک کون ہو تم؟؟؟ اور تمہاری ہمت کیسے۔۔۔۔

رحاب نے جلدی سے اپنا ڈوپٹہ بیڈ سے اٹھایا اور غصے سے بولی لیکن جیسے ہی اس کی نظر اس کی گرین آنکھوں پر پڑی جن میں سرمہ بھر بھر کر لگایا گیا تھا۔۔ وہ پہچان گئی تھی کہ وہ عرزم ہے۔۔۔ اس لئیے باقی کے الفاظ لب بھینچ کر اس نے روکے تھے۔۔۔

یہاں کیوں آئے ہو؟؟؟

رحاب خفگی سے رخ موڑ گئی تھی۔۔۔

ارے واہ۔۔۔ تم نے مجھے پہچان لیا۔۔۔ مجھے تو لگا تھا میرا سارا وقت تمہیں یقین دلانے میں لگ جائے گا کہ میں تمہارا شوہر نامدار ہوں۔۔۔

عرزم مسکراتے ہوئے بولا جبکہ آنکھیں اس کی بار بار رحاب کے چہرے کی طرف اٹھ رہی تھیں۔۔ گرین اور اورنج کلر کے شرارے میں وہ عرزم کے دل کی دنیا کو تہہ و بالا کر گئی تھی۔۔ اوپر سے اس کا نفاست سے کیا گیا میک اپ اس کے سوئے جذبوں کو چیخ چیخ کر بیدار کر رہا تھا۔۔۔

عرزم بے خود سا اس کی طرف بڑھا تھا۔۔۔ جبکہ رحاب آہستہ سے قدم اٹھاتے پیچھے ہوتی جا رہی تھی۔۔۔ رحاب نے پانچ قدم کے بعد مزید پیچھے ہونا چاہا تو دیوار نے اس کا ارادہ ناکام بنا دیا۔۔۔ رحاب نے ایک نظر عرزم کو دیکھ کر نظریں جھکا لیں تھیں۔۔۔ عرزم رحاب کے کافی قریب آ گیا تھا اتنا قریب کہ دونوں کے دل کی دھڑکن کی آواز ایک دوسرے کے کانوں میں سنائی دینے لگی تھی۔۔۔ عرزم نے اپنا دایاں ہاتھ دیوار پر ٹکایا اور بائیں ہاتھ سے اس کی کمر کو کھینچ کر اپنے حصار میں لیا۔۔۔

اس وقت میرا دل کر رہا ہے کہ اپنی باضابطہ رخصتی کروالوں۔۔۔ لیکن دماغ کہہ رہا ہے ابھی تمہاری سزا باقی ہے عرزم حیدر۔۔۔ آج تم میرا ضبط آزما رہی ہو۔۔۔ رے۔۔۔ تمہیں اتنا خوبصورت نہیں لگنا چاہیے تھا۔۔۔

عرزم سرگوشی میں اس کے بائیں جانب جھک کر کان میں بول رہا تھا جبکہ رحاب بمشکل اپنے قدموں پر کھڑی تھی۔۔۔ عرزم نے ایک نظر اسے دیکھا جو آنکھیں بند کئے دونوں ہاتھ اس کی سینے پر رکھے۔۔ حیا کے رنگ چہرے پر سجائے اسے کمزور کر رہی تھی۔۔۔ وہ جھکا تھا اور محبت اور عقیدت سے بھرپور لمس اس کی پیشانی پر چھوڑا تھا۔۔۔

پرنس پلیز۔۔۔۔

اس سے پہلے وہ مزید کوئی حق استعمال کرتا رحاب کی آواز اسے ہوش کی دنیا میں واپس لائی تھی۔۔۔

عرزم مسکراتے ہوئے پیچھے ہوا اور رحاب رخ موڑ کر اپنی سانسوں کو نارمل کرنے لگی۔۔۔

زیام سے ملنا چاہتا ہوں میں۔۔ لیکن وہ مجھے اگنور کر رہا ہے۔۔ آج بھی گیا تھا گھر لیکن اس نے ملنے سے منع کر دیا ۔۔۔ کل میرا برتھ ڈے ہے اور مجھے اس کے ساتھ ہی سلیبریٹ کرنا ہے اس لئے کل تم کسی بھی طریقے سے اسے یونی کے پاس والے ہوٹل میں بھیجو گی۔۔۔ کرو گی نا میرا کام؟؟؟

عرزم نے التجائیہ نظروں سے اسے دیکھا تھا۔۔۔

بدلے میں مجھے کیا ملے گا؟؟؟

رحاب اپنی ٹون میں واپس آتے مسکرا کر بولی۔۔۔

عرزم حیدر پر حکومت۔۔۔۔ خود کو گروی رکھ لوں گا تمہارے اس احسان کے بدلے۔۔۔

عرزم محبت بھرے لہجے میں بولا تھا تو رحاب مسکراتے ہوئے سر جھکا گئی تھی۔۔۔

اور اگر میں یہ نہ کر سکی پھر؟؟

رحاب شرارت سے بولی۔۔۔ لیکن جلد ہی عرزم کے الفاظ اس کی ساری شرارت ختم کر گئے تھے۔۔۔

تو پھر تمہیں اس دل سے اور اپنی زندگی سے نکال دوں گا۔۔۔

جس دل سے تم مجھے نکالنے کی بات کر رہے ہو نا پرنس۔۔۔ مت بھولو کہ یہ آج بھی میرے آنسوئوں کو زمین چھونے سے پہلے دھڑکنا بھول جاتا ہے۔۔۔ اس لئے ایسے الفاظ منہ سے مت نکالو جس کو تم پورے نہیں کر سکتے۔۔۔۔

رحاب نے ایک ناراضگی بھری نظر اس پر ڈالی اور اس کے سامنے سے ہٹ گئی۔۔۔

جب سب جانتی ہو تو الٹے سوال جواب مت کیا کرو۔۔۔ میری یہاں موجودگی سے تمہیں معلوم ہو جانا چاہیے کہ تمہاری میری زندگی میں کیا جگہ ہے۔۔۔

عرزم نے اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں سے تھامتے ہوئے نرمی سے کہا اور اس کے بالوں پر بوسہ دے کر مسکرایا۔۔۔

اپنا خیال رکھنا۔۔۔ اور کل ملتے ہیں۔۔۔

یہ بول کر عرزم وہاں سے چلا گیا تھا جبکہ رحاب نے کتنی دیر اس کا لمس اپنے بالوں پر محسوس کیا تھا۔۔۔

کل کیا ہونے والا تھا کوئی نہیں جانتا تھا لیکن شاید سب کی زندگی اس کل کے بعد بدلنے والی تھی۔۔۔

مہندی کا فنکشن اپنی پوری آب و تاب سے لان میں جاری تھا۔۔۔ حاشر اور شمائل کو اکھٹا بٹھا کر انکی مہندی کی رسم ادا کی جا رہی تھی۔۔۔ رحاب کو سب کچھ عرزم کے بغیر ادھورا سا لگ رہا تھا وہ کارنر میں لگے ایک ٹیبل پر جا کر بیٹھ گئی جب اس کا دھیان زیام کی طرف گیا۔۔۔ اس نے زیام کو کہیں نہیں دیکھا تھا۔۔۔ وہ اٹھی اور انیکسی کی طرف چلی گئی کیونکہ اس انیکسی کے ایک کمرے کی لائٹ آن نظر آ رہی تھی اور اس کمرے کی کھڑکی کھلی تھی جہاں سے

کوئی لان میں موجود لوگوں کو دیکھ رہا تھا۔۔ دور سے رحاب کو صرف اس انسان کا سایہ نظر آیا لیکن جیسے ہی اس کی نظر زیام پر پڑی جو کھڑکی میں کھڑا نم آنکھوں سے مسکرا رہا تھا۔۔۔ رحاب نے انیکسی کا دروازہ کھٹکھٹایا۔۔۔ تو زیام کو اپنا وہم لگا۔۔۔ لیکن جب دوبارہ دستک ہوئی تو زیام مڑا اور کمرے سے باہر نکل کر دروازہ کھولا لیکن جیسے ہی اس کی نظر رحاب پر پڑی اس کی پیشانی پر لاتعداد شکنیں نمودار ہوئیں۔۔۔۔

تم۔۔ یہاں کیا کر رہی ہو؟؟؟؟

رحاب اس کو جواب دیئے بغیر اسے سائیڈ پر کر کے اندر آگئی۔۔۔ جبکہ زیام لب بھینچ کر رہ گیا۔۔۔۔

تم گھر آئے مہمانوں سے یہ پوچھتے ہو کہ وہ یہاں کیوں آئے ہیں؟؟؟

رحاب معصومیت طاری کرتے ہوئے بولی جبکہ زیام کو اس کی معصومیت زہر لگ رہی تھی۔۔۔

تم میری نہیں۔۔ علویز کی مہمان ہو۔۔۔ تو برائے مہربانی یہاں سے چلی جاؤ کیونکہ میں تم جیسی گھٹیا لڑکی کی وجہ سے یہاں پر بھی بدنام نہیں ہو سکتا۔۔۔۔

زیام کے الفاظ سے زیادہ رحاب کو اس کے لہجے نے ہرٹ کیا تھا۔۔۔ وہ بے ساختہ لب بھینچ گئی تھی۔۔۔

ایم سوری فار دیٹ۔۔۔ لیکن میں نے جان بوجھ کر نہیں کیا سب؟؟ مجھے ایسا کرنے کے لئے مجبور کیا گیا تھا۔۔۔

رحاب نا چاہتے ہوئے بھی سختی سے بولی تھی۔۔۔۔

اوو۔۔۔ پلیز مس رحاب حسن۔۔۔ تم جیسی لڑکی مجبور کبھی نہیں ہو سکتی۔۔۔ اور بالفرض اگر ایسا ہے بھی تو پھر بھی تمہاری کوئی وضاحت میری اذیت کم نہیں کر سکتی۔۔۔۔

زیام نے اسے گھور کر کہا۔۔۔

اگر میں کہوں کہ میں نے عرزم کی وجہ سے ایسا کیا تھا تو۔۔۔۔

رحاب جاننا چاہتی تھی کہ وہ عرزم کے معاملے کتنا مخلص ہے اس لئے اس نے جان بوجھ کر جھوٹ بولا۔۔۔

عرزم کی وجہ سے کیوں؟؟؟

زیام نے سپاٹ چہرے سے پوچھا۔۔۔

محبت کرتی ہوں اس سے لیکن اس انسان کو تمہارے سوا کوئی نظر ہی نہیں آتا تھا اس لئے میں نے تمہیں اس سے دور کرنے کی کوشش کی۔۔ جس میں مجھے لگتا تھا کامیاب بھی رہی لیکن اگلے دن اسے پھر تمہارے ساتھ دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا کہ وہ کم از کم تمہارے معاملے میں کافی ڈھیٹ ہے۔۔۔

زیام تو محبت نام کے لفظ پر حیران کم اور شاک زیادہ تھا۔۔

تم اس سے محبت کرتی ہو؟؟؟

جواب میں رحاب اسے دیکھ کر مسکرائی اور اپنا سر اثبات میں ہلا دیا کیونکہ اس کا تیر نشانے پر لگا تھا۔۔ زیام کے چہرے کا رنگ بدلنا شروع ہو گیا تھا۔۔ سفید رنگ میں سرخی نمایاں ہونے لگی تھی۔۔ بمشکل اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے وہ رحاب سے گویا ہوا۔۔

تم اس سے محبت نہیں کرتی۔۔۔ تمہیں تو محبت کے معنی تک نہیں معلوم۔۔۔ محبت۔۔۔ جانتی ہو اس کا تو میم ہی مار دیتا ہے آپکی انا۔۔ ضد۔۔ غرور کو۔۔۔ اور جب یہ سب ختم ہو جاتا ہے تو عشق کے عین کا آغاز ہو جاتا ہے۔۔۔ تم اس سے لفظی محبت کرتی ہو جبکہ زیام علوی کے لئے وہ عشق کی انتہا ہے۔۔۔۔

جواب میں رحاب کے پاس واقعی کچھ نہیں تھا کہنے کو۔۔۔

محبت کا اظہار کرنا آسان ہوتا ہے لیکن عمل بہت مشکل۔۔ کاش تم نے بھی اس سے عملاً محبت کی ہوتی تو آج یوں میرے سامنے لاجواب نہ ہوتی۔۔۔

رحاب سر جھکا کر مسکرائی تھی۔۔۔ وہ واقعی عرزم کا وجود کسی کے ساتھ شئیر نہیں کر سکتا تھا۔۔۔

ٹھیک کہا تم نے۔۔۔۔ میری محبت لفظی ہے عملی نہیں۔۔۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر واقعی ایسا ہے تو اس نے مجھے اپنی زندگی میں شامل کیوں کیا ہے۔۔۔؟؟؟ کیوں مجھ سے نکاح کر کے بیوی کا درجہ دیا؟؟

رحاب کے الفاظ پر زیام نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔۔۔

تم جھوٹ بول رہی ہو۔۔۔ عرزی۔۔۔ ایسا کچھ نہیں کر سکتا۔۔ وہ مجھے بتائے بغیر کچھ نہیں کرے گا۔۔۔ اور نہ کبھی جھوٹ بولے گا۔۔۔ سمجھی تم۔۔ اب نکلو یہاں سے۔۔۔

زیام نے غصے سے رحاب کو دیکھ کر دروازے کی طرف اشارہ کیا۔۔۔

مجھے حیرت ہوتی ہے تم پر۔۔۔ تم کیسے دوست ہو؟؟؟ جہاں اعتبار کی ضرورت ہوتی ہے وہاں تم دامن چھڑا جاتے ہو اور جہاں اسے تمہارا ساتھ چاہیے ہوتا ہے تم اسے دنیا کے سامنے ذلیل کر دیتے ہو۔۔۔

رحاب سنجیدگی سے بولی۔۔۔ جبکہ زیام رخ موڑ گیا تھا۔۔۔

تم جانتے ہو وہ انسان کیا کچھ کر رہا ہے تمہارے لئے جسے تم دنیا کے سامنے بے اعتباری سونپ چکے ہو؟؟؟ میں بتاتی ہوں۔۔۔ اپنے باپ سے پیسے لے کر دو مہینے پہلے ایک بلڈنگ کو خرید کر وہاں تم جیسے لوگوں کے لئے این جی او کھول چکا ہے جسکا نام بھی اس نے تمہارے نام پر رکھا۔۔۔ زیام فاؤنڈیشن۔۔ اس نے یہ بات سب سے چھپائی ہوئی ہے کیونکہ وہ تمہیں اپنی برتھ ڈے والے دن دکھانا چاہتا تھا۔۔۔ اور جہاں تک بات ہے یونیورسٹی میں لگے پوسٹرز کی تو وہ تمہاری گریٹ ماما نائلہ علوی نے لگوائے تھے۔۔۔ اس نے نا صرف پوسٹر لگانے والوں کو سزا دی تھی بلکہ یونیورسٹی انتظامیہ کے خلاف کیس درج کیا ہے؟؟ جس کا گواہ تمہارا خود کا باپ ہے۔۔۔

رحاب غصے سے بول رہی تھی جبکہ زیام کی آنکھوں میں بے یقینی اور نا سمجھی واضح تھی۔۔۔

یہی جاننا چاہتے ہو نا کہ مجھے کیسے پتہ سب کچھ ؟؟ محبت کرتی ہوں اس سے آج سے نہیں پچھلے پانچ سالوں سے۔۔۔ اس کے ایک ایک لمحے کی خبر رکھتی ہوں میں۔۔۔ لیکن تم جانتے ہو وہ مجھ سے محبت تو کرتا ہے لیکن تمہاری جگہ کسی کو نہیں دیتا۔۔۔ مجھے بھی نہیں۔۔۔ خیر میرے لئے یہی کافی ہے کہ وہ مجھے اپنی زندگی کا حصہ بنا چکا ہے۔۔۔۔ چلتی ہوں کل تیار رہنا

یونیورسٹی کے پاس والے ہوٹل میں اس نے بلایا ہے۔۔۔ وہی جگہ ہے جہاں تم جیسے اور لوگ بھی ہیں۔۔۔

رحاب اسے ایک نظر دیکھ کر باہر نکل گئی جبکہ وہ نم آنکھوں سے مسکرایا تھا۔۔۔

پاگل ہے یہ لڑکی۔۔۔ اس کی کل نہیں آج برتھ ڈے ہے کیونکہ بارہ بج کر ایک منٹ ہو چکا ہے۔۔۔ چلو زیمی جلدی سے تیار ہو جائو۔۔۔ کیونکہ وہ گدھا باہر گاڑی میں ضرور ویٹ کر رہا ہو گا۔۔۔

زیام یہ بول کر جلدی سے کمرے کی طرف گیا۔۔ اور کپڑے نکال کر واش روم کی طرف چلا گیا۔۔۔

تیار ہو کر وہ انیکسی سے نکلا اور بنا کی کسی طرف دیکھے وہ گھر سے باہر نکل گیا۔۔۔ لیکن جیسے ہی اس کی نظر خالی روڈ پر پڑی اس کی ساری خوشی ہوا ہو گئی۔۔۔

وہ مایوس ہو کر واپس جانے کے لئے پلٹا جب ایک گاڑی اچانک آ کر رکی اور ہارن دینے لگی۔۔۔ زیام نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے سنجیدہ سے عرزم کو دیکھا اور پھر مسکراتے ہوئے فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا۔۔۔

عرزم نے اس کی طرف دیکھے بغیر گاڑی دوبارہ سٹارٹ کر دی۔۔۔ ابھی دس منٹ ہی گزرے تھے جب زیام نے اسے ڈرتے ڈرتے وش کیا۔۔۔

ہیپی برتھ ڈے۔۔۔

جواب میں عرزم نے ایک کاٹ دار نظر اس پر ڈالی اور دوبارہ ڈرائیونگ کی طرف متوجہ ہو گیا۔۔۔ زیام نے مسکرا کر اس کے ناراض چہرے کو دیکھا تھا۔۔۔

ہم کہاں جا رہے ہیں ؟؟؟

جہنم میں۔۔۔۔

عرزم نے گاڑی کی سپیڈ تیز کرتے ہوئے غصے سے کہا۔۔۔

اوو بھائی گاڑی روک مجھے نہیں جانا تیرے ساتھ جہنم میں۔۔ میں تو جنت میں جائوں گا۔۔

زیام مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا تو عرزم نے اسے گھورا اور گاڑی کو بریک لگا دی۔۔۔۔

وہ ایک نظر زیام کو دیکھ کر گاڑی سے اتر گیا۔۔۔ روڈ پر پیدل چلنے لگا۔۔۔ زیام بھی جلدی سے اتر کر اس کے پیچھے بھاگا۔۔۔۔

ابے رک۔۔۔۔ مجھے اس سنسان روڈ پر چھوڑ کر تو کہاں جا رہا ہے۔۔۔

زیام علوی دفعہ ہو جائو یہاں سے۔۔۔ میں منہ توڑ دوں گا تمہارا۔۔ اگر اب میرا پیچھا کیا تو۔۔۔

عرزم انگلی کے اشارے سے اسے وارن کرتے ہوئے آگے بڑھنے لگا جب زیام نے اسکا ہاتھ پکڑ کر اپنے مقابل کیا اور پھر اس کے گلے لگ گیا۔۔۔۔

تم جانتے ہو میں ان کو سب کی نظروں میں نہیں گرا سکتا تھا۔۔۔ اس دن اگر ان کا ساتھ نہیں دیتا تو شاید خود سے نظریں نہ ملا پاتا۔۔۔ ایک ماں کو غلط ثابت نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔۔ میں جانتا ہوں پچھلے دو ہفتوں سے تم سے بات نہیں کی اس کا تمہیں غصہ ہے لیکن یار تمہارے پاگل پن کو کم کرنے کا یہی طریقہ مجھے سمجھ آیا تھا۔۔۔

زیام اس کے گلے لگ کر معصومیت سے بول رہا تھا جبکہ عرزم نے مسکرا کر اسے خود سے الگ کیا۔۔

تم جانتے ہو ہماری دوستی کی خاصیت کیا ہے ؟؟ ایک دوسرے سے خود سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔۔ مجھے غصہ آیا تھا تمہاری ماں پر۔۔ اور تم جانتے تھے میں سزا دیئے بغیر پیچھے نہیں ہٹتا۔۔ اس لئے تم نے اس دن میری بجائے ان کا ساتھ دیا۔۔ مجھے دکھ ہوا تھا۔۔ تکلیف حد سے سوا تھی۔۔ اور اوپر سے تمہاری ناراضگی مجھے درد کی نئی تعریف سے آشنا کر رہی تھی۔۔ اگلی دفعہ اتنی بڑی سزا مت دینا زیمی۔۔ یار سانس لینا مشکل ہو جاتا ہے۔۔

اچھا۔۔ یہ سب باتیں چھوڑو اور یہ بتاؤ یہ مس رحاب کا کیا قصہ ہے ؟؟؟

زیام نے سنجیدگی سے پوچھا تو عرزم سر جھکا کر مسکرا دیا۔۔

اوو مائے گاڈ۔۔ ڈونٹ ٹیل می کہ تم شرما رہے ہو۔۔

زیام نے اسے تنگ کیا۔۔

جواب میں عرزم نے اسے گھورا اور پھر آہستہ سے چلتے ہوئے اسے الف سے لے کر یہ تک ساری بات بتا دی۔۔

تم اس کے معاملے میں سنجیدہ ہو ؟؟

زیام کے سوال پر عرزم نے چونک کر اسے دیکھا۔۔

کیا مطلب ہے تمہارا۔ ؟؟؟ سنجیدہ ہوں اس لئے تو وہ میرے نکاح میں ہے۔۔

اسے کبھی چھوڑنا مت عرزی۔۔ وہ بھلے ہی منہ پھٹ ہے لیکن دل کی صاف ہے۔۔ اور سب سے بڑھ کر تم سے محبت کرتی ہے۔۔

جانتا ہوں۔۔ اس لئے تو صبح ہی ماما اور پاپا سے بات کروں گا اور اسے آفیشلی اپنے نام کرواؤں گا۔۔

عرزم کی آنکھوں میں رحاب کے لئے محبت تھی۔۔ زیام مطمئن سا مسکرا دیا کیونکہ وہ جانتا تھا اس کے لئے وہ صرف جنون کا جذبہ رکھتا تھا۔۔

زیمی۔۔۔ہاں یاد آیا۔۔ تمہارے لئے ہارٹ ڈونر مل گیا ہے۔۔۔اور انشاء اللہ اب اسی مہینے کے آخر میں تمہاری سرجری ہو گی۔۔۔

عرزم کی بات پر زیام نے اسے نا سمجھی سے دیکھا تھا۔۔۔

انکل ناصر نے بتایا تھا تمہارے دو والو بند ہو چکے ہیں اور تیسرا ابھی زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ مہینے تک بند ہو جائے گا اور تمہارے معاملے میں کوئی رسک نہیں یار۔۔۔

تم میرے وجود کو آسمان پر بٹھا چکے ہو جبکہ یہ فرش پر رہنے کے قابل بھی نہیں۔۔۔

اب زیادہ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں اور یہ بتا کہاں ہے میرا گفٹ؟؟؟

عرزم نے اس کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہوئے پوچھا۔۔۔

گھر رہ گیا ہے۔۔۔ جلدی جلدی میں بھول گیا۔۔۔ صبح لا دوں گا۔۔۔

زیام مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا۔۔۔

کنجوس آدمی جھوٹ تو نہیں بول رہے۔۔۔۔

عرزم مشکوک ہوا۔۔۔

نہیں بول رہا یار۔۔۔

کھا میری قسم تو ہر بار کی طرح مجھے اس بار بھی ٹرخا نہیں رہا۔۔۔

میں کوئی قسم نہیں کھا رہا۔۔۔

زیام نے سنجیدگی سے انکار کیا۔۔۔

کیوں ڈرتے ہو کہیں تمہاری جھوٹی قسم کھانے سے میں مر ور نہ جائوں۔۔۔

فضول بولتے ہو تم۔۔۔

زیام نے اسے گھور کر کہا۔۔

آئی نو۔۔۔۔

عرزم مسکرایا تھا۔۔۔

چل گھر چلتے ہیں۔۔کافی لیٹ ہو گیا ہے۔۔۔

زیام نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا تو عرزم مسکراتے ہوئے گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔۔۔اس سے پہلے وہ گاڑی میں بیٹھتا زیام کی آواز سنائی دی۔۔۔

زیام فاؤنڈیشن کا مجھ سے کیوں چھپایا؟؟؟

کیونکہ میں نہیں چاہتا تھا تو مجھے مومن سمجھنا شروع کر دو۔۔۔

یہ بول کر عرزم گاڑی میں بیٹھ گیا جبکہ زیام نے اسے گھور کر دیکھا۔۔۔

میں تمہیں مومن کبھی نہیں سمجھتا۔۔۔

زیام کی بات پر عرزم مسکرایا تھا۔۔۔

ایک حیوان کبھی مومن نہیں ہو سکتا کیونکہ حیوان کبھی بدلتے نہیں۔۔۔اب ایسے گھور کر مت دیکھ میں ڈر جائوں گا۔۔۔

عرزم کی بات پر زیام نے سر جھٹکا اور گاڑی میں بیٹھ گیا۔۔۔۔

اسی طرح وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے گھر پہنچ گئے اور عرزم زیام کو چھوڑ کر اپنے گھر کی طرف چلا گیا۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اگلی صبح وہ ناشتے کی ٹیبل پر آیا تو فائزہ اور حیدر حسن نے اس کی طرف دیکھا تک نہیں۔۔۔

اسے حیرت ہوئی۔۔۔۔اس لئے جان بوجھ کر اونچی آواز میں بولا۔۔۔

گڈ مارننگ۔۔۔۔ماما پاپا۔۔۔

لیکن جواب ندارد۔۔۔۔

آپ دونوں مجھ سے ناراض ہیں؟؟؟

عزم نے دونوں کو دیکھ کر پوچھا۔۔۔

لیکن پھر بھی کوئی جواب نہیں ملا بلکہ فائزہ بیگم حیدر حسن کے ساتھ باتوں میں مشغول ہو گئی تھیں۔۔۔

ماما پاپا آپ اپنے اکلوتے بیٹے کو اگنور کر رہے ہیں؟؟؟

عزم اب کی بار کچھ صدمے اور بے یقینی کی کیفیت سے بولا۔۔۔۔۔

دونوں نے اسے دیکھا بلکہ حیدر حسن نے تو باقاعدہ اسے گھورا تھا۔۔۔

کیا تم نے اپنے باپ سے کچھ کہا؟؟؟

پاپا۔۔۔ماما کیا ہو گیا ہے آپ دونوں کو؟؟ کیوں بچوں کی طرح ری ایکٹ کر رہے ہیں؟؟؟

عزم جھنجلا کر بولا۔۔۔

کیونکہ ہمارا دماغ خراب ہے۔۔۔

حیدر حسن نے سپاٹ چہرے سے جواب دیا۔۔۔

ماما۔۔۔ آپ بتائیں کیا ہوا ہے؟؟؟

عزم نے نرمی سے فائزہ بیگم سے پوچھا۔۔۔

عرزم مجھے یہ بتائو کہ اگر کوئی بیٹا اپنے ماں باپ کو بغیر بتائے شادی کر لے تو ایسے ماں باپ کو کیا کرنا چاہیے؟؟؟

عرزم کے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجی تھی لیکن وہ بظاہر خود کا نارمل رکھتے ہوئے بولا۔۔۔

ماما ایسے بیٹے کو تو گھر سے نکال دینا چاہیے۔۔۔

تو پھر بیٹا جی اپنا سامان پیک کریں اور نکلیں میرے گھر سے۔۔۔

حیدر حسن نے عرزم کی طرف دیکھ کر سنجیدگی سے کہا۔۔۔

لیکن۔۔۔ پاپا میں نے کیا کیا ہے؟؟؟

تمہارا کیا خیال تھا کہ جب تمہارے بچے مجھے دادا۔۔۔ دادا پکارتے تب مجھے معلوم ہوتا کہ تم نے کیا کارنامہ سرانجام دیا ہے؟؟؟

عرزم آہستہ سے اپنی جگہ سے اٹھا کیونکہ حیدر صاحب غصے سے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔۔۔

پاپا۔۔۔ دیکھیں میری بات سنیں۔۔۔ ایسا کچھ نہیں ہے۔۔۔۔

عرزم پیچھے کی طرف قدم اٹھاتا تھوک نگل کر بولا۔۔۔۔

تو کیا زیام جھوٹ بول رہا ہے؟؟؟ اور یہ بھی کہہ دو تم کسی رحاب کو نہیں جانتے۔۔۔۔

حیدر حسن نے دانت پیس کر پوچھا۔۔۔

کمینے انسان ایسا گفٹ کون دیتا ہے سالگرہ کا؟؟؟

عرزم بڑبڑایا۔۔۔ اور پیچھے کیچن کی دیوار کے ساتھ لگ گیا۔۔۔

پاپا میری بات سنیں۔۔۔ وہ سب مجبوری میں ہوا تھا۔۔۔

عرزم جلدی سے بولا تو حیدر حسن کے قدم وہیں رک گئے جبکہ فائزہ بیگم نے عرزم کو گھورا تھا کیونکہ زیام انہیں پہلے ہی سب کچھ بتا چکا تھا۔۔۔

ٹھیک ہے مجبوری میں ہوا تھا تو آج ہی اس بچی کو اپنے نکاح سے آزاد کرو۔۔۔ اور اس کے ماں باپ سے بھی معافی مانگو۔۔۔

حیدر حسن کی بات پر عرزم نے فائزہ بیگم کو دیکھا تھا جو حیدر حسن کی طرف دیکھ رہی تھیں۔۔۔

پاپا۔۔۔ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔۔۔ نکاح کوئی گڈے گڑیا کا کھیل تھوڑی ہے۔۔۔ اور ویسے بھی میں اس سے محبت کرتا ہوں۔۔ کسی قیمت پر اس کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔۔۔

عرزم انہیں دیکھ کر بولا تو یکدم فضا میں حیدر اور فائزہ بیگم کے قہقہے گونجے تھے۔۔۔ عرزم ہونقوں کی طرح انہیں دیکھ رہا تھا جو مسلسل ہنس رہے تھے۔۔۔ چند سیکنڈ میں وہ سارا معاملہ سمجھ گیا تھا کہ اس کے باپ سے اس کے منہ سے سچ اگلوانے کے لئے یہ سب کیا ہے۔۔۔

ناٹ فیئر ماما پاپا۔۔۔

عرزم یہ بول کر وہاں سے لائونج میں چلا گیا جبکہ وہ دونوں مسکراتے ہوئے اس کے پاس دائیں بائیں صوفے پر بیٹھ گئے تھے۔۔۔

خوش رکھو گے اسے؟؟

فائزہ بیگم نے سنجیدگی سے پوچھا۔۔۔

جب تک زندگی ہے ماما تب تک اس کے لبوں پر مسکراہٹ ختم نہیں ہو گی۔۔ ہاں مرنے کا بعد۔۔۔

عرزم۔۔۔

دونوں نے بیک وقت اسے ٹوکا تھا۔۔۔

سوری سوری۔۔۔ غلطی سے نکل گیا۔۔۔

عرزم دونوں کے گرد اپنے بازو رکھتے ہوئے نرمی سے بولا۔۔۔

تمہیں اپنے غصے کو کنٹرول کرنا ہو گا عرزم کیونکہ تمہاری جلد بازی تم سے بہت غلط فیصلے کروادیتی ہے۔۔۔۔

حیدر حسن کے ایک جملے میں چھپی نصیحت کو اچھی طرح سے سمجھ گیا تھا وہ جانتا تھا اس کے باپ نے یہ نصیحت رحاب کے ساتھ نکاح کرنے کی وجہ سے کی تھی۔۔۔ اس نے مسکرا کر اپنا سر اثبات میں ہلایا۔۔۔

اووو مجھے یاد ہی نہیں رہا۔۔۔

ہیپی برتھ ڈے مائے سن۔۔۔ اللہ تمہیں دنیا جہاں کی ساری خوشیاں دے آمین۔۔۔

حیدر حسن نے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا تھا جبکہ فائزہ بیگم نے مصنوعی خفگی سے دونوں کو دیکھا تھا۔۔۔

پہلے میں نے اپنے بیٹے کو وش کرنا تھا حیدر۔۔۔

چلیں آپ اب کرلیں۔۔۔ اس کی کونسی دس مائیں ہیں جس کی وجہ سے آپ ناراض ہو رہی ہیں۔۔۔

حیدر حسن نے مصنوعی تاسف سے کہا تو فائزہ بیگم نے ایک ترچھی نگاہ ان پر ڈالی تھی۔۔۔

وہ میں جہانگیر علوی سے حسن نیازی کا نمبر لیتا ہوں پھر ان سے رابطہ کر کے آج شام ہی چلتے ہیں اپنے بیٹے کی خوشی کو ان سے مانگنے۔۔۔۔

حیدر یہ بول کر اٹھ گئے جبکہ فائزہ بیگم نے مسکرا کر عرزم کی پیشانی اور سر پر بوسہ دیا تھا۔۔۔

اللہ تمہیں لمبی اور پرسکون زندگی دے آمین۔۔۔

جواب میں عرزم نے بھی ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور انکو اپنے ساتھ لگالیا۔۔۔

یہ خوشیاں کتنی دیر کے لئے تھی یہ تو کوئی نہیں جانتا تھا۔۔۔شاید اس بار وقت ان کی خوشیوں کے دن لمبے کرنے والا تھا یا تقدیر ایک بڑا امتحان لے کر انہیں غموں سے آشنا کروانے والی تھی۔۔۔

حیدر حسن نے جہانگیر علوی سے حسن نیازی کا نمبر لیا اور ان سے بات کی۔۔۔اور شام کو گھر آنے کی دعوت دی۔۔ جس پر انہوں نے حاشر کی بارات کا بتا کر معذرت کی اور اگلے ہفتے کی دعوت قبول کی حیدر حسن تو خود فائزہ کے ساتھ ان کی طرف جانا چاہتے تھے لیکن عرزم کی ضد کی وجہ سے انہوں نے حسن کی فیملی کو دعوت پر مدعو کیا۔۔۔۔ جس پر حسن نیازی نے ہامی بھر لی کیونکہ حیدر ان سے رحاب اور عرزم کے رشتے کی بات کر چکے تھے۔۔۔

عرزم اپنے روم بیڈ پر لیٹا رحاب کے بارے میں سوچ رہا تھا اور پہلی دفعہ ایسا ہوا تھا کہ اس کے لبوں پر مسکراہٹ اور آنکھوں میں چمک رحاب کے نام سے تھی۔۔۔

کچھ عرصہ رے۔۔۔اس کے بعد تم مکمل میری دسترس میں ہو گی۔۔۔

عرزم خود سے بولا۔۔۔

اچانک کمرے کی خاموشی کو موبائل فون کی بیل نے توڑا۔۔۔ عرزم نے سائیڈ ٹیبل سے موبائل اٹھایا تو زیمی کالنگ دیکھ کر مسکرایا۔۔۔

عرزم نے کال ریسیو کی اور اس سے پہلے وہ کچھ بولتا دوسری طرف سے زیام بولنا شروع ہو گیا۔۔۔

مجھے فائزہ آنٹی نے جذباتی طور پر بلیک میل کیا تھا۔۔اس لئے مجھے ان کو تمہارے اور رحاب کے بارے میں سب سچ بتانا پڑا۔۔۔ورنہ تم جانتے ہو میں کبھی بھی ان کو تمہارے کارناموں کے بارے میں نہیں بتاتا۔۔۔۔ اور

بس۔۔بس۔۔ سٹاپ اٹ زیمی۔۔۔ کتنا بولتے ہو تم۔۔۔

عرزم نے اسے ٹوک کر مسکراتے لہجے میں کہا۔۔۔

مجھے لگا تم ناراض ہو جائو گے۔۔۔

زیام علوی ایک بات ذہن نشین کر لو میں ہماری دوستی میں ناراضگی کو کبھی نہیں آنے دے سکتا۔۔۔ اب فضول باتیں چھوڑو اور یہ بتائو کیا کر رہے تھے؟؟؟

کچھ نہیں یار۔۔۔بس دائی ماں گھر نہیں ہیں تو انیکسی کی صفائی کر رہا تھا۔۔۔

زیام کی بات پر عرزم نے قہقہ لگایا۔۔ تو زیام کو احساس ہو گیا تھا کہ اپنی شامت کو وہ خود دعوت دے چکا ہے۔۔۔

ہاہاہاہاہا۔۔۔ مطلب اس وقت تم کام والی ماسی بنے ہوئے ہو۔۔۔

فالتو کی بکواس بند کرنے کا کیا لیں گے آپ؟؟؟

زیام دانت پیس کر بولا۔۔۔

تیری بھابھی سے ایک ملاقات۔۔۔ وہ بھی تنہائی میں۔۔۔ جہاں صرف میں ہوں اور وہ ہو۔۔۔

عرزم جان بوجھ کر اسے تنگ کرنے کے لئے بولا اور حسب توقع اس کا ری ایکشن بالکل ویسا ہی تھا۔۔۔

بھاڑ میں گئے تم۔۔۔ بھاڑ میں گئی بھابھی۔۔۔ میرا دماغ خراب مت کرو گھٹیا انسان۔۔۔ مجھے کام کرنے ہیں اللہ حافظ۔۔۔

زیام نے غصے سے بول کر کال ڈراپ کر دی جبکہ عرزم ارے ارے ہی کرتا رہ گیا۔۔۔

صفائی کر کے بات کرتا ہوں۔۔۔

دو منٹ بعد زیام کا میسج آیا تو عرزم کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔۔۔

چلیں مسز اب آپکی باری۔۔۔

عرزم نے یہ بول کر رحاب کو کال کی۔۔۔

رات دیر تک جاگنے کی وجہ سے رحاب ابھی سوئی ہوئی تھی جب اس کا موبائل رنگ کرنے لگا۔۔۔رحاب نے موبائل کا نمبر دیکھے بغیر کال اٹھائی۔۔۔

ہیلو۔۔۔

باخدا یہ دوری برداشت سے باہر ہوتی جارہی ہے۔۔۔میں تو اس دن کے انتظار میں ہوں جب تم میرے پاس ہوگی

۔۔۔۔

عرزم کا محبت بھرا لہجہ رحاب کی نیند تباہ کر گیا تھا۔۔۔وہ ایک جھٹکے سے اٹھی تھی۔۔۔دل کی دھڑکن معمول سے تیز ہوگئی تھی۔۔۔سفید رنگ سرخی مائل ہو گیا تھا۔۔۔پلکیں لرز گئی تھیں۔۔۔موبائل ہاتھ سے چھوٹتے چھوٹتے رہ گیا۔۔۔

تت۔۔۔تم۔۔۔

بمشکل پھنسی ہوئی آواز میں بولی۔۔۔

ہائے کاش اس وقت میں تمہارے سامنے ہوتا تو تمہاری بوکھلاہٹ دیکھ سکتا۔۔۔تمہارے چہرے پر حیا کے رنگ بہت سجتے ہیں رے۔۔۔اور مجھے یہ رنگ بہت پسند ہیں۔۔۔

عرزم مسکراتے ہوئے کروٹ بدل کر بولا۔۔۔

کیسے ہو؟؟؟

تمہارے بغیر کیسا ہو سکتا ہوں؟؟؟

عرزم نے الٹا اس سے سوال کیا۔۔۔

تم مجھے نروس کر رہے ہو۔۔۔

رحاب روہانسی ہوئی تھی۔۔۔

اور تم مجھے مزید بے قرار کر رہی ہو۔۔۔۔

جواب میں رحاب خاموش ہو گئی۔۔۔ جبکہ عرزم مسکراتے ہوئے موبائل کو دیکھنے لگا جہاں کال تو آن تھی مگر سانس لینے کی آواز بھی نہیں آ رہی تھی۔۔۔۔

رے۔۔۔۔

شدت جذبات سے بھیگی پکار پر رحاب کی دھڑکنیں تھم سی گئی تھیں۔۔۔۔

رے۔۔۔ ایم سوری۔۔۔

عرزم کے لہجے کی ندامت اس کی سچائی کی گواہ بن کر رحاب کے دل میں موجود ہلکی سی گرد کو بھی صاف کر گئی تھی۔۔۔

کس لئے۔؟؟؟؟

تمہارے ساتھ ہر معاملے میں زبردستی کرنے لئے۔۔۔ تمہیں آزمانے کے لئے؟؟ تم سے تمہاری مرضی کے بغیر اپنا حق وصولنے کے لئے۔۔۔۔ تمہیں تنہا چھوڑنے کے لئے۔۔۔

مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں پرنس۔۔۔ کیونکہ نکاح میں مرضی میری بھی تھی۔۔۔۔ تو پھر تم تنہا قصوروار تو نہیں ہو۔۔۔

رحاب نم آنکھوں سے مسکرائی تھی گویا زندگی مسکراہٹ لوٹا گئی تھی۔۔۔

جو بھی تھا مجھے تمہاری مرضی کے بغیر اپنا حق وصول نہیں کرنا چاہیے تھا۔۔۔ لیکن میں مجبور ہو گیا تھا۔۔۔ دل کے آگے جو تڑپ رہا تھا تمہاری قربت کے لئے۔۔۔۔ اپنے بے لگام جذبوں کو لگام ڈالنا چاہتا تھا لیکن وہ سب بے خودی میں ہوا تھا۔۔۔

عرزم کا لہجہ اس بار آنسوئوں کی آمیزش سے تر تھا۔۔۔ رحاب تو تڑپ اٹھی تھی۔۔۔۔

پرنس۔۔۔ پلیز سب بھول جائو۔۔۔ اور مجھے اپنی زندگی میں شامل کر لو۔۔۔۔

پاپا اور ماما سے بات کر چکا ہوں میں اور نیکسٹ ویک تمہاری فیملی کو ڈنر پر انوائیٹ کیا ہے پاپا نے۔۔۔ انکا ارادہ تمہاری رخصتی کا ہے۔۔۔ کیونکہ وہ سب جان گئے ہیں نکاح کے بارے میں۔۔۔۔

جواب میں رحاب کھل کر مسکرائی تھی۔۔۔

ایک وعدہ کرو گے۔۔۔؟؟؟

کیسا وعدہ؟؟؟

مجھ سے کبھی دور نہ جانا۔۔۔ اور نہ ہی کبھی مجھ پر بے اعتباری ظاہر کرنا۔۔۔ کیونکہ دونوں صورتیں تمہاری رے سے زندگی کی امید چھین لیں گی۔۔۔۔

رے۔۔۔ پرامس یار۔۔۔ کبھی نہیں ہو گا ایسا۔۔۔

عرزم کی بات پر رحاب مسکرائی تھی اور اس سے پہلے کوئی جواب دیتی اجالا بیگم کمرے کے اندر داخل ہوئیں۔۔۔

میں تم سے بعد میں بات کرتی ہوں۔۔۔

رحاب نے یہ بول کر جلدی سے کال ڈراپ کر دی۔۔۔ اور سوالیہ نظروں سے اجالا بیگم کو دیکھنے لگی جیسے ان کے یہاں آنے کا مقصد پوچھ رہی ہو۔۔۔۔

تو وہ پھر سے واپس آگیا ہے تمہاری زندگی میں۔۔؟؟؟؟

اجالا بیگم نے سنجیدگی سے پوچھا۔۔۔۔

جب سب کچھ آپ سن چکی ہیں تو پھر پوچھنے کا مقصد؟؟؟

رحاب ناچاہتے ہوئے بھی تلخ ہوگئی تھی۔۔۔۔

تمہارے لئے ایک پرپوزل آیا ہے۔۔۔ حیدر حسن کے بیٹے عرزم کا۔۔ تمہارے بابا نے ہی کہا ہے تم سے پوچھ کر انہیں بتادوں کیونکہ وہ جلد از جلد تمہاری شادی کرنا چاہتے ہیں۔۔۔۔

اجالا بیگم بولتے ہوئے اس کے پاس بیڈ پر بیٹھ گئیں جبکہ رحاب نے بے یقینی اور خوشی کے ملے جلے تاثرات سے انکو دیکھا تھا۔۔۔۔

آپ سچ کہہ رہی ہیں؟؟؟

ہاں سچ ہے۔۔۔ لیکن اس بار میں تمہیں پرنس سے الگ نہیں کرنا چاہتی اس لئے میں انکو انکار کرنے جارہی ہوں اس رشتے کے لئے۔۔۔۔

اجالا بیگم اپنی سمجھ کے مطابق بولیں لیکن رحاب نے انکا ہاتھ تھام لیا۔۔۔۔

عرزم ہی پرنس ہے اور خدارا اس بار اسے نادانی میں بھی مجھ سے دور مت کیجیئے گا۔۔۔۔

رحاب کی آواز میں التجا تھی۔۔۔

جبکہ اجالا بیگم نے حیرانگی سے رحاب کو دیکھا۔۔۔

ٹھیک ہے جیسے میری روحی خوش۔۔۔

وہ اداس سا مسکرائی تھیں۔۔۔ان کے لئے یہی بہت تھا کہ جو غلطی انہوں نے سالوں پہلے کر کے اپنی بیٹی کو کھو دیا تھا اب وہ کسی قیمت پر نہ دہرائیں۔۔۔۔

اجالا بیگم پلٹ کر دروازے تک آئیں تھی جب رحاب نے پیچھے سے ان کو اپنے حصار میں لے کر ان کے کندھے پر سر رکھ کر رونا شروع کر دیا۔۔۔

آئی۔۔۔۔مسڈ۔۔۔یو۔۔۔۔موم۔۔۔۔۔

اجالا بیگم نم آنکھوں سے پلٹیں اور رحاب کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر دیوانہ وار چومنے لگیں۔۔۔

میری۔۔۔بچی۔۔۔۔

اجالا بیگم نے اسے گلے سے لگایا اور دونوں نے رونا شروع کر دیا۔۔۔

حسن نیازی جو اجالا بیگم کو ڈھونڈ رہے تھے رحاب کے کمرے کی طرف آئے اور ان دونوں کو یوں دیکھ کر مسکرائے تھے۔۔۔

ارے۔۔یہ میری آنکھیں کیا دیکھ رہی ہیں؟؟؟ماں بیٹی ایک دوسرے کو گلے لگائے کھڑی ہیں۔۔۔

حسن نیازی کی بات پر رحاب اور اجالا نے انہیں دیکھا اور پھر ہنسنا شروع کر دیا۔۔۔

ڈیڈ جیلس مت ہوں آپ بھی آجائیں۔۔۔۔

رحاب اجالا بیگم کے گرد دونوں ہاتھ باندھتے ہوئے شرارت سے بولی۔۔۔

تو پھر میں تو اپنی جان سے عزیز بیوی کو ہی گلے لگائوں گا۔۔۔

حسن نیازی شرارت سے بول کر جیسے ہی اجالا بیگم کی طرف بڑھے

رحاب انہیں گھور کر اجالا کے آگے آگئی۔۔۔

یہ ابھی صرف میری ماما ہیں۔۔۔ آپ اپنی بیوی کو اپنے کمرے میں ڈھونڈیں۔۔۔۔۔

رحاب کی بات پر حسن نیازی نے بچوں کی طرح منہ بسورا جبکہ اجالا بیگم نے بے ساختہ قہقہ لگایا۔۔۔

حسن نیازی پر سکون ہو گئے تھے اجالا بیگم کو عرصے بعد اس طرح ہنستے دیکھ کر جبکہ رحاب کے چہرے پر بچوں جیسی مسکراہٹ انہیں مطمئن کر گئی تھی۔۔۔ وہ اللہ کا شکر کرتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف چلے گئے تھے۔۔۔۔۔

جبکہ رحاب اجالا بیگم کو اپنے پاس بیڈ پر بٹھا کر ان کی گود میں سر رکھ کر ان سے باتیں کرنا شروع ہو گئی تھی۔۔۔۔

ایک ہفتے بعد رحاب اور اس کی فیملی حیدر حسن کے گھر آئی تھی۔۔۔ عرزم سے مل کر حاشر اور حسن نیازی مطمئن ہو گئے تھے۔۔۔ دونوں فیملیز کو کوئی ایشو نہیں تھا اس لئے دونوں کی شادی ٹھیک تین ہفتوں بعد طے پائی تھی۔۔۔ دونوں بہت خوش تھے۔۔۔

دوسری طرف جہانگیر ہاؤس میں نائلہ بیگم کو شائل کے ذریعے سب کو معلوم ہو گیا تھا رحاب اور عرزم کی شادی کا ۔۔۔ زیام کو عرزم نے خود بتایا تھا۔۔۔ اور وہ عرزم کی خوشی میں خوش تھا۔۔۔۔

****

ایک مہینے بعد:::::::

دونوں گھرانوں میں خوشی کا سماں تھا۔۔۔ آج دونوں کی مہندی تھی۔۔۔ اور مہندی سے پہلے دونوں کا ایک بار پھر نکاح ہوا تھا۔۔۔ دوسرے دفعہ نکاح کے بارے میں زیام عرزم۔۔۔ رحاب۔۔۔ اور عرزم کی فیملی ہی جانتی تھی ۔۔۔ جہانگیر علوی بھی اپنی فیملی کے ساتھ آئے تھے۔۔۔ نائلہ بیگم نے البتہ کسی کو مبارک دینے کی زحمت نہیں کی تھی۔۔۔ ویسے بھی ان کی مبارک کی ضرورت کسی نے محسوس نہیں کی تھی۔۔۔۔۔۔

مہندی کا فنکشن نیازی ہاؤس میں ہوا تھا۔۔۔ عرزم اور اس کی فیملی اپنے گھر واپس جا چکی تھی۔۔۔ اور جہانگیر علوی بھی سب کے ساتھ گھر واپس چلے گئے تھے۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

انفارمیشن غلط نہیں ہونی چاہیے اکرم ورنہ تم جانتے ہو رائو تمہارا کیا حال کرے گا۔۔۔؟؟؟

عالم رائو جو پچھلے ایک مہینے سے اپنے بیٹے کی حالت کی وجہ سے شدید اشتعال میں تھا۔۔۔ آج اپنے گھر کے ڈرائنگ روم میں بیٹھے شراب پیتے ہوئے سامنے کھڑے شخص سے بولا۔۔۔

سرکار۔۔۔ خبر بالکل پکی ہے۔۔۔ چھوٹے صاحب کو حیدر حسن کے بیٹے نے ہی تشدد کا نشانہ بنایا ہے۔۔۔ کلب والوں سے پوچھ گچھ پر ایک ویٹر کی مشکوک حرکتوں سے ہم نے اسے اپنی حراست میں لیا تو اس نے ایک سکیچ بنوایا تھا جو اسی لڑکے کا ہے جس کی چھوٹے صاحب سے یونیورسٹی پارکنگ میں لڑائی ہوئی تھی۔۔۔ چھوٹے صاحب کے دوست حامد نے پہنچانا ہے اس لڑکے کو۔۔۔ اور آپ تو جانتے ہیں اکرم آپ کا نمک ہر صورت میں حلال کرتا ہے۔۔۔

اکرم نے عالم رائو کو سر جھکا کر ساری تفصیل سے آگاہ کیا۔۔۔

اکرم مجھے وہ لڑکا ہر حال میں چاہیے۔۔۔ اس نے صرف میرے بیٹے کی زبان کاٹی ہے نا میں اس کے ٹکڑے ٹکڑے کروں گا۔۔۔

عالم رائو نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا۔۔۔ سامنے کھڑا اکرم بھی کانپ گیا تھا۔۔۔

لیکن سر اس پر ہاتھ ڈالنا آسان نہیں ہے۔۔۔ کیونکہ میرے ذرائع کے مطابق آج کل اس کی شادی کی وجہ سے اس کی سیکیورٹی اس کے باپ نے بڑھا دی ہے۔۔۔

دو دن اکرم۔۔ اگر دو دنوں میں وہ کتا میرے سامنے نہ ہوا تو تم اور تمہاری فیملی جان سے جائو گے۔۔۔ اب دفعہ ہو جائو یہاں سے۔۔۔۔

عالم رائو کی بات پر اکرم نے تھوک نگلا اور جلدی سے اپنا سر اثبات میں ہلا کر وہاں سے چلا گیا۔۔۔۔

ریڈی فار مائے ریوینج۔۔۔ حیدر حسن سن۔۔۔۔۔۔۔

عالم رائو نے یہ بول کر قہقہ لگایا۔۔۔ اور ٹیبل پر پڑی شراب کی طرف متوجہ ہو گیا۔۔۔۔

رحاب ڈیپ ریڈ کلر کے لہنگے میں بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔۔۔ جبکہ عرزم آف وائٹ کلر کی شیر وانی پر مہرون کلا پہنے سب کی توجہ خود کو کھینچ رہا تھا۔۔۔۔ زیام وائیٹ کلر کی شلوار قمیض پہنے بہت پیارا الگ رہا تھا۔۔۔ سب ہی خوش تھے اپنی اپنی جگہ سوائے نائلہ بیگم کے جو زیام کے مسکراتے چہرے کو ناگواری سے دیکھ رہی تھیں۔۔۔۔ رحاب اور عرزم کو سٹیج پر ایک ساتھ بٹھایا ہوا تھا۔۔۔ دونوں کو دیکھ کر تقریب میں موجود ہر شخص ماشاءاللہ کہہ رہا تھا۔۔۔ رات کے تقریبا دس بجے رخصتی کا شور اٹھا تو رحاب اپنے بھائی اور باپ کے گلے لگ کر بہت روئی تھی۔۔۔ یہ لمحہ ہی ایسا تھا کہ سب کی آنکھیں اشکوں سے بھر گئی تھیں۔۔۔۔ اجالا بیگم بھی رحاب سے مل کر اپنا ضبط کھو گئی تھیں۔۔۔ حسن نیازی نے آگے بڑھ کر دونوں ماں بیٹی کو الگ کیا اور رحاب کو گاڑی میں بٹھایا۔۔۔

عرزم کو وہ رحاب کا خیال رکھنے کی تلقین کرنا نہیں بھولے تھے۔۔۔۔

وہ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر فائزہ بیگم کے ساتھ بیٹھی مسلسل رو رہی تھی اور عرزم بار بار فرنٹ سیٹ پر بیٹھا پہلو بدل رہا تھا۔۔۔ جب اس کا ضبط جواب دے گیا تو وہ پیچھے مڑا اور فائزہ بیگم کو دیکھ کر بولا۔۔۔۔

ماما۔۔ آپکو اللہ کا واسطہ ہے اپنی بہو کی سوں سوں بند کروادیں۔۔۔ کب سے گاڑی میں موجود خاموشی کے تسلسل کو توڑ رہی ہے۔۔۔۔

فائزہ بیگم نے اسے گھورا جبکہ رحاب نے نم آنکھوں سے اسے دیکھ کر دانت پیسے اور دل ہی دل میں اسے اچھی صلواتیں سنادی تھیں۔۔۔

جبکہ فائزہ کی گھوری پر وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا تھا۔۔۔۔

گھر آکر کافی دیر تک رسموں کا سلسلہ جاری رہا۔۔ تقریبا بارہ بجے فائزہ بیگم اسے عرزم کے کمرے میں چھوڑ کر گئی تھیں۔۔ وہ مسلسل ایک گھنٹے سے اس کا انتظار کر رہی تھی۔۔۔ جو زیام کے ساتھ باتوں میں مصروف تھا۔۔ حیدر حسن نے جاکر ان دونوں کو اچھی خاصی ڈانٹ پلائی تب جاکر وہ اپنے کمرے کی طرف بھاگا جبکہ زیام گیسٹ روم میں رک گیا تھا۔۔۔۔

عرزم جیسے ہی کمرے میں داخل ہوا رحاب کو دیکھ کر بے ساختہ مسکرایا جو بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے سوئی ہوئی تھی۔۔۔ عرزم دروازہ لاک کر کے اس کے پاس بیڈ پر بیٹھ گیا۔۔۔ رحاب جو بیڈ ہلنے کی وجہ سے جاگ گئی تھی سامنے عرزم کو بیٹھا دیکھ کر نروس ہوئی۔۔۔

آپ۔۔۔ آپ کب آئے؟؟؟؟

ہیں۔۔ ہیں۔۔۔ رے۔۔۔ تم نے مجھے ابھی آپ کہا نہ؟؟ یا میرے کان بج رہے ہیں؟؟؟

عرزم مصنوعی حیرانگی ظاہر کرتے ہوئے شرارت سے بولا تو رحاب نے اسے ایک نظر دیکھا اور سر جھکا گئی۔۔۔

رے۔۔ زبان اپنے گھر بھول آئی ہو؟؟

آپ چاہتے کیا ہیں ؟؟ ماما نے کہا ہے آپکو آپ کہنے کو؟؟ کیونکہ ان کی نظر میں مجھے آپکو عزت دینے چاہیے اور رہی زبان کی بات تو اگر آپ مجھ سے لڑائی کرنا چاہتے ہیں تو بتا دیں۔۔ یوں بات بات پر تنگ نہیں کریں۔ اور۔۔۔۔۔

رحاب نان سٹاپ بول رہی تھی جب عرزم نے اس کے لبوں پر اپنی شہادت کی انگلی رکھی۔۔۔ اور رحاب کے لفظوں کو بریک لگی۔۔۔ پلکیں بے ساختہ لرزنا شروع ہو گئیں تھیں۔۔۔ رخسار لمحے کی تاخیر کئے بنا گلنار ہو گئے تھے۔۔۔ ہاتھوں میں آئی نمی کو وہ چھپا گئی تھی۔۔۔ عرزم بے ساختہ جھکا تھا اور اس کی پیشانی پر بوسہ دیا تھا۔۔۔

تم میری زندگی میں کسی نیکی کا اجر ہو رے۔۔۔

رحاب نے بے ساختہ اس کی طرف دیکھا تھا جس کی آنکھوں اور لہجے میں نمی تھی۔۔۔

پرنس۔۔۔

رحاب نے اسے پکارا تھا۔۔۔

ایم سوری۔۔۔ تھوڑا سینٹی ٹائپ ہو گیا۔۔۔ یہ دیکھو تمہاری منہ دکھائی کا تحفہ ؟؟؟

عرزم نے بولتے ہوئے ایک ڈائمنڈ رنگ اسے پہنا دی۔۔۔ رحاب نے مسکراتی آنکھوں سے رنگ کو دیکھا تھا۔۔۔

تھینکس۔۔۔۔

رحاب نے عرزم کی طرف دیکھ کر کہا۔۔۔

شکریہ میں اپنے طریقے سے وصول کروں گا مائے ڈئیر وائف۔۔۔۔۔۔

عرزم نے بولتے ہی رحاب کو اپنے حصار میں قید کر لیا جبکہ رحاب نے مسکراتے ہوئے اسے خود کو سونپ دیا۔۔۔

دونوں خوش تھے لیکن آنے والا وقت شاید ان کو خوش نہیں رہنے دینا چاہتا تھا۔۔۔۔

۔۔۔۔اگلی صبح دونوں کے لئے بہت خوشگوار تھی۔۔ مسکراہٹ دونوں کے چہروں پر چپک کر رہ گئی تھی جو سب گھر والے باخوبی نوٹ کر رہے تھے۔۔۔ حاشر اور شمائل رحاب کا ناشتہ لے کر آئے تھے جو سب نے ہنسی مذاق میں ختم کیا۔۔ دو گھنٹے رک کر شمائل اور حاشر واپس چلے گئے تھے جبکہ۔ رحاب کو عرزم پارلر چھوڑ آیا تھا۔۔ اسے پارلر چھوڑنے کے بعد وہ جیسے ہی گھر پہنچا اس کا رخ گیسٹ روم کی طرف تھا جہاں زیام رکا ہوا تھا۔۔ وہ دروازہ ناک کئے بغیر ہی اندر آگیا۔۔ لیکن اندر کوئی نہیں تھا۔۔ عرزم نے واش روم کا دروازہ ناک کیا لیکن وہ دستک دینے سے ہی کھل گیا۔۔۔

یہ کمینہ۔۔۔ مجھے بغیر بتائے چلا گیا۔۔ ابھی بتاتا ہوں۔۔۔

عرزم خود سے بڑبڑایا اور موبائل نکال کر اسے کال کرنے لگا۔۔۔ اس کا نمبر آف جا رہا تھا۔۔

تو مل مجھے آج گدھے۔۔۔ تجھے تیری نانی یاد نہ کروائی تو میرا نام بھی عرزم نہیں۔۔۔۔

عرزم بڑبڑاتے ہوئے روم سے نکل رہا تھا جب اس کے موبائل پر رحاب کے نمبر سے کال آئی۔۔ عرزم کے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔۔ اس نے دوسری بیل پر کال ریسیو کی۔۔

لگتا ہے مسز دل نہیں لگ رہا میرے بغیر۔۔۔۔

دوسروں کی زندگی سے کھیلنے کا بہت شوق ہے نا تمہیں عرزم حیدر۔۔ چلو آج میں تمہاری زندگی سے کھیلتا ہوں۔۔ بچا سکتے ہو اپنی بیوی کو تو بچا لو۔۔۔

دوسری طرف کوئی آدمی تھا۔۔ جس کی بات پر عرزم کا موبائل اس کے ہاتھوں سے گرتے گرتے بچا۔۔

کک کون ہو تم۔۔ اور رحاب کہاں ہے؟؟؟ اگر تم نے اسے ہاتھ بھی لگایا تو میں تمہیں زندہ جلا دوں گا۔۔ بتاؤ میری بیوی کہاں ہے؟؟؟

عرزم کے چلانے پر حیدر حسن اور فائزہ جو لائونج میں بیٹھے چائے پی رہے تھے۔۔۔ایک دم اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے۔۔۔جبکہ عرزم کو اپنے پیروں پر کھڑا رہنا مشکل لگ رہا تھا۔۔۔دوسری طرف سے قہقہ لگا کر کال ڈراپ کر دی گئی تھی۔۔۔۔

عرزم جلدی سے داخلی دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا جب حیدر حسن نے اسے روکا۔۔۔

عرزم کیا ہوا ہے؟؟اور روحی کہاں ہے؟؟؟

پاپا مجھے اس نمبر کی لوکیشن چاہیے۔۔۔میں جا رہا ہوں۔۔مجھے سینڈ کر دیجئے گا۔۔۔

عرزم لیکن روحی کہاں ہے؟؟؟

اب کی بار فائزہ بیگم نے پوچھا۔۔۔

ماما۔۔۔میں نہیں جانتا۔۔۔لیکن بہت جلد وہ آپکے سامنے ہو گی۔۔۔۔

عرزم عجلت میں باہر نکلا تھا جبکہ حیدر نے ٹیلی فون کمپنی میں اپنے ایک دوست سے رابطہ کیا۔۔۔جس نے دو منٹ بعد لوکیشن شہر سے باہر ایک پرانے ہوٹل کی بتائی جو کھنڈر نما سا تھا۔۔۔

عرزم نے جیسے ہی حیدر کا میسج پڑھا اس نے گاڑی اسی روڈ کہ طرف موڑ دی۔۔۔۔

یا اللہ پلیز سیو ہر۔۔۔۔

عرزم نے دل میں دعا کی تھی۔۔۔۔

ابھی وہ اس روڈ پر جا رہا تھا جب ایک انجان نمبر سے اسے میسج وصول ہوا۔۔۔۔

زیام علوی کی سانسیں ختم ہونے سے بچا لو عرزم حیدر۔۔۔۔

میسج پڑھ کر عرزم نے گاڑی کو بے ساختہ بریک لگائی۔۔۔

جان تو اب صحیح معنوں میں نکلی تھی۔۔۔

نہیں زیمی نہیں۔۔۔۔

عزم خود سے بڑبڑایا اور جلدی سے اس کے نمبر پر کال کی جو بند آ رہا تھا۔۔۔اس نے شاویز کو کال کی تو پتہ چلا کہ شاویز گھر پر نہیں ہے۔۔۔۔۔۔

عزم نے بنا کچھ کہے سنے کال ڈراپ کر دی۔۔۔۔

دماغ تھا کہ مفلوج ہو کر رہ گیا تھا۔۔۔دل کہ دھڑکن اتنی تیز تھی کہ عزم کو گاڑی میں گھٹن محسوس ہونے لگی تھی۔۔۔وہ گاڑی سے باہر نکلا اور ایک دم سے چیخ کر زیام کا نام پکارنے لگا۔۔۔لوگوں نے مڑ مڑ کر اسے دیکھا تھا۔۔۔

عزم بی بریو۔۔۔اینڈ کنٹرول یور سیلف۔۔۔جسٹ تھینک اباؤٹ یور اینیمی۔۔۔۔۔

کون کر سکتا ہے ایسا؟؟؟

عزم سوچو جلدی سے۔۔۔۔

عزم گاڑی کے پاس چکر لگاتا ہوا خود سے بولا۔۔۔۔

کامران رائو۔۔۔نہیں وہ نہیں کر سکتا۔۔۔نائلہ علوی۔۔۔۔نہیں وہ رحاب کو کیوں اغوا کروائیں گی؟؟؟ یہ تو طے ہے کہ دونوں کو ایک ہی شخص نے اغوا کیا ہے۔۔۔لیکن کون؟؟؟؟

کون ہے وہ؟؟؟

عزم گاڑی پر ہاتھ مارتے ہوئے غصے سے چلایا۔۔۔جب ایک دم سے ذہن میں جھماکہ ہوا۔۔۔۔

عالم رائو۔۔۔۔

اگر یہ تمہارا کام ہوا عالم رائو تو آئی سویر آئی ول کل یو باسٹرڈ۔۔۔۔

عرزم خود سے بڑبڑایا اور دوبارہ سے گاڑی میں بیٹھ کر اسی ہوٹل کی طرف چل دیا۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

رحاب کو پارلر آئے ابھی تھوڑی دیر ہوئی تھی جب ایک لڑکی نے اسے پیغام دیا کہ باہر کوئی عرزم حیدر اسے بلا رہا ہے۔۔۔ رحاب یہی سوچ کر باہر آئی شاید وہ کچھ بھول گئی تھی جو عرزم واپس دینے آیا ہو۔۔ لیکن جیسے ہی وہ پارلر سے روڈ پر کھڑی ایک گاڑی کے پاس آئی۔۔ پیچھے سے کسی نے اس کے منہ پر رومال رکھا۔۔ رحاب نے کافی مزاحمت کی لیکن وہ کامیاب نہیں ہو سکی۔۔ چند منٹ کی مزاحمت کے بعد رحاب ہوش و خرد سے بیگانہ ہو گئی تھی۔۔ دو آدمیوں نے اسے اٹھا کر گاڑی کی پچھلی سیٹ پر ڈالا اور پھر ان میں سے ایک آدمی نے عالم رائو کی ہدایات کے مطابق عرزم کے نمبر پر کال کی۔۔ اور جلد ہی وہاں سے گاڑی زن سے بھگا کر لے گئے۔۔۔

عالم رائو کو بس عرزم اپنے سامنے چاہیے تھا۔۔ اس لئے اس نے رحاب کو اغوا کروایا۔۔ عرزم آدھے گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد اس کھنڈر نما ہوٹل کے سامنے تھا۔۔ گاڑی سے نکل کر وہ جلدی سے اندر بھاگا تھا۔۔

جلدی جلدی سڑھیاں چڑھتے ہوئے وہ دسویں منزل پر پہنچا جب اسے کسی آدمی کی آواز آئی۔۔۔۔

جو شاید دوسرے آدمی کو کچھ بتا رہا تھا۔۔ عرزم کو ایسے لگ رہا تھا جیسے وہ منزل کے بہت قریب ہے۔۔۔

سارے راستے وہ رحاب اور عرزم کی سلامتی کی دعائیں مانگتا آیا تھا۔۔۔

عرزم دیوار کے ساتھ لگے آہستہ سے چلتے ہوئے ان آدمیوں تک پہنچا۔۔ جو شکل سے ہی شرابی لگ رہے تھے۔۔ عرزم نے دیکھا تو دو آدمی تھے جو ایک کمرے کے دروازے کے باہر کھڑے تھے۔۔ یقینا رحاب اور زیام اس کے اندر تھے۔۔۔ عرزم نے سوچا اور ایک آدمی جس کی پشت عرزم کی طرف تھی کے سر پر اپنی ٹانگ

سے کک لگائی وہ لڑکھڑایا تو عرزم نے موقع دیکھ کر اس کے ہاتھوں سے گن چھینی اور ایک لمحے کی تاخیر کئے بنا اس نے دوسرے آدمی پر گولی چلائی جو عرزم پر نشانہ باندھ رہا تھا۔۔ گولی سیدھے اس کی پیشانی پر پیوست ہوئی تھی اور وہ دھڑام سے نیچے گرا تھا۔۔ پھر پہلے آدمی کو موقع دیئے بغیر اس نے دو گولیاں اس پر چلائیں تھی جو اس کے پیٹ اور عین دل کے مقام پر لگی تھیں۔۔ اس نے باپ سے چھپ کر چھے ماہ گن چلانے کی ٹریننگ لی تھی۔۔ جو آج اس کے کام آگئی تھی۔۔۔ پھر ایک فائر اس نے دروازے کے لاک پر کیا تو دروازہ کھل گیا۔۔۔

جیسے ہی وہ اندر بڑھا۔۔ سامنے ہی رحاب کو کرسی پر رسیوں سے باندھا گیا تھا۔۔ عرزم کی گرین آنکھیں غصے کی زیادتی سے سرخ ہوئی تھیں۔۔۔ وہ گن پھینک کر اس کی طرف بھاگا تھا۔۔۔ اور یہی عرزم زندگی کی سب سے بڑی غلطی کر چکا تھا۔۔۔

رے۔۔۔

شدت ضبط سے اس نے پکارا تھا لیکن مقابل کو ہوش کہاں تھا۔۔۔

عرزم نے جلدی سے اسے رسیوں سے آزاد کیا۔۔ اور اس کا چہرہ تھپتھپایا۔۔۔۔

عالم رائو جو گولیوں کی آواز سن کر اپنے آدمیوں کے ساتھ وہاں آیا تھا سامنے عرزم کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک آئی۔۔ ایسی چمک جیسے شکاری کی آنکھوں میں آتی ہے شکار کو دیکھ کر۔۔۔۔۔

ویلکم۔۔۔ عرزم حیدر ویلکم۔۔۔ کیسا سفر رہا تمہارا؟؟؟

عالم رائو آگے بڑھتے ہوئے بولا۔۔۔ جبکہ اس کے آدمیوں نے عرزم کے سر پر بندوق تان لی۔۔۔ جس کی وجہ سے وہ عالم رائو کا چہرہ نہیں دیکھ سکا۔۔ لیکن جیسے ہی عالم رائو اس کے سامنے آیا عرزم ایک جھٹکے سے کھڑا ہوا تھا

۔۔۔۔

تمہاری ہمت کیسے ہوئی میری بیوی کو اغوا کرنے کی؟؟؟؟

عرزم کی دھاڑ پر دو آدمی جو اس کے سر بندوقیں تان کر کھڑے تھے۔۔۔ کانپ گئے۔۔۔

جیسے تمہاری ہمت ہوئی تھی میرے بیٹے کو مارنے اور اس کی زبان کاٹنے کی۔۔۔۔

عالم رائو۔۔۔ اس نے جو کیا تھا۔۔۔ شکر کرو کے اسے زندہ چھوڑ دیا ورنہ آج اپنے بیٹے کا سوگ منا رہے ہوتے۔۔۔۔ اب مجھے جانے دو رائو ورنہ تم جانتے نہیں ہوں کہا عرزم حیدر سے ٹکر لینے کا انجام کیا ہوتا ہے۔۔۔۔

ہاہاہاہاہا۔۔۔ تم اس پوزیشن میں نہیں ہو عرزم حیدر کہ مجھے دھمکی دے سکو۔۔۔

عالم رائو نے قہقہ لگاتے ہوئے کہا جبکہ عرزم نے لب بھینچ لئے تھے۔۔۔۔

اس سے پہلے وہ کچھ بولتا رحاب کی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔۔۔ وہ جلدی سے نیچے بیٹھا تھا۔۔۔۔

رے۔۔۔ آر یو اوکے؟؟؟

عرزم اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں سے تھامتے ہوئے فکرمندی سے بولا۔۔۔

رحاب نے اپنی آنکھیں آہستہ سے کھولیں تو سامنے ہی عرزم کو خود پر جھکے دیکھ کر ہلکا سا مسکرائی۔۔۔

میں ٹھیک ہوں پرنس۔۔۔۔

اللہ کا شکر ہے۔۔۔

عرزم بے ساختہ بولا۔۔۔ اور عالم رائو کی طرف بڑھا جو شیطانی ہنسی ہنستے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔۔

زیام کہاں ہے رائو؟؟؟

کون زیام۔۔ میں کسی زیام کو نہیں جانتا۔۔۔۔

عالم رائو کی بات پر عرزم آگے بڑھا اور اس کے منہ پر ایک ذور دار پنچ رسید کیا۔۔۔ عالم رائو لڑکھڑایا جبکہ ان دونوں آدمیوں نے اس کے اشارے پر بندوقیں رحاب پر تان لی تھیں۔۔۔

پرنس۔۔۔۔

رحاب نے بے ساختہ اسے پکارا تھا۔۔۔ عرزم نے مڑ کر دیکھا۔۔۔۔ اور پھر عالم رائو کہ طرف دیکھ کر بولا۔۔۔

زیام علوی کہاں ہے رائو۔۔۔ آخری بار پوچھ رہا ہوں کیونکہ اس کے بعد تم جان جائو گے کہ میں کون ہوں؟؟؟

ہاہاہاہا۔۔۔ میں تو ڈر گیا۔۔۔ اگر نہ بتائوں تو کیا بگاڑ لو گے میرا۔۔؟؟؟

زیادہ کچھ نہیں تمہارا معذور بیٹا جو اس وقت تمہارے گھر کے اوپر والے پورشن کے بائیں کمرے میں موجود بیڈ پر سو رہا ہے وہ جان سے جائے گا۔۔۔ اور تمہاری جان سے پیاری بیوی جو اس وقت کیچن میں موجود کوک کو ہدایت دے رہی ہے اس کو زندہ جلادوں گا۔۔۔۔ اور یقین مانو میرے آدمی اشارے کے منتظر ہیں۔۔۔۔ یقین نہ آئے تو گھر پر کال کر کے پوچھ لو۔۔۔۔

عرزم اطمینان سے بولا جبکہ عالم رائو کا سارا سکون بھک سے اڑا تھا۔۔۔

اس نے گھر کر نمبر پر کال کی تو وہ بند تھا جب اس نے اکرم کر کال کی لیکن اس کا نمبر بھی بند تھا۔۔۔۔

میں جان سے مار دوں گا تمہیں۔۔۔

عالم رائو موبائل زمین پر پھینکتے ہوئے عرزم کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔۔۔

زیام کہاں ہے رائو؟؟ میں جانتا ہوں وہ تمہارے پاس ہے۔۔۔ جتنی جلدی تم بتائو گے اتنی ہی جلدی میں تمہارے بیٹے اور بیوی کو چھوڑ دوں گا۔۔۔

وہ میرے پاس نہیں ہے۔۔۔ اور میں نہیں جانتا وہ کہاں ہے؟؟؟

تم جھوٹ بول رہے ہو۔۔۔

عرزم نے اسے غصے سے گھورتے ہوئے کہا۔۔۔

تمہاری مرضی ہے یقین کرو یا نہیں۔۔۔۔اب میری فیملی کو چھوڑ دو۔۔۔

ہمارے گھر میں صحیح سلامت پہنچتے ہی تمہاری فیملی کو چھوڑ دوں گا۔۔۔

عرزم یہ بول کر رحاب کی طرف مڑا۔۔۔ اتنے میں ایک آدمی کے موبائل پر اکرم کے نمبر سے کال آئی۔۔۔اور اس نے بتایا کہ وہ اور رائو کی فیملی بالکل ٹھیک ہے۔۔۔اس آدمی نے عالم رائو کو چیخ کر بتایا۔۔۔ عرزم صرف اسے ڈرانا چاہتا تھا جس میں وہ کامیاب بھی ہو گیا تھا۔۔۔

عرزم نے جلدی سے رحاب کا ہاتھ پکڑا اور وہاں سے بھاگنے لگا جب عالم رائو نے اپنے ایک آدمی سے گن چھینی اور عرزم کا نشانہ لے کر یکے بعد دیگرے تین چار گولیاں چلائیں۔۔رحاب۔۔۔

عرزم چیختے ہوئے مڑا تھا جہاں رحاب کے پیٹ سے خون تیزی سے بہنا شروع ہو گیا تھا۔۔۔عالم رائو نے دوسری دفعہ جیسے ہی نشانہ باندھا کسی نے اس کے سینے کو گولیوں سے چھلنی کر دیا۔۔اور وہ کوئی اور نہیں بلکہ حسن نیازی تھے جبکہ ان کے ساتھ باقی کے اہلکاروں نے وہاں موجود دونوں آدمیوں کو حراست میں لے لیا تھا۔۔ حسن نیازی کو حیدر حسن نے بروقت ساری بات بتا کر وہاں پہنچنے کے لئے کہا تھا۔۔ٹریفک کی وجہ سے وہ پانچ منٹ لیٹ تھے جس کا خمیازہ وہ بھگت چکے تھے۔۔۔رحاب کے خون میں لت پت وجود کی صورت میں۔۔۔

رے۔۔ویک اپ یار۔۔۔

عرزم اسے اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا جو سانس بھی بمشکل لے پا رہی تھی۔۔۔۔

عرزم اسے اٹھائو۔۔۔ ہمیں اسے ہاسپٹل لے کر جانا ہو گا۔۔۔

حسن نیازی نے نم آنکھوں سے رحاب کا وجود دیکھا تھا۔۔۔ عرزم نے بنا کچھ دیکھے اور سنے بغیر اسے اٹھایا اور نیچے کی طرف بھاگا۔۔۔۔

ریش ڈرائیونگ کر کے وہ بیس منٹ میں ہاسپٹل پہنچا تھا۔۔۔

رحاب کو آئی سی یو میں لے جایا گیا تھا۔۔۔ چونکہ حسن نیازی خود پولیس میں تھے اس لئے ڈاکٹرز جلدی سے رحاب کو اندر لے گئے تھے۔۔ حسن اور عرزم باہر کوریڈور میں اس کی زندگی کی دعائیں کرنا شروع ہو گئے تھے۔۔۔۔

ابھی آدھا گھنٹہ ہی ہوا تھا جب ڈاکٹر ناصر جو وہاں سے گزر رہے تھے جلدی سے عرزم کی طرف بڑھے۔۔۔۔

عرزم۔۔۔

عرزم نے انکی پکار پر سر اٹھایا۔۔۔

تھینک گاڈ تم آ گئے ہو ہاسپٹل۔۔۔ اب جلدی سے ڈونر کو کال کرو۔۔۔ کیونکہ زیام کی حالت بہت سیریس ہے ہمیں فوری اس کی سرجری کرنی ہے۔۔۔۔

ڈاکٹر ناصر پریشانی سے بول رہے تھے جبکہ عرزم کو گہرا شاک پہنچا تھا۔۔۔

انکل یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟؟ کیا ہوا ہے زیمی کو؟؟

کیا تمہیں نہیں معلوم کہ وہ دو گھنٹے سے آئی سی یو میں ہے۔۔۔

عرزم کی صحیح معنوں میں جان نکلی تھی۔۔۔۔ وہ ایکدم نیچے بیٹھا تھا۔۔۔

وہ ڈونر تو دس دن پہلے ہی مر چکا ہے۔۔ اور نیا ڈونر ابھی نہیں ملا مجھے۔۔۔

عرزم۔۔۔ کیا بول رہے ہو۔۔۔ اس کی زندگی صرف ڈونر ملنے سے ہی بچ سکتی ہے۔۔۔

انکل میں کچھ کرتا ہوں آپ پلیز زیمی کو کچھ مت ہونے دینا۔۔۔

عرزم یہ بول کر ہوسپٹل کی پارکنگ میں آیا تھا جب اس کی نظر نائلہ بیگم پر پڑی۔۔۔ عرزم شدید اشتعال میں انکی طرف بڑھا تھا۔۔۔

کیا لینے آئی ہیں آپ؟؟؟ یہ دیکھنے آئی ہیں کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا ہے؟؟ ایک بات اچھے سے ذہن نشین کر لیں مسز علوی میں اسے کچھ ہونے نہیں دوں گا۔۔۔ سنا آپ نے میں اسے بچا کر رہوں گا۔۔۔

عرزم غصے سے بول رہا تھا جب نائلہ بیگم نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا۔۔۔

میں کتنی غلط تھی عرزم کہ سمجھ ہی نہ سکی وہ مجھ سے کتنی محبت کرتا ہے۔۔۔ وہ بہت اچھا ہے۔۔ شاید میں ہی اس کی ماں بننے کے قابل نہیں ہوں۔۔۔ تم جانتے ہو وہ بھی نارمل بچوں کی طرح زندگی گزار سکتا تھا لیکن میری وجہ سے اسے ہمیشہ دکھوں کا سامنا کرنا پڑا۔۔۔

عرزم نے لب بھینچ کر ان کے چہرے کی طرف دیکھا جہاں تکلیف واضع طور پر نظر آ رہی تھی۔۔۔

وہ میرے وجود کا حصہ تھا میری ممتا پر اس کا حق تھا لیکن میں نے اسے کچھ نہیں دیا۔۔ آج بھی وہ میری وجہ سے ہاسپٹل میں ہے۔۔۔ میں نہیں جانتی تھی کہ اس کے ہرٹ کے دو والو بند ہیں۔۔۔ میں اس سے نفرت کرتی تھی کیونکہ مجھے لگتا تھا اس کی وجہ سے میرا معاشرے میں مقام ختم ہو جائے گا۔۔ میں ایک خواجہ سرا کی ماں کہلائی جائیوں گی۔۔۔ اور ہائی سوسائٹی میں اپنا سٹیٹس برقرار رکھنے کے لئے اپنے اولاد تک کو مار دیا۔۔۔ اسے اتنی تکلیف دی کہ ایک ماں کا مطلب ہی بدل ڈالا اس کے لئے۔۔۔

تم جانتے ہو وہ آج میرے کمرے میں آیا تھا مجھ سے ملنے۔۔۔ لیکن میں نے اسے یہ بول کر دھتکار دیا کہ وہ ایک ہیجڑا ہے۔۔۔ اور ایک ہیجڑے سے ملنے کا شوق مجھے نہیں ہے۔۔۔

عرزم نے اس بات پر بمشکل اپنا غصہ کنٹرول کیا۔۔۔

وہ اپنی ماں کے منہ سے یہ الفاظ سنتے ہی بے ہوش ہو گیا۔۔۔پہلے تو مجھے سمجھ نہیں آئی پھر جہانگیر اور شاویز اسے ہاسپٹل لے آئے۔۔میں حیران تھی کہ میں اس کے لئے پریشان ہو رہی تھی۔۔۔اسی پریشانی میں جب میں انیکسی میں اس کے کمرے میں گئی تو اس کے ٹیبل پر ایک ڈائری پڑی تھی۔۔۔جس میں اس نے میری محبت کی دعائیں خدا سے مانگیں تھی۔۔۔اس نے میری توجہ کو اللہ سے مانگا تھا۔۔۔میں تو مر چکی ہوں یہ دیکھ کر میری اولاد کو میں اتنا تڑپا رہی تھی۔۔۔میں بہت گناہ گار ہوں لیکن خدا سے دعا کر رہی ہوں کہ اسے کچھ نہ ہو۔۔۔۔

نائلہ بیگم روتے روتے نیچے بیٹھ گئی تھی جبکہ عرزم واپس جانے کے لئے مڑا کیونکہ اس وقت انہیں تسلی نہیں دے سکتا تھا۔۔۔اسے کسی ڈونر کا انتظام کرنا تھا۔۔۔

تم کہاں جا رہے ہو عرزم ؟؟؟

زیام کے لئے کسی ڈونر کو ڈھونڈنے جا رہا ہوں۔۔۔پلیز دعا کیجیئے گا کہ وہ مل جائے۔۔۔

عرزم مڑے بغیر بولا۔۔۔

تمہیں ڈونر ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔میں زیام کو اپنا دل دینے کو تیار ہوں۔۔۔

نائلہ بیگم کی بات پر عرزم سرعت سے ان تک پہنچا تھا۔۔۔

دیکھیں زیمی آپ سے بہت محبت کرتا ہے۔۔اس لئے کوئی بھی جذباتی فیصلہ مت کریں۔۔۔

یہ جذباتی فیصلہ نہیں ہے عرزم یہ اس کی ساری تکلیفوں کا مداوا ہے۔۔میں اگر زندہ رہی تو مجھے لگتا ہے میرے اندر پھر سے وہی نائلہ سر اٹھائے گی جس کے لئے یہ معاشرہ ضروری ہے۔۔۔اور میں ویسے دوبارہ کسی صورت نہیں بننا چاہتی۔۔۔پلیز میری بات مان لو۔۔۔۔

لیکن آنٹی وہ۔۔۔۔

عرزم نے کچھ نے کچھ کہنا چاہا جب نائلہ بیگم نے اسے ٹوک دیا۔۔۔

پلیز عرزم اور تم کبھی کسی کو مت بتانا کہ زیام کو دل اس کی ماں نے دیا ہے۔۔۔ یہاں تک کے ذیمی کو بھی نہیں۔۔۔ پلیز۔۔۔ تمہیں زیام کی زندگی کا واسطہ ہے مجھے مت رکو۔۔۔

عرزم نا چاہتے ہوئے بھی مان گیا تھا۔۔۔

رحاب اور عرزم دونوں کا آپریشن کامیاب رہا تھا۔۔۔ رحاب کو دو ہفتوں بعد ڈسچارج کر دیا گیا تھا۔۔۔ جبکہ زیام ابھی ہاسپٹل ہی تھا۔۔۔

رحاب اپنے کمرے میں لیٹی تھی جب اسے اپنے چہرے پر نمی محسوس ہوئی۔۔۔ اس نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا عرزم رو رہا تھا۔۔۔

جانتی ہو رے۔۔۔ محبت میں ساری بات ظرف کی ہوتی ہے۔۔۔ اگر ظرف بڑھا ہو تو انسان اپنے محبوب کی بڑی سے بڑی غلطی کو نظر انداز کر دیتا ہے۔۔۔ لیکن پتہ ہے کیا اس ظرف کو صرف ایک چیز ختم کرتی ہے اور وہ ہے بے وفائی۔۔۔ اور تم نے اسے مجھ سے چھین کر بے وفائی ظاہر کر دی ہے۔۔۔ اب میں چاہ کر بھی وفا کے ساتھ لگی بے کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔۔۔

پرنس۔۔۔ تم جانتے ہو تم کیا بول رہے ہو؟؟ جو ہوا اس میں میرا کیا قصور تھا؟؟ بچہ تو میں نے بھی اپنا کھویا ہے۔۔۔ کیا مجھے تکلیف نہیں ہوتی اور تم مجھے ہی بے وفائی کے طعنے دے رہے ہو۔۔۔

رحاب نے عرزم کے ہاتھ جھٹکے تھے۔۔۔ اور چیخ کر بول رہی تھی جب عرزم نے اسے اپنے حصار میں لیا۔۔۔

ڈاکٹر نے رحاب کی سرجری کے بعد عرزم کو بتایا تھا کہ انکی تقریبا دو ماہ کی پریگنینسی تھی۔۔ جو وہ کنسیو نہیں کر سکی۔۔۔ تب سے عرزم کو لگتا تھا اگر رحاب اس کے سامنے نہ آتی تو اس کا بچہ بچ سکتا تھا۔۔۔

ایم سوری۔۔ تمہیں ہرٹ کرنے کے لئے۔۔ لیکن میں چاہ کر بھی نہیں بھول سکتا کہ تم نے میرے زندگی میرے بچے کی قربانی دے کر بچائی ہے۔۔۔۔

رحاب اس کے کندھے پر سر رکھ کر شدت سے رو دی تھی۔۔۔

جبکہ عرزم کے آنسو رحاب کے بالوں میں جذب ہو رہے تھے۔۔۔۔

دونوں کا غم تازہ تھا۔۔۔ اس لئے دونوں کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کس کے ساتھ اس کو شئیر کریں۔۔۔ وقت بہت بڑا مسیحا ہے جو بڑے سے بڑا زخم بھی بھر دیتا ہے اور ان دونوں کا زخم بھی وقت نے ہی بھرنا تھا۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

سات سال بعد۔۔۔۔۔۔۔

شافع۔۔۔۔ گر جائو گے۔۔۔ پلیز واپس آ جائو۔۔۔

رحاب اپنے تین سالہ بیٹے کے پیچھے بھاگتے ہوئے روہانسی ہو کر بولی تھی۔۔۔ جو گارڈن میں بھاگ رہا تھا۔۔۔

گارڈن میں فائزہ اور حیدر مسکراتے ہوئے سب دیکھ رہے تھے۔۔۔

عرزم کی گاڑی جو نہی گھر میں داخل ہوئی شافع۔۔۔

پاپا۔۔۔ پاپا۔۔۔ پکارتا اس کی جانب بڑھ گیا۔۔۔

عرزم کے ساتھ زیام بھی تھا۔۔

شافع پہلے عزم سے ملا جس نے اس کے دونوں گالوں پر بوسہ دیا تھا اور پھر زیام کی طرف بڑھ گیا جس کو ڈیڈ کہتا تھا۔۔۔

ڈیڈ۔۔۔زیام نے مسکراتے ہوئے اس کے دونوں گالوں پر بوسہ دیا۔۔۔

ڈیڈ کی جان۔۔۔۔

شافع عزم سے زیادہ زیام سے اٹیچ تھا۔۔اور وجہ زیام صاحب دن میں چار دفعہ اسے باہر گھمانے لے جاتے تھے۔ اور ان کی من پسند چاکلیٹس بھی دلاتے تھے۔۔۔زیام فاؤنڈیشن کو زیام ہی دیکھتا تھا جبکہ عزم حیدر صاحب کے بزنس کو سنبھال رہا تھا۔۔۔

ڈیڈ۔۔۔باہر جانا۔۔۔۔

شافع زیام کو دیکھ کر بولا۔۔۔جبکہ عزم نے اسے گھورا تھا جو اس کو سرے سے ہی اگنور کر گیا تھا۔۔۔

بالکل میری جان چلو چلتے ہیں۔۔۔

زیام اسے گود میں اٹھائے باہر نکل گیا جبکہ عزم سر جھٹک کر حیدر حسن کے پاس گارڈن میں آ گیا۔۔۔رحاب اس کے لئے چائے بنانے چلی گئی تھی۔۔۔

سات سال پہلے۔۔۔جب نائلہ نے زیام کو ہرٹ ڈونیٹ کیا تھا جس کا کسی کو علم نہیں تھا۔۔۔کیونکہ عزم نے ڈاکٹر ناصر کی مدد سے ان کی موت کو طبعی موت بنا دیا تھا۔۔۔وہ ایسا کرنا نہیں چاہتا تھا لیکن نائلہ بیگم سے کئے وعدے کی بنا پر مجبور تھا۔۔۔شاویز کی شادی اس کی کزن نمرہ سے ہو گئی تھی۔۔۔شائل اور حاشر کے دو بیٹے تھے۔۔۔جبکہ شاویز اور نمرہ کی ایک ہی بیٹی تھی۔۔۔۔

زندگی کبھی کسی کو بے سہارا نہیں چھوڑتی۔۔۔ ایسے بہت سے زیام ہیں جن کو عرزم جیسوں کی ضرورت ہوتی ہے۔۔۔ خدا کے لئے ان کا سہارا بنیں۔۔۔ اگر نہیں بن سکتے تو انہیں معاشرے میں گالی بھی مت بنائیں۔۔۔ خواجہ سرا کوئی غلیظ انسان نہیں ہوتا۔۔۔ وہ تو مرد اور عورت دونوں سے معتبر ہوتا ہے۔۔۔ خدارا اس چیز کو سمجھیں اور اس ان کو عزت دیں۔۔۔

* *

(ختم شد)